ضیف الرحمٰن
SAFARNAMA
از
عبداللہ وسیم

ضیف الرحمٰن

اور رحمٰن کے مہمان تو وہ ہیں جن کو وہ اپنے گھر خود بلاتا ہے۔

انسان ساری دنیا گھوم سکتا ہے۔ دنیا میں ایسے بہت سے انسان موجود ہیں جنہوں نے کافی ممالک کی سیر کی ہوتی ہیں اور وہ دعوٰی بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے آدھی دنیا دیکھ رکھی ہے۔ یہ سیر صرف اور صرف دولت کے بل بوتے پہ ہوتی ہے۔ دولت نہ ہو تو انسان دوسرے شہر نہیں جا سکتا کجا دوسرا ملک...... لیکن جو رحمٰن کے مہمان ہوتے ہیں وہ دولت کے بغیر بھی اس کے گھر رحمٰن کی مہمان نوازی دیکھنے کے لیے پہنچ ہی جاتے ہیں۔ یہ دنیا کا واحد سفر ہے جس میں دولت کا ایک فیصد بھی ہاتھ نہیں ہے۔ یہ سفر فقط الرحمٰن الرحیم کے بلاوے سے ہی ہوتا ہے۔ میں نے اپنے ارد گرد ایسے متعدد لوگ دیکھے ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی نہیں ہے مگر وہ کئی بار الرحمٰن کے مہمان بن چکے ہیں کیونکہ انہیں دنیا و مافیہا و مافوقھا (جو کچھ دنیا میں ہے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے) کے خالق و مالک کا بلاوا ہوتا ہے۔ وہ چاہے تو کسی غریب کو بھی اپنے گھر بلا لے اور نہ چاہے تو امیر سے امیر تر لوگ بھی اس سفر پہ نہیں جا سکتے۔

ذرا تصور کی آنکھ کھولیں۔

آپ اپنے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کے آگے جھکتے ہیں۔ اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ اللہ کے سامنے عاجزی سے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس وقت آپ کا رخ کس طرف ہوتا ہے؟ بیت اللہ کی طرف ہی!

اور اب تصور کی آنکھ بند کریں۔

سوچیں کہ اب آپ چل رہے ہیں۔ آپ کی آنکھیں بند ہیں۔ آس پاس کچھ بھی نہیں ہے صرف میدان ہیں۔ ہوا سے مٹی اڑ تو رہی ہے مگر وہ آپ کو گرد آلود نہیں کر رہی۔ آپ آگے بڑھ رہے ہیں۔ چرند

پرند کے گیت آپ کے کانوں میں گھل رہے ہیں۔ پھر آپ رک جاتے ہیں اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اپنی دعا مانگ کر جب آپ آمین کہتے ہیں اور اپنی آنکھیں کھولتے ہیں تو سامنے آپ کے خالق و مالک کا گھر ہوتا ہے۔ آپ کی کیا حالت ہو گی اس وقت؟ خوشی کو آپ نے پہلی بار محسوس کیا ہو گا۔ آپ کو اب پتا چلا ہو گا کہ خوشی کا مطلب کیا ہے؟ آپ کو اب محسوس ہو گا کہ وہ جو آپ اپنے اندر محسوس کر رہے ہیں وہ اطمینان ہے۔ آپ کو لگے گا کہ جو آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں دراصل وہ سکون ہے کیونکہ...... کیونکہ آپ اللہ کے گھر کے سامنے ہیں۔ آپ اب اللہ کے مہمان بن چکے ہیں۔ وہ اللہ...... جس نے آپ کو...... صرف آپ کو...... آپ کے ارد گرد کروڑوں لوگوں میں سے منتخب کر کے...... صرف آپ کے دل میں اپنی محبت دیکھ کر...... آپ کو اپنے گھر کا مہمان بنایا ہے۔

کیا اس سے بڑھ کر آپ اللہ کی محبت کا کوئی ثبوت بھی دیکھنا چاہیں گے؟

اللہ ہم سے بہت محبت کرتا ہے بس ہم اس محبت کو دیر سے پہچانتے ہیں۔ اللہ کی محبت کو جلد پہچان جائیں تاکہ اللہ ہمیں اپنا مہمان بنائے اور ہماری زندگی میں سے شر ختم ہو جائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

میں نے اپنے کانوں میں آواز سنی
وہ اذان تھی شاید یا کچھ اور......
پھر میں نے سنا ایک خطیب دے رہا ہے خطبہ......
ہے وہ بیت اللہ کے دروازے کے سامنے براجمان
اور رک چکا ہے بیت اللہ کا طواف
اور وہ خطیب بول رہا ہے جو میری یادداشت سے ہے مٹ چکا
میں بڑھ جاتا ہوں اس کی طرف

میں نے بیت اللہ کو آنکھوں میں محفوظ کر لیا تھا

میں نے خوشی اور اطمینان کو محسوس کر لیا تھا

میں نے پا لیا تھا وہ سکون جس کی تلاش تھی مجھ کو

میں نے دیکھ لیا تھا اپنے اللہ کا گھر جو راحت بخش رہا تھا مجھ کو

میں نے بڑھا دیے تھے اپنے قدم اس گھر کی طرف کہ......

میرے آگے بڑھ آیا ایک پہاڑ......

میں نے عبور کر لیا تھا وہ پہاڑ کہ......

میں نے زمین میں ایک لہر کو اٹھتے دیکھا......

جو بن گئی تھی رکاوٹ میرے اور بیت اللہ کے مابین......

میں نے کر لیا تھا اس رکاوٹ کا مقابلہ کہ......

میں بڑھ تو رہا تھا آگے مگر......

بیت اللہ ہو رہا تھا مجھ سے دور بہت......

میری آنکھوں میں نمی تھی اور جسم میں تھکاوٹ......

میں پہنچ نہ سکا وہاں تک

کہ خطیب چپ کر گیا یہاں تک

کہ بیت اللہ ہو رہا تھا مجھ سے دور بہت......

میری آنکھوں میں نمی تھی اور جسم میں تھکاوٹ......

کہ بیت اللہ ہو رہا تھا مجھ سے دور بہت......

کہ بیت اللہ ہو رہا تھا مجھ سے دور بہت......

☆☆☆☆☆

کچھ عرصہ قبل میں نے یہ خواب دیکھا تھا جو میں نے اوپر لکھا۔ آنکھ کھلنے کے بعد تو مجھے یاد ہی نہیں رہا مگر میں جب صبح اٹھا تو مجھے یاد آیا کہ میں نے وہ خواب دیکھا تھا۔ میں نے اس خواب کو مزید سوچا مگر مجھے اتنا ہی یاد تھا۔ مجھے عموماً دیر بعد خواب یاد آتے ہیں۔

اچھا ہوا یہ تھا کہ مجھے بیت اللہ بالکل سامنے دکھائی دے رہا تھا یوں جیسے میں ایک منٹ چلتا رہا تو میں بیت اللہ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ استاذہ فرحت ہاشمی وہاں خطبہ دے رہی تھیں۔ اب پتا نہیں وہ کیا کہہ رہی تھیں لیکن مجھے ان کی آواز آئی تھی۔ میں بہت خوش ہوا کہ میری ٹیچر (غائبانہ ہی سہی) وہاں سامنے ہیں اور بیت اللہ بھی ہے۔ میں نے چلنا شروع کر دیا پر پتا نہیں کہاں سے میرے راستے میں ایک پہاڑ آ گیا۔ میں حیران تو ہوا مگر میں چلتا رہا۔ پہاڑ کی چوٹی سے مجھے بیت اللہ اور میڈم کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں قریب ہی تھا جیسے میں پہاڑ سے اتروں گا تو میں کعبۃ تک پہنچ جاؤں گا مگر سامنے ایک لمبی دیوار آ گئی اور میں پھر حیران ہوا۔ خیر میں کعبۃ تک نہ پہنچ سکا۔ میں نے اس بارے میں سوچا۔ میں نے سوچا کہ کسی سے تعبیر پوچھ لیتا ہوں مگر تعبیر صاف ظاہر تھی کہ میری کوتاہیاں اور گناہ ہی وہ پہاڑ اور دیوار تھے جو مجھے بیت اللہ سے دور کر رہے تھے۔ بس انسان خود اپنا محاسبہ کرتا رہے تو ہی وہ گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ اللہ ہم سب کو معاف کرے۔ آمین۔

پھر ایک دن تایا ابو نے بات کی کہ وہ اور تائی امی عمرۃ کرنے جانا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی باتوں باتوں میں انہوں نے مجھ سے بھی پوچھ لیا کہ تم نے چلنا ہے؟ ایسی پیشکش کو کون انکار کر سکتا ہے؟ ان کا پوچھنا مجھے آج بھی یاد ہے اور میں اس پل کا بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ سے پوچھ لیا تھا اور میں بیت اللہ تک پہنچ گیا تھا۔ اللہ بار بار وہاں لے کر جائے۔

یہ کوئی پچھلے سال کی بات ہے۔ وہاں تک جاتے جاتے ہمیں تقریباً ایک سال لگ گیا تھا۔ میں نے کہا ناں کہ اس میں پیسے کا عمل دخل نہیں ہوتا یہ بس اللہ کا بلاوا ہوتا ہے تو انسان وہاں پہنچ جاتا ہے۔ ہمارا بلاوا چھ اکتوبر ۲۰۲۲ کو تھا تو ہم وہاں پہنچ گئے۔

پاپا سے بات کی تو وہ بھی مان گئے۔

مجھے پاپا کی ہی دعا لگی ہے۔ ماما پاپا نے اللہ کے فضل سے عمرۃ اور حج دونوں ادا کیے ہیں اور پاپا جب بھی وہاں کا ذکر کرتے تھے تو ساتھ ہی دعا دیتے کہ عبداللہ، جب بھی تمہارا پاس پورٹ بنے تو پہلا ویزا تمہیں وہاں کا ہی ملے۔ کبھی کبھی کہتے کہ اللہ کرے تمہارا پہلا غیر ملکی سفر یہاں کا ہی ہو۔ مجھے پاپا کی دعائیں بڑی یاد آتی ہیں۔ اللہ ماں باپ کی دعا کیونکر رد کرے؟

میں نے پاپا سے کہا کہ مجھے آپ کی دعائیں ہی وہاں لے کر جا رہی ہیں۔

☆☆☆☆☆

پاسپورٹ تیار...... پلان بن چکا...... کب جانا، کتنے دن اور کیا کیا تیاری رہتی ہے پر......

پہلا پہاڑ جو میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ حقیقت میں ہمارے سامنے آ گیا تھا۔ پاسپورٹ بنوانے کے بعد تائی امی کی طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ وہ اکیلی غسل خانے تک نہ جائیں کجا دوسرے ملک۔ ہم سب پریشان تھے کہ اگر طبیعت ٹھیک نہ ہوئی تو کیا ہو گا؟ تائی امی خود بھی پریشان تھیں کہ عمرے کا پلان اگر بن ہی گیا تھا تو یہ بیماری ایک دم سے......! پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ہم امید کھو چکے تھے کہ ہم عمرۃ کرنے جائیں گے اب۔ تائی امی نے تو منع کر دیا تھا کہ وہ غیر ملکی سفر نہیں کر سکیں گی۔ ان کی حالت ہی ایسی نہیں تھی۔ عمرے کا نام سن کر وہ اداسی اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں چلی جاتی تھیں۔ ہم سب دعائیں کر رہے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان کی طبیعت پھر ٹھیک ہو گئی۔ وہ پہلے کی طرح فریش ہو گئیں اور ہماری امید ایک بار پھر جاگ اٹھی۔ مگر وہ ابھی بھی رسک نہیں لینا چاہتی تھیں۔ ان کی بڑی بیٹی شفق قاسم (کہف کے

پیش لفظ میں جن کا ذکر ہے) نے ایک دن انہیں کہا کہ اگر آپ جانا چاہتی ہیں اور اکیلے جانے سے ڈر رہی ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔امی کو حوصلہ ہوا اور پھر وہ مان گئیں۔پہاڑ عبور ہو چکا تھا۔

سامنے اب ایک دیوار تھی۔

باجی نے جب گھر میں ذکر کیا تو ان کے سسر نے بھی عمرۃ کرنے کا پلان بنا لیا۔ہمارا پلان بالکل تیار تھا بس پے منٹ رہتی تھی مگر ہم رک گئے۔اب اللہ نے انہیں بھی ہمارے ساتھ ہی بلایا تھا اپنے گھر۔امی کو یہ فکر تھی کہ کہیں اس چکر میں طبیعت دوبارہ نہ بگڑ جائے مگر اللہ کا شکر کہ ایسا نہ ہوا۔انکل کا پاسپورٹ وغیرہ کچھ بھی تیار نہیں تھا۔انہوں نے ارجنٹ پاسپورٹ بنوایا اور جب ہم نے سارے دستاویزات جمع کروا دیے تو ایجنٹ نے بتایا کہ باجی کا پاسپورٹ چھ ماہ سے کم عرصہ میں ناقابل استعمال ہو جائے گا۔یہاں سے تو وہ چلی جائیں لیکن اگر آگے جا کر کوئی مسئلہ ہوا تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔اف......یعنی ابھی ساڑھے پانچ ماہ باقی تھے۔ہم نے کون سا وہاں سال کے لیے جانا تھا۔ابھی ایک چیز کی مدت باقی ہے مگر پھر بھی وہ استعمال نہیں کی جا سکتی۔مجھے تو یہ بات اتنی بری لگی کہ مطلب حد ہے۔خیر باجی نے بھی ارجنٹ نیا پاسپورٹ بنوایا اور اللہ اللہ کر کے ہمارے ویزے لگ ہی گئے تھے۔ہمارا پلان تھا کہ ستمبر میں چلے جائیں مگر یہ دیوار عبور کرتے کرتے ہی ہمیں ایک ڈیڑھ ماہ لگ گیا۔

جب قسمت میں ہوتا ہے تو انسان یہ پہاڑ اور دیواریں عبور کر ہی لیتا ہے۔

بلآخر ہماری ٹکٹس آ گئیں اور ۱۶ اکتوبر کو ہماری فلائٹ تھی۔

ہمارے جانے سے پہلے ہی میری پھوپھو کا بیٹا اور بہو گئے تھے۔بھابھی سے میں نے کہا کہ ہمارا تو لیٹ ہی ہوتا جا رہا ہے۔جہاں بھی جاؤ ہر کوئی منہ دیکھنے کے بعد یہی سوال کرتا ہے کہ جانا کب ہے؟ اللہ معاف کرے اتنی ٹینشن ہو رہی تھی کہ واقعی......کب جانا ہے؟

اچھا بھابھی نے مجھے بتایا۔ ''جب ہم کسی کے گھر جاتے ہیں تو ہم انہیں فون کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کیا آپ گھر ہیں؟ وہ کہتے ہیں ہاں تو ہم بتاتے ہیں کہ ہم آپ کے گھر آنا چاہ رہے ہیں پھر وہ ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ آ جاؤ۔ اب اسی طرح جب ہم نے اللہ کے گھر جانا ہو تو ہم اللہ سے اس کی اجازت مانگیں۔ اللہ سے کہو کہ وہ آپ کو اپنے گھر آنے کی اجازت دے۔''

یہ ان دنوں کی بات ہے جب پاسپورٹ کا ایشو آیا تھا اور میں نے پھر یہ دعا شروع کر دی تھی۔ دل میں ایک عجیب سا دھڑ کا ہی لگا تھا کہ پتا نہیں جانا بھی ہے یا نہیں؟ انسکیوریٹی......

آپ یقین کریں کہ جیسے ہی میں نے یہ دعا شروع کی اللہ نے سارے معاملات ایسے حل کیے کہ سبحان اللہ۔ باجی اور انکل کے پاسپورٹس تیار ہو گئے۔ پے منٹ جمع ہو گئی اور پھر ویزے بھی لگ گئے۔ پھر مجھے یقین ہوا کہ اللہ نے ہمیں اپنے گھر آنے کی اجازت دے دی ہے۔

ہم اللہ کے گھر جا رہے تھے (آنکھوں میں دل والا ایموجی)۔

☆☆☆☆☆

۶۔ اکتوبر۔ ۲۰۲۲ء

اس دن سے قبل جو بھی مصروفیات تھیں ہم نے ختم کر لی تھیں۔ قریب قریب سب رشتے داروں سے مل آئے تھے اور ایک دن پہلے میں نے کام سے چھٹی کی اور بازار کے کچھ ادھورے کام پورے کیے جن میں lamination اور کچھ دوسری چیزیں شامل تھیں۔ میں نے لیمی نیشن (اکٹھا پورا نہیں آ رہا تھا) اس لیے لی کیونکہ میں نے سنا تھا کہ جہازی سفر میں جو بھی سامان آپ کے پاس ہوتا ہے وہ بغیر اس کے قابل قبول نہیں ہوتا۔ پاکستان سے تو ایک بیگ کی لیمی نیشن ۵۰ یا ۱۰۰ میں ہو جائے گی مگر وہاں ہوائی اڈے پہ یہی لیمی نیشن ۲۹ ریال کی ہو جائے گی۔ اس سے اچھا ہم یہاں سے اپنی لیمی نیشن لے جائیں تا کہ وہاں جا کر ہمارا اس طرح کے کاموں میں اضافی خرچہ نہ ہو۔ خیر ہم لے گئے۔ اس کے علاوہ ہم سب نے شولڈر بیگز بھی

لے لیے تھے تاکہ حرم میں جوتیاں اور کچھ دوسری چیزیں اسی بیگ میں رکھیں۔اس طرح جوتیاں بھی نہیں گم ہوں گی مگر میری جوتی پھر بھی گم گئی۔ وہ میں آگے جا کر بتاؤں گا۔

صبح ہم ایئرپورٹ کے لیے نکل چکے تھے۔

پہلے تایا ابو کی بیٹی نے ہماری دعوت کی اور پھر ہم ایئرپورٹ گئے۔ میری بہنیں اور باجی کے سسرال والے بھی ساتھ گئے تھے۔ باجی کی سب سے چھوٹی بہن بھی ہمارے ساتھ تھی۔ پاپا نہیں جا سکے تھے جس کا مجھے افسوس تھا۔

میں تایا ابو کے بارے میں پہلے ہی بتا دوں کہ وہ بہت شغلی طبیعت کے مالک انسان ہیں۔تایا ابو سے مذاق کیے بغیر رہا نہیں جاتا۔آگے جا کر میں ان کی کچھ باتیں بھی لکھوں گا۔امید ہے وہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔(ھذااااااااا)

ایئرپورٹ پہ سب کو خدا حافظ کہہ کر ہم اندر چلے گئے۔ ہمارے پاس ۳ سامان والے بیگ تھے اور ایک عدد بوری جس میں نیوٹن کی بورنگ زندگی کو مصروف کرنے والا پھل......دا گریٹ ایپل تھا۔ہم پانچ سات کلو سیب لے کر گئے تھے۔ وہ میری ہی معصوم انگلیوں کے سہارے رہے۔

"توبہ میری تو انگلیوں میں بل پڑ گئے ہیں سیب اٹھا کر۔" میں نے کہا اور باجی کو اپنی سرخ ہوتی انگلیاں دکھائیں۔ باجی ہنس پڑیں۔

"خبردار جو سیبوں کو کچھ کہا۔" امی نے ہنستے ہوئے کہا۔ یہ ہنسی صرف ہم لوگ ہی سمجھ سکتے تھے۔ میں وجہ یہاں لکھنے سے قاصر ہوں۔

سامان چیکنگ کے لیے رکھ دیا۔

"کتنا سامان ہے؟" کاؤنٹر والے بھائی نے پوچھا۔

"تین بیگ ہیں اور ایک سیب ہیں۔" تایا ابو نے بتایا۔ ہم تو ہنس کر ہی رہ گئے۔

پھر بورڈنگ پاس کے لیے پہلے پاسپورٹ دکھایا۔ ہم ایک قطار میں لگے تھے۔

"کتنے پرسن ہیں؟"

"پانچ بندے اور ایک سیب۔" تایا ابو نے کہا۔ ایک بار پھر ہم نے ہنس کر دنیا کو دکھایا۔ یہ سیبوں نے جتنا خوار کیا تھا، وہاں جا کر اتنا ہی کام آئے تھے۔ اصل میں اٹھا اٹھا کر ہی انسان تھک جاتا ہے۔ جہاں بھی کھڑے ہو سیب صاحب کو اٹھانا لازمی ہے۔ سیدھے کھڑے ہی نہیں ہوتے تھے۔ بورڈنگ کے دوران بھی لائن میں لگے اور سیبوں کا بوجھ میری انگلیاں برداشت کر رہی تھیں۔ پتا نہیں ایک دو گالیاں بھی دے ہی رہی ہوں گی۔ ہم نے اسے سامان میں نہیں رکھا کہ ایویں خراب نہ ہو جائیں یا کوئی اور ایشو نہ بن جائے۔

بورڈنگ پاس لے کر ہم اندر چلے گئے۔ وہاں سامنے تھوڑا سا رن وے اور اکا دکا جہاز نظر آ رہے تھے۔ ایک ایئر بلو کا جہاز دبئی جانے کے لیے تیار تھا۔ اس کی بورڈنگ شروع ہو چکی تھی۔ ہماری فلائٹ میں ابھی تین گھنٹے تھے تو وقت گزارنے کے لیے ہم اس جہاز کی بورڈنگ دیکھنے لگے۔ اور کرنے کو کچھ تھا نہیں۔ اللہ اللہ کر کے جہاز پرواز کے لیے تیار ہوا۔ پہلے پیچھے گیا اور پھر آگے۔ ہم نے تھوڑی ویڈیو بھی بنائی۔ خیر تھوڑا سا ہی نظر آیا۔ سامنے رن وے تھا تو ہم نے اندازہ لگایا کہ سامنے سے ہی جائے گا۔ آگے سے ٹرن لے کر ادھر ہی آئے تو ہم فوراً کیمرہ کھول لیں گے اور ویڈیو بن جائے گی۔ پچیس گھنٹے (محاورتاً) انتظار کرنے کے بعد جہاز صاحب آئے اور شوٹر ہی چلے گئے۔ کیمرہ کھل بھی نہیں سکتا تھا اتنی دیر میں۔ ہمیں پتا نہیں تھا کہ وہ واپس آئے گا تو رفتار اتنی تیز ہو گی۔

بوریت شروع......

نمازیں پڑھیں اور پھر میں تو وہیں بینچ پہ لیٹ گیا۔ سامنے پلگ پہ میں اپنا فون چارج پہ لگا دیا اور احرام والا بیگ میں نے سر کے نیچے رکھ لیا۔

فلائٹ ہمیشہ کی طرح تاخیر سے جائے گی۔یعنی وقت پہ تو کوئی کام کرنا ہی نہیں ہے ناں۔ بھئی ہمیں ہو رہا ہے کہ ہم جلد سے جلد اب وہاں پہنچ جائیں مگر مجال ہے جو punctuality نام کا کیڑا پایا جائے۔ سوا پانچ بجے فلائٹ تھی جو دیر کرتے کرتے خیر سے سات بجے چلی۔اس دوران مغرب بھی ہو گئی۔احرام ہم نے مغرب سے کچھ دیر پہلے ہی باندھ لیے تھے۔اچھا میں بتاتا ہوں ایک جگہ ایئرپورٹ پہ ہی ہے۔ مغرب کی اذان ہوئی تو ہمیں لالچ ہوا کہ نماز پڑھ کے ہی چلیں گے۔کم از کم حرم جا کر ہمیں نمازوں کی فکر تو نہیں ہو گی ناں اور پتا نہیں حرم ہم کس وقت پہنچیں گے اسی لیے بہتر ہے کہ نمازیں پڑھی گئی ہوں۔جہاز ویسے ہمارے سامنے آ گیا تھا اور میں نے دیکھا تھا کہ ایک بندہ فرنٹ شیشہ صاف کر رہا ہے۔میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا یہ کہ جہاز کا ہی شیشہ اندر سے کھولا اور اندر سے ہی باہر ہاتھ نکال کر شیشہ صاف ہو رہا ہے۔خیر نماز کے لیے وضو تو پہلے سے ہی تھا کیونکہ ہم نے احرام باندھ لیا تھا۔مسجد اتنی چھوٹی تھی کہ ہمارے سمیت اور بہت سے لوگ مسجد کے باہر ہی کھڑے تھے۔میں سے دو بار جا کر دیکھا مگر جگہ نہ ملی۔اوپر سے بورڈنگ شروع ہونے لگی تھی۔عملہ بھی آ گیا تھا۔ابو مجھے کہتے آؤ اوپر جا کر دیکھتے ہیں کہ کیا ہے؟

"اوپر کیفے ہے اور کچھ نہیں۔"میں نے کہا۔

"دیکھتے ہیں شاید وہاں کوئی نماز کی جگہ ہو؟"ان کا جواب سن کر میں حیران ہوا کہ اوپر کیفے میں کون سی ایسی جگہ ہو گی جہاں نماز پڑھی جا سکے؟خیر ہم اوپر چلے گئے اور سیڑھیوں سے بائیں طرف ایک لمبی راہداری تھی۔وہاں شاید وی آئی پی ٹائپ لوگوں کا لاؤنج تھا۔ہم چلتے رہے اور آخر پہ جا کر ہم نے دیکھا کہ وہاں ایک طرف دو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔میں اتنا حیران ہوا کہ اللہ نے کیسے نماز کے لیے ہمیں موقع دیا اور ہمیں اوپر بلایا۔ہم نے نماز پڑھ لی۔یہ اللہ کی توفیق ہی تھی کہ ہم نے مغرب اور عشاء دونوں ادا کر لی تھیں۔بس اللہ انسان کی لگن دیکھتا ہے کہ کون اس کے لیے کتنی جدوجہد کرتا ہے؟جسے نماز کی فکر ہو تو اللہ

اس سے نماز ادا کروا ہی لیتا ہے۔ ورنہ میں نے نیچے کسی سے سنا تھا کہ اوپر جانا فضول ہے۔ آپ بس ٹائم ہی ضائع کر رہے ہیں۔ بس شکر ہے اللہ کا کہ ہم نے نمازیں پڑھ لی تھیں۔ ہم بے فکر تھے۔

وہ چھ تیس والی پرواز بھی خیر سے سات بجے ہی ہلی تھی۔ میرا استادل تھا کہ صبح کی فلائٹ ہوتی تو میں آسمان کے اچھے اچھے مناظر اپنے فون میں قید کر لیتا۔ میں نے کھڑکی والی نشست کے لیے اللہ سے بڑی دعا کی تھی اور اللہ نے میری دعا سن لی۔ امی کو وہ سیٹ ملی تھی مگر انہوں نے مجھے دے دی۔ میری تو جیسے عید ہی ہو گئی۔ رات تھی بے شک مگر مجھے ونڈو سیٹ ملنے کی خوشی ہی بہت تھی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اللہ نے مجھے وہاں رات میں بھی کیا کیا دکھانا تھا۔

جہاز چل پڑا۔ اب جو بندہ پہلی بار جہاز میں بیٹھے تو اسے ایک گھبراہٹ سی تو ہوتی ہی ہے۔ اس گھبراہٹ کو ایک ہزار سے ضرب دینے کے لیے عملہ آپ کو ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے کہ اگر آپ گھبراہٹ پہ قابو پا بھی لیں تو بھی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ عملہ بھی ایک لحاظ سے ٹھیک ہی کرتا ہے، میں انہیں غلط نہیں کہتا لیکن......اچھا ٹھیک ہے۔ مجھے باتیں سن کر گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ دوسرا جہاز کا پَر میری کھڑکی کے عین سامنے تھا۔ میں نے ایک نظر باہر دیکھا تو پَر کا ایک حصہ اوپر ہوا اور پھر دوسرا بھی۔ مجھے اس بارے میں علم نہیں تھا کہ جہاز کے پَروں کے سیکشن بنے ہوتے ہیں۔

''اسلام علیکم۔ پی آئی اے کی پرواز میں آپ کو خوش آمدید (یہ کال پچاس پیسے علاوہ ٹیکس کے حساب سے چارج کی جا رہی ہے۔ مذاق اونلی)۔ پرواز روانگی کے لیے تیار ہے۔ پرواز کے دوران کسی بھی قسم کی خرابی کے لیے تیار رہیں۔ یہ باتیں آپ کی معلومات کے لیے بتائی جا رہی ہیں چاہے آپ اس سے پہلے بارہا جہازی سفر کر چکے ہیں۔ جب کبھی ہوا کا دباؤ کم ہو تو آپ کی نشست کے سامنے خود ساختہ طور پر آکسیجن ماسک آ جائیں گے۔ آپ نے ماسک کو اچھی طرح سے اپنے منہ پہ لگا لینا ہے۔ ہنگامی صورتحال میں کسی کی مدد کرنے کے لیے پہلے اپنے ماسک کو ٹھیک سے لگائیں۔ ہنگامی صورتحال میں جہاز سے نکلنے کے لیے چار راستے

موجود ہیں۔ دو جہاز کی اگلی طرف اور دو جہاز کی پچھلی طرف۔ سمندر پہ اترنے کی صورت پہ آپ لائف جیکٹ کا استعمال کر سکتے ہیں جو کہ آپ کی نشست کے نیچے ہے۔ براہِ مہربانی ہنگامی صورتحال کے علاوہ لائف جیکٹ کو مت نکالیں۔ اپنی کرسی کی پیٹی کو صحیح سے کس لیں۔ بیلٹ کے ایک سرے کو دوسرے میں اڑسیں۔ آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ اپنی کرسی کی پیٹی اس وقت تک نہ کھولیں جب تک ہنگامی بتیاں بجھا نہ دی جائیں، شکریہ۔ زمینی عملے سے گزارش ہے کہ وہ جہاز سے باہر تشریف لے جائیں شکریہ۔ پرواز روانگی کے لیے تیار ہے۔ ہماری پرواز ۹۰۰ کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑے گی اور ہم چار گھنٹے اور پچاس منٹ کی پرواز کے بعد جدہ کے ہوائی اڈے پہ لینڈ کریں گے شکریہ۔"

بھئی آپ کا شکریہ یہ باتیں ختم کرنے کا۔ اوپر سے سیٹ کے سامنے ایک پمفلٹ ہوتا ہے جس میں یہ سب باتیں تصویر میں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ باجی مجھے کہتیں کہ نہ دیکھنا ایویں......آہو۔ ہتی نہ پے جائیں ساڈھے (ہاتھوں میں نہ پڑ جانا ہمارے) نئے بندے کو تو ویسے ہی اتنا ڈر لگتا ہے۔

عملہ یہ باتیں انگریزی میں بھی دوہراتا ہے۔ دیکھیں مجھے زبانی یاد ہو گیا ہے پر یہ مکمل نہیں ہے۔ پھر جہاز بھائی ہلنا شروع کرتے ہیں۔ تھوڑا سا رینگ رینگ کر جب وہ صحیح سے رن وے پہ آیا تو ایک دم سے جو رفتار پکڑی اس نے کہ میں تو حیران رہ گیا۔ موڑ مڑتے ہوئے میں نے سامنے رن وے دیکھا تھا۔ چھوٹی چھوٹی بتیاں اتنی پیاری لگ رہی تھیں کہ کیا بتاؤں۔ پیچھے ایئرپورٹ کی عمارت بھی نظر آرہی تھی۔ جہاز کی رفتار دیکھ کر میں نے تو آیۃ الکرسی شروع کر دی۔ ڈر بھی لگ رہا تھا اور ایک ایڈونچر بھی ملا تھا۔ تیز چلتے چلتے ایک دم جہاز اوپر کو اٹھا اور مجھے نیچے صرف روشنیاں نظر آئیں۔ پتا نہیں کیوں میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں آیۃ الکرسی پڑھتا جا رہا تھا اور آنسو رک نہیں رہے تھے۔ جہاز کا منہ پہلے سامنے کی طرف تھا اور پھر وہ اپنی حدود میں جا کر سیدھا ہو گیا۔ میں نے پَروں سے یہ سارے اندازے لگا لیے تھے۔ یقین کریں کہ جہاز کے اوپر چڑھنے کا ذرا بھی پتا نہیں چلا۔ ایک اور بات یہ ہے کہ اگر آپ کو جہاز کے درمیانی حصے میں جگہ ملتی

ہے تو ٹیک آف اور لینڈ نگ کے دوران کوئی گھبراہٹ یا متلی کی کیفیت نہیں ہوتی۔ شکر ہے سب ٹھیک تھا۔ پھر جہاز نے ایک موڑ لیا اور اس کا پَر...... تو یہ وہ بالکل نیچے ہو گیا کہ مجھے نیچے کا سارا شہر ہی دکھائی دے رہا تھا۔ روشنیاں ہی روشنیاں...... میں نے ہنس کر کہا کہ دیکھیں گوجرانوالہ آ گیا ہے۔ ایسے کچھ کرتب کرنے کے بعد جہاز بالکل سیدھا ہو گیا اور اب ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم بالکل سیدھی سڑک پہ چل رہے ہیں۔ صحیح بات ہے اگر آپ کھڑکی سے باہر نہ دیکھیں تو ذرا نہیں لگتا کہ آپ آسمان میں ہیں۔ ایسا لگتا ہے سڑک اتنی اچھی ہے کہ جہاز میں ہل جل ہی نہیں ہوتی پر ہمیشہ نہیں۔

میں نے کیمرہ کھول لیا اور نیچے جو کچھ بھی مجھے نظر آ رہا تھا میں نے اس کی تصویریں بنا لیں۔ عجیب و غریب نظارے۔ سڑکیں صرف واضح تھیں باقی کچھ بھی نہیں فقط روشنیاں۔ اللہ کی طرف سے اس دن آسمان اتنا صاف تھا کہ ایک بھی بادل نظر نہیں آیا۔ سارا راستہ میں نے کھڑکی کے آگے منظر غیر واضح ہوتے نہیں دیکھا۔ میں نے تو ایک منٹ کے لیے بھی گردن کھڑکی سے پیچھے نہیں کی۔ ہاں بس کھانا کھاتے ہوئے۔ میں نے میپ میں دیکھا کہ ہم پاکستان سے باہر آ گئے ہیں۔ اب نیچے سمندر تھا۔ جہاز کی لائٹیں بند ہو چکی تھیں۔ سب ہی سو چکے تھے مگر میں نیچے نظر آنے والی مختلف زاویوں میں سجی روشنیوں کو کیمرے کی آنکھ میں قید کر رہا تھا۔ اللہ جھوٹ نہ بلائے، آسمان پہ ایک بادل نہیں تھا۔ میں نے راستے میں نو جہاز دیکھے تھے۔ بڑا ہی مزا آیا تھا سفر کا۔ اور ایک ستارہ میں نے دیکھا کہ وہ چمکتا ہی جا رہا ہے پر ایک لمحے کے لیے اس پہ لال روشنی بھی چمکتی ہے۔ اب پتا نہیں وہ کیا تھا؟ چھوٹا موٹا سیٹلائٹ تو نہیں؟ مجھے بالکل اندازہ نہیں۔ میرے خیال میں وہ تو بہت زیادہ بلندی پہ ہوتے ہیں۔ پھر پتا نہیں وہ کیا تھا۔ واللہ عالم۔ میں نے نیچے بحری جہاز تک چلتے دیکھا۔ کچھ چھوٹی کشتیاں بھی۔ ظاہر ہے اندازے سے ہی سمجھ آیا۔ شاید ہم بہت ایکسٹریم بلندی پہ نہیں تھے۔ ہمارا طیارہ بڑا تھا شاید اس لیے۔ چالیس کلو فی بندہ وزن کی اجازت تھی کم و بیش تین چار سو کے

درمیان سیٹیں تھیں۔ویسے جہاز کا ہی حوصلہ ہے اتنا بوجھ برداشت کرتا ہے۔راستے میں ایک دو جگہ جب ہوا کا پریشر تیز ہوا تو جہاز کھڑ کھڑ کر کے ہلا۔

''لگتا ہے سڑک خراب ہے۔'' میں نے کہا۔وہ ایسے ہی لگ رہا تھا جیسے کوئی کھڈا آ گیا ہو اور گاڑی ہلنے لگ جائے۔زیادہ بار ایسے نہیں ہوتا۔

میں کچھ زیادہ ہی لکھ رہا ہوں شاید، پر، میں چاہتا ہوں کہ اپنا ایک ایک احساس، ایک ایک یاد یہاں لکھ دوں۔

لینڈنگ سے کچھ دیر پہلے اعلان کر دیا گیا اور کرسی کی پیٹی کسنے کا حکم صادر فرما دیا۔میں نے نیچے دیکھا تو مجھے شہر نظر آنے لگا۔روشنیاں ہی روشنیاں تھیں اور پھر میں نے جہاز کے پَر کو بالکل نیچے ہوتے دیکھا۔جب وہ نیچے ہوا تو جو پَر کی وجہ سے منظر بلاک تھا وہ بھی نظر آنے لگا اور میں حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا۔پھر آہستہ آہستہ جہاز نیچے ہوتا گیا۔شہر قریب آتا گیا۔میں نے کیمرہ کھول کر روشنیاں محفوظ کر لیں اور پھر جب مجھے بالکل نیچے سب صاف نظر آنے لگا تو میں نے ویڈیو بنائی اور ساتھ ساتھ بولتا گیا کہ ہم لینڈنگ کرنے لگے ہیں فلانا فلانا۔مجھے سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا اور پھر ایک دم ہی رن وے آ گیا اور ہمارا جہاز ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ آسمان سے زمین پہ چلنے لگا۔میں تو قدرت کے اس کرشمے کو دیکھ کر لاجواب سا ہو گیا ہوں۔کل میں نے یوٹیوب پہ ویڈیو دیکھی کہ جہاز کیسے اڑتا ہے اور اس میں ساری معلومات تھی۔میں بڑاا حیران ہوا۔مجھے تو یہی لگتا تھا کہ اس کا اینجن ہی اسے اوپر لے کر جاتا ہے مگر نہیں۔یہ اس کے پَر ہوتے ہیں جن کے کھلنے اور بند ہونے سے ہوا کا دباؤ کم زیادہ ہوتا ہے اور جہاز اڑ جاتا ہے۔سبحان اللّٰہ۔

خیر سے جدّہ کا ہوائی اڈا آ گیا۔پورے جہاز میں لوگ تلبیہ پڑھنے لگے۔تقریباً سب نے ہی احرام باندھے تھے۔جب سیڑھیاں وغیرہ لگ گئیں تو جہاز کے دروازے کھل گئے۔ایک ایک کر کے سب باہر جانے لگے۔مجھے سمجھ نہیں آتا کہ لوگ ۱۰ گھنٹے پہلے کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں جب عملے نے دروازہ ہی

نہیں کھولنا تو آپ باہر کیسے جائیں گے ؟ اتنی دیر فضول کھڑے ہونے سے اچھا بندہ آرام سے بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرے کیونکہ انہوں نے ایک ہی بس میں سب کو لے کر جانا ہوتا ہے۔ اللہ عاقل ہے۔

جدّہ ایئرپورٹ پہ یہ سین ہے کہ آپ ڈائیرکٹ ایئرپورٹ کی عمارت کے ساتھ جا کر نہیں رکتے اور وہ راہداری والا کوئی سین نہیں ہوتا۔ وہاں سیڑھیوں سے اتر کر نیچے جانا ہے اور پھر آگے جا کر بسوں میں ائیرپورٹ تک۔ باجی نے بتایا کہ جب وہ چائینہ گئی تھیں تو ایسے ہی ہوا تھا۔ اس وقت بڑی پیاری ہوا چل رہی تھی مگر...... جہاز سے باہر تو توبہ اتنی گرمی، اتنی گرمی کہ کیا بتاؤں۔ ایسے جیسے رات میں بھی سورج نکلا ہوا ہو۔ سیک...... سمجھتے ہیں؟

خدوخال 1 جدّہ اترنے سے چند ساعتیں قبل

میں نے اور باجی نے کیمرے کھول لیے اور ویڈیو بنالی۔ پیچھے سے آواز آئی کیمرہ بند کریں، کیمرہ بند کریں۔اسی ٹیٹھ ساں (ہم ڈھیٹ تھے) ہم نے ویڈیو بنا ہی لی۔

''بولی جاؤ۔'' میں نے اور باجی نے کہا اور ہم ہنسنے لگے۔

بس سے ایئرپورٹ تک گئے اور پھر آگے ساری چیکنگ ویکنگ ہو کر ہم لوگ سامان لینے رک گئے۔ اب دیکھیں، چیکنگ کرنا ان کا فرض ہے۔جدّہ ائیرپورٹ کے بارے میں پاپا بتا رہے تھے کہ یہ دنیا کے مصروف ترین ائیرپورٹس میں سے ایک ہے اور واقعی ایسا ہی ہے۔میں نے خود دیکھا ہے۔اب دنیا جہاں سے وہاں لوگ آتے ہیں تو ظاہر ہے ان کی سیکیورٹی زیادہ ہی ہوگی۔ہمارے پیچھے ایک آدمی بولی جا رہا تھا کہ یہ کیا طریقہ ہے؟ یہ چیکنگ کیوں کر رہے ہیں اور جلدی کرو۔ہم نے جانا ہے۔اللہ معافی۔لوگوں کی عقل پتا نہیں کہاں ہے؟ سوچیں اگر وہ اتنی چیکنگ نہ کریں تو مسئلے نہ بڑھ جائیں؟ مجھے تو ان کی مینجمنٹ دیکھ کر رشک آ رہا تھا کہ اللہ کرے ہمارے ادارے بھی اتنے ہی چاک و چوبند ہو جائیں، آمین۔

سامان مل گیا تھا اور ہم ائیرپورٹ سے باہر آ گئے۔

''یلا یلا حاجی۔'' ایک عربی بول رہا تھا اور ہم سب کو بتا رہا تھا کہ بسیں اس طرف ہیں۔

''بس ایس طرف۔'' ٹوٹی پھوٹی اردو سن کر بڑا مزا آیا۔

ہم نے پوچھا sim کہاں سے ملے گی تو اس نے بتایا اندر ہی ایک بندہ ہے۔میں اور تایا ابو واپس اندر گئے واپس اور سم خریدی۔توبہ اتنی مہنگی سم۔سو ریال کی سم لی جس میں پیکج وغیرہ سب تھا۔ہمارے لحاظ سے تو مہنگی ہی تھی۔اب اسے اردو نہ آئے اور ہمیں عربی۔جو ٹوٹی پھوٹی اردو اور انگریزی مکس کر کے ہم دونوں نے آپس میں بات کی۔میں ہنسی جاؤں بار بار۔

''خلاص خلاص۔''

بس مل گئی اور پھر چل پڑی۔ اب ائیر پورٹ سے نکلتے نکلتے ہی ہمیں دس بارہ منٹ تو باآسانی لگ ہی گئے ہوں۔ یقین کریں اس دوران میں نے آٹھ نو جہازوں کو ائیر پورٹ کی طرف آتے دیکھا اور اتنے ہی تقریباً اڑ گئے تھے۔ میں حیران رہ گیا کہ پاپا کی بات بالکل ٹھیک تھی۔

سفر کی تھکاوٹ مجھ پہ غالب آئی اور میں سو گیا۔ میرے ساتھ ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ اس کا نام بھی عبداللہ تھا۔

راستے میں کیا ہوا مجھے یاد نہیں۔

☆☆☆☆☆

المکہ المکرمہ.......

"ہوٹل واؤچر دکھائیں بس۔" بس میں کوئی آدمی بول رہا تھا۔ میری نیند کھل گئی۔ میں نے شیشے سے باہر دیکھا تو سامنے دکانیں تھیں اور ہوٹلز تھے۔ میں نے سر اٹھا کر ہوٹل کی بلندی دیکھنا چاہی تو اچانک...... اللہ اکبر...... میری نگاہ مکہ ٹاور کے چاند پہ پڑی۔ میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ میں نے باجی کو بتایا کہ دیکھیں مکہ ٹاور آگیا ہے۔

تایا ابو بس سے اتر چکے تھے۔ میں بھی ان کے پیچھے گیا اور...... بس سے اترتے ساتھ ہی جب میں نے مکہ میں پہلا سانس لیا تو اس سانس میں کیا تازگی تھی۔ کیا اطمینان تھا وہاں کی ہواؤں کا۔ کیا سکون تھا وہاں کی فضا میں...... بیان سے باہر ہے وہ سکون۔ میں بس سکون لفظ ہی لکھ سکتا ہوں۔ ادھر کی ہوا میں ایک خوشبو بھی رچی بسی ہے۔ وہ خوشبو میں نے پہلے کبھی محسوس ہی نہیں کی تھی۔

"بیس سال بعد میں دوبارہ مکہ آیا ہوں اور یہ ہوائیں محسوس کی ہیں۔" تایا ابو نے بتایا۔ میں سڑکوں کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ حرم کے مینار پہ پڑی۔ واللہ...... وہ مینار...... وہ مینار دیکھ کر میرے اندر جو جوش جاگا تھا میں وہ ابھی بھی محسوس کر رہا ہوں۔ یہ لکھتے ہوئے میری آنکھیں نم ہیں۔ آج مجھے وہاں سے

آئے ایک ہفتہ ہو گیا ہے اور اس مینار کو دیکھ کر خوشی محسوس کیے تین ہفتے ایک اور دن۔اللہ بار بار وہاں بلائے۔

میں نے بس میں آ کر امی باجی کو بتایا کہ سامنے حرم کا مینار نظر آ رہا ہے تو وہ دونوں بھی آگے ہو کر دیکھنے لگیں۔خوشی سب کو ہی ہو رہی تھی مگر میں تو صرف اپنی ہی بیان کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔ صرف کوشش......

وہ ابراہیم خلیل روڈ تھا۔ہمارا ہوٹل اس کے ساتھ ہی حجرۃ روڈ پر تھا۔بس نے ہمیں ہوٹل کے دروازے پہ اتارا تھا۔ہمارے ہوٹل کا نام ایمن الھجرۃ تھا۔تایا ابو کی بیٹی کا نام ایمن ہے۔ایمن نے ہمارا پیچھا ادھر بھی نہیں چھوڑا تھا۔یہ جانے سے پہلے ہم نے کمنٹ پاس کیا تھا۔

ہوٹل کی تیرھویں منزل پہ ہمیں کمرہ ملا تھا۔اس کے اوپر چھت ہی تھی۔کمرے میں داخل ہو تو دروازے کے آگے ایک قدم پہ کمرہ شروع ہو جاتا تھا۔اس ایک قدم کے دائیں طرف ایک الماری تھی دروازے کے برابر بیت الخلاء تھا۔کمرے میں پانچ پلنگ تھے۔ویسے تھے وہ بہت چھوٹے۔ گرنے کا ڈر ہوتا تھا لیکن ٹھیک تھے۔اوور آل ہوٹل بہت اچھا تھا۔سب کچھ تھا وہاں پہ۔نِکی (چھوٹی) سی فریج بھی تھی۔

سامان رکھ کر ہم سب حرم کی طرف چلنے لگے۔تایا ابو نے کہا کہ تلبیہ شروع کر دو۔امی کی وجہ سے ہم سب آہستہ آہستہ ہی چل رہے تھے۔اصل میں......مکہ ٹاور کو دیکھ کر بھی اتنا سکون سا ملتا ہے۔اتنی خوشی ہوتی ہے کہ ہم حرم کے بالکل قریب ہیں۔ہمارا ہوٹل مکہ ٹاور کے پچھلے حصے میں تھا۔ہوٹل سے ٹاور آسانی نے نظر آتا تھا۔تلبیہ پڑھتے پڑھتے ہم حرم کی طرف جا رہے تھے۔ہمیں بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہاں سب کیسا ہو گا۔پہلے تو خیر سے سارے راستے ہی بند تھے جو قریب پڑتے تھے۔اس وقت ہمیں یہ نہیں پتا تھا کہ یہ راستہ ہے اور قریب بھی پڑتا ہے۔بہت زیادہ چل کر ہم حرم کی طرف آخر کار پہنچ ہی گئے۔آدھا عمرہ تو ادھر ہی ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

خدوخال 2 مکہ ٹاور کو پہلی بار دیکھنا

اللہ کا حرم......

وہ اللہ کا حرم ہے جہاں بیت اللہ ہے

وہ اللہ کا حرم ہے جہاں ہمارا قبلہ ہے

وہ اللہ کا حرم ہے جہاں دنیا کا پہلا گھر ہے

وہ اللہ کا حرم ہے جو اپنی مثال آپ ہے

وہ اللہ کا حرم ہے جہاں رحمت ہے

وہ اللہ کا حرم ہے جہاں برکت ہے

وہ اللہ کا حرم ہے جہاں سکون ہے

وہ اللہ کا حرم ہے جو سب سے بڑا ہے

اللہ اکبر کبیرہ......

سفید پتھر شروع ہو چکا تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ میں نے پہلی بار دیکھے تھے۔ کوئی اندر سے آ رہا تھا تو کوئی باہر سے اندر کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں دیکھو وہاں انسان ہی تھے اور رحمتیں...... عجب سی خوشبو نے ناک میں بسیرہ کر لیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہم صدیوں سے ادھر ہی رہ رہے ہیں کیونکہ وہ جگہ نئی ہونے کے بعد بھی اتنی اپنی اپنی سی تھی کہ کیا لکھوں؟

سامنے باب ملک فہد(King Fahad Gate) تھا۔ ہمیں بتایا تھا کہ باب فہد سے ہی احرام والوں کو اندر جانے دیتے ہیں تو اگر آپ حرم کے کسی بھی کونے میں رہتے ہیں آپ کو بابِ فہد سے ہی اندر آنا ہوگا۔ پتا نہیں یہ بات کتنی سچ ہے کیونکہ ہمیں تو بابِ فہد ہی قریب پڑتا تھا تو ہمیں نہیں پتا کہ کسی دوسرے دروازے سے احرام والوں کو اندر جانے دیا جاتا ہے یا نہیں؟

بابِ فہد......

تایا ابو بتا رہے تھے کہ بادشاہ فہد نے حرم کی تعمیر میں سب سے زیادہ کام کیا ہے اور بابِ فہد حرم کا وہ پہلا دروازہ تھا جہاں اے سی لگے تھے۔ باب فہد کو دیکھ کر دل کی دھڑکن مزید تیز ہوتی ہے کہ یہ ایک دروازہ پار کر لیا تو ہم بیت اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔

خدوخال 3 بابِ فہد کی پہلی تصویر

سفید پتھر شروع ہوتے ہی ایسا لگتا ہے جیسے مسجد کا حصہ شروع ہو گیا ہے۔ دیکھا جائے تو یہ حرم کی حدود ہی میں ہے۔ یہاں وقفے وقفے سے پنکھے لگے ہیں جن میں سے پانی، پھوار کی صورت نکلتا ہے اور گرمی کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔ بابِ فہد کے سامنے شرکتہ مکہ ہوٹل ہے۔اس ہوٹل کا آرکی ٹیکچر بہت کمال ہے۔ پیچھے سے اس کی عمارت گول ہے اور آگے سے دیکھا جائے تو دائیں بائیں بنی دو عمارتیں پیچھے جا کر مل

جاتی ہیں۔ یہ عمارت بہت بلند ہے۔ دائیں بائیں والی عمارتوں کے درمیان ایک فوارہ ہے جس کے دائیں بائیں سیڑھیاں ہیں۔ یہ سیڑھیاں شاید تین منزلہ ہیں۔ فوارے کے عین پیچھے وہ حصہ ہے جہاں دونوں عمارتیں جاملتی ہیں۔اوپر ایک چھوٹی سی گھڑی بھی لگائی ہے مگر مکہ ٹاور کی بلند و بالا عمارت کے اوپر لگی گھڑی کو ہی سب دیکھتے ہیں۔افسوس کے اتنی بار وہاں جانے کا سوچ کر بھی میں وہاں نہ جاسکا۔

خدوخال 4 شرکتہ مکہ ہوٹل

باب فہد کادروازہ نمبر ۷۹ ہے۔اس کے تین دروازے ہیں۔پہلے اور تیسرے دروازوں کے اوپر دو بلند مینار ہیں جن کے اوپر چھوٹے چھوٹے چاند لگے ہیں۔اچھا اب آگے بڑھتے ہیں تو دل بے قابو ہو جاتا ہے۔دروازے سے چند میٹر پہلے ایک چیک پوائینٹ آتا ہے جہاں ایک شُرطہ ڈیوٹی پہ کھڑا ہوتا ہے اور اس کا کام ہے کہ جو انسان بغیر احرام کے ہو اسے اندر نہیں جانے دینا۔ میں حیران ہوں کہ ایک بندہ ہے جو نگرانی

کر رہا ہے اور لاکھوں بندے ہیں جو اندر جانا چاہتے ہیں پر اس ایک بندے کی نظر سے کوئی ایک بندہ بھی نہیں چوکتا جو بغیر احرام کے اندر چلا جائے۔ ماشاءاللہ۔

"یلا نمازی ایدھر۔" ٹھوٹی پھوٹی اردو میں وہ یہ کہتا ہے کہ نمازی یہاں سے اندر نہ جائیں اور دوسرے دروازوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ عورتوں کو یہاں آرام ہے کہ ان کا احرام ان کا برقہ ہی ہوتا ہے تو وہ بغیر کسی حجت کے اندر جاسکتی ہیں۔ مرد کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ باب فہد سے اندر چلا جائے بشر طیکہ وہ احرام کی حالت میں نہ ہو۔

شر طہ بھائی والے چیک پوائنٹ سے گزر کر آپ باب فہد کے اور قریب ہو جاتے ہیں اور اے سی کی یخ ٹھنڈی ہوا آپ سے ٹکرانے لگتی ہے۔ گرمی کے باعث اس ہوا سے سکون کا احساس ہی ہوتا ہے ویسے۔

تصور کی آنکھ......

بابِ فہد پہ جوتیاں اتار کر اندر داخل ہو جائیں۔

جوتیاں اپنے شولڈر بیگ میں رکھیں تا کہ گم نہ ہو جائیں۔

اپنی نظریں نیچے ہی رکھیں اور چلتے رہیں۔

مسجد بعد میں دیکھ لینا۔

چلتے جائیں......چلتے جائیں

عین ٹکر سے پہلے ہی دائیں طرف مڑ جائیں۔

سامنے سیڑھیاں ہوں گی۔

وہ آپ کو نیچے لے جائیں گی۔

نیچے پہلے برآمدہ آئے گا۔

آپ اسے عبور کرلیں۔

نظریں نیچے رکھیں۔

چلتے رہیں۔

سامنے......سامنے اللہ کا گھر ہو گا۔

سامنے اللہ کا گھر ہے۔

نظریں اٹھالیں......

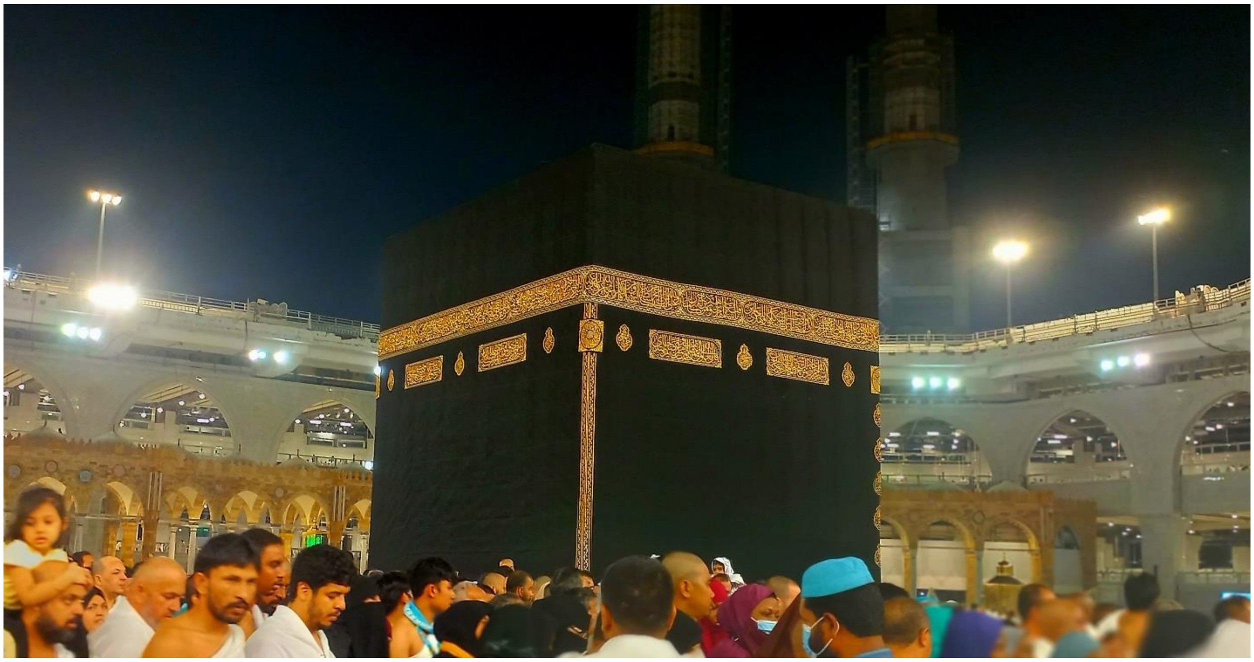

خدوخال 5 بیت اللہ میری نگاہوں کے سامنے

بیت اللہ کو اپنی آنکھوں میں بسالیں۔بیت اللہ کو اپنی نظروں میں اتار لیں۔بیت اللہ کو دیکھ لیں کہ اس سے پہلے آپ نے ایسا گھر نہ دیکھا ہو گا۔بیت اللہ پہ نظریں جمالیں کہ اس سے پہلے آپ نے اس گھر کو براہِ راست نہ دیکھا ہو گا۔بیت اللہ کو دل میں بسالیں کہ آپ نے اس منظر کو پہلے نہ دیکھا ہو گا۔بیت اللہ......بیت اللہ......

"اللھمہ زِد ھٰذاالبیت َتشریفاًو تکریماًو تعظیماً"

میرے ساتھ یہ ہوا کہ مجھے لگتا تھا کہ مطاف دو منزلہ نیچے ہے مگر وہ ایک منزلہ ہی تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ بیت اللہ اتنا بڑا ہے کہ وہ باب فہد کے اندر جاتے ہی نظر آجائے گا۔ مجھے ناں، بیت اللہ کا غلاف نظر آگیا۔ جیسے ہی وہ مجھے نظر آیا میں نے نظریں جھکا لیں اور باجی امی کو بھی بتادیا کہ سامنے نہ دیکھنا ابھی کیونکہ کعبہ نظر آرہا ہے۔ باجی اور امی نے تو نہیں دیکھا پر......اچھا کوئی بات نہیں۔

مطاف کی طرف جاتی سیڑھیوں سے ہم نیچے اترے تو سامنے بیت اللہ تھا۔ اللہ اکبر...... کیا منظر تھا وہ؟ بیت اللہ میری آنکھوں کے سامنے؟ مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔ میری آنکھیں حیرت کے باعث نم نہ ہو سکیں۔ یعنی مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ میں اتنا گنہگار انسان اللہ پاک کے گھر کے سامنے کھڑا ہوں؟ کیسے؟ کیا اللہ مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے؟ کیا اللہ کو میں اتنا پسند ہوں کہ اس نے میرے گنہگار ہونے کے باوجود مجھے اپنے گھر بلا لیا؟ کیا یہ اللہ کی مجھ سے محبت کا ثبوت ہے؟

ہاں......اللہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ اللہ میرے گناہ نہیں دیکھتا کیونکہ وہ میرے ایک بار استغفار پہ مجھے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ وہ اپنی رحمت دیکھتا ہے۔ وہ رحیم ہے۔ کریم ہے۔ اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ جسے چاہے اپنی رحمت سے مالا مال کر دے اور جسے چاہے اپنی رحمت سے بے دخل کر دے۔ اسی لیے اللہ سے ہمیشہ اس کی رحمت اور رحم مانگا کریں۔

”اے اللہ، تو میرے گناہوں سے درگزر فرما کیونکہ تیری رحمت بہت وسیع ہے۔ مجھے گناہوں سے باز رکھ اور میرے معاملات میں اپنی رحمت دکھا، میرے گناہ نہیں۔ آمین۔“

اپنی دعاؤں میں یہ ضرور کہا کریں۔ اللہ کو بتائیں کہ آپ کو اس کی رحمت پہ یقین ہے۔ ہم گناہوں سے خود کو روکیں اور اللہ سے اس کی رحمت کا سوال کریں۔

اصحابِ کہف نے جب غار میں پناہ لی تھی تو انہوں نے اللہ سے اپنی دعا میں کیا مانگا تھا؟

”اے ہمارے رب، ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہماری راہنمائی فرما۔“

یاد کریں۔

☆☆☆☆☆

طوافِ کعبہ......

”بے شک سب سے پہلا گھر

جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے

مقرر کیا گیا تھا وہی ہے

جو مکہ میں ہے،

بابرکت ہے اور

تمام جہانوں کے لیے

ہدایت کا ذریعہ ہے۔“ سورۃ آلِ عمران: ۹۶

آپ مطاف میں ہیں۔ سامنے اللہ کا گھر ہے۔ آپ احرام کی حالت میں ہیں۔ آپ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں۔ طواف وہ عبادت ہے جو دنیا میں سوائے حرمِ پاک کے اور کہیں نہیں کی جا سکتی۔ آپ حجر اسود تک آتے ہیں۔ ہاتھ بلند کر کے ”بسم اللہِ، اللہ کبر“ کہتے ہیں اور چکر لگانا شروع کرتے ہیں۔ اس وقت آپ کی کیا حالت ہو گی؟ کیا آپ سوچ سکتے ہیں؟

اس وقت انسان کو اپنا آپ بھول جاتا ہے۔ وہ بس کعبہ کو ہی دیکھتا رہتا ہے۔ کعبہ کو دیکھ کر تو نظر نہیں بھرتی۔ اس وقت انسان کو اور کوئی بات یاد ہی نہیں ہوتی۔ نہ اپنا گھر نہ اپنے رشتے دار۔ وہ بھول جاتا ہے کہ وہ یہاں آنے کے لیے اپنے پیچھے ایک مکمل زندگی چھوڑ کر آیا ہے جہاں اسے واپس جانا ہے۔ وہ یہیں کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسے واپسی کی چاہ ہوتی ہی نہیں۔ وہ اپنے اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ اسے احساس ہوتا ہے کہ جس دین

پہ وہ جی رہا ہے وہ یہیں سے شروع ہوا ہے۔اس کا قبلہ یہی ہے۔وہ جس رب کی عبادت میں لگا رہتا ہے،اس رب کا گھر یہی ہے۔اس کے رب کا......اس کے اللہ کا......

طواف کے سات چکر ہیں جیسا کہ سب کو پتا ہے۔حجر اسود سے پہلا چکر شروع ہوتا ہے اور اسی پہ ختم۔سات چکروں میں کیا کرنا ہے؟

سات چکروں میں پہلے اپنے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے کہ اس نے آپ کو ضیف الرحمٰن بنایا ہے۔اس نے آپ کو اپنے گھر بلایا ہے۔یقین کریں کہ شکر ادا کرتے کرتے چکر ختم ہو جاتے ہیں پر زبان نہیں تھکتی۔ انسان خود کو اتنا خوش قسمت محسوس کرتا ہے کہ یار دیکھو،اللہ نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے۔مجھے اپنے گھر کی رونقیں دکھائی ہیں۔اپنے گھر کا طواف نصیب فرمایا ہے۔اپنا مہمان بنایا ہے۔یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں۔جس کو چاہ ہوتی وہ وہاں چلا جاتا ہے۔جس سے اللہ کو چاہ ہوتی ہے وہ اسے وہاں بلا لیتا ہے۔

طواف میں انسان اپنے اللہ سے باتیں کرے۔اللہ کا شکر کرے۔اللہ کو اپنے مسئلے بتائے اور ان کے حل ہونے کی درخواست کرے۔اور کوشش یہ کرنی چاہئے کہ نظریں کعبہ پہ ہی ہوں۔عقیدت سے بھری نظریں۔امید اور یقین سے بھری نظریں۔محبت اور عاجزی سے بھری نظریں۔جو دعا کعبہ کو دیکھ کر مانگی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے بشرطیکہ وہ جائز ہو۔

اور جو سب سے پہلی نظر کعبہ پہ پڑتی ہے تب بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

"اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔" عربی میں لکھنے سے اعراب کا مسئلہ آ رہا تھا تو اردو میں بتا دیا۔ سمجھ گئے ہوں گے یہ کون سی دعا ہے۔دوسرے سپارے میں ہے۔

پہلے مجھے تھا کہ میں پہلی دعا یہ کروں گا کہ اللہ میری ہر دعا قبول فرمائے مگر اللہ نے میرے دل میں یہ دعا ڈال دی اور میں نے یہ پڑھ لی۔اس کا تدبر کیا تو مجھے احساس ہوا کہ یہ دعا بہت جامع ہے۔اس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کی درخواست ہے۔اللہ نے انسان کو دنیا مانگنے کا بھی کہا ہے تبھی اس آیت میں پہلے دنیا کا ذکر ہے اور بعد میں اپنی ہیشگی کی زندگی آخرت کا سوال ہے۔جو دنیا میں یہ دعا مانگتے ہیں انہیں دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کا بھی خیال ہوتا ہے۔اس دعا سے پہلے ایک آیت میں اللہ فرماتا ہے کہ ’’جو لوگ صرف دنیا مانگتے ہیں،ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔‘‘ پھر یہ دعا سکھلا دی۔

نبی پاک ﷺ رُکنِ یمانی اور حجر اسود کے درمیان چلتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ طواف کے دوران جو مرضی دعا کریں۔اللہ کی حمد و ثناء کریں اور حضور پاک پہ درود بھیجیں۔بنی پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’جب کوئی مجھ پہ درود بھیجتا ہے تو جبریل امین علیہ السلام مجھ تک درود پہنچا دیتے ہیں (مفہوم)۔‘‘

باقی طواف کے دوران اردو میں بھی دعائیں مانگی جا سکتی ہیں۔مجھے بھابھی نے بتایا کہ میرے پیچھے ایک آدمی پنجابی میں دعا مانگ رہا تھا اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اللہ سے باتیں کر رہا ہو۔ایسے ہی دعا کرنی چاہئے۔دیکھیں اللہ کی قدرت...... مطاف میں ہمہ وقت ہزاروں لوگ ہوتے ہیں اور پورے حرم میں لاکھوں اور پوری دنیا میں کروڑوں......اور اللہ رب العزت سب کی پکار سنتا ہے۔سب کو جواب دیتا ہے۔سب کو احساس دلاتا ہے کہ وہ ان کی دعا،پکار،التجا و درخواست سب سن رہا ہے اور بہتر وقت آنے پہ وہ ان کا جواب بھی دے گا۔

اللہ سب کی جائز دعائیں قبول و منظور فرمائے۔آمین یا رب العالمین۔

سات چکر مکمل ہوئے۔حجر اسود سے شروع اور وہیں پہ ختم۔اس کے بعد مقامِ ابراہیم پہ دو نفل ادا کرنے ہیں۔

"اور مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ(القرآن)۔"

☆☆☆☆☆

خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام اور اماں ہاجرہ......

خدوخال 6 بیت اللہ اور مقام ابراہیم

"جب کہا ان سے ان کے رب نے

(کہ) مسلمان ہو جاؤ

تو کہا کہ میں مسلمان ہو گیا

تمام جہانوں کے رب کے لیے۔(سورۃ البقرۃ)"

جب بھی کبھی کسی اسلامی محفل میں بیٹھتا یا کوئی درس وغیرہ سنتا تو ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی بات ہوتی تھی کہ ان کو اللہ نے اپنا دوست بنا لیا تھا اور ان کا لقب بھی خلیل اللہ ہے۔ سن کر اچھا لگتا تھا اور پھر قرآن میں بھی متعدد بار ابراہیمؑ کا ذکر ہے۔ ایک جگہ تو ایسا بھی آیا کہ "ابراہیمؑ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے(مفہوم)"۔ یہ بات نبی ﷺ کے لیے بھی فرمائی گئی ہے۔ پھر وہ آگ والا واقعہ اور پھر بتوں والا بھی۔ اس کے علاوہ وہ قربانی والا واقعہ اور پھر کعبہ کی تعمیر۔ پھر ہاجرہؑ کو اسماعیلؑ کے ساتھ میدان

میں چھوڑنا...... غرضیکہ کہ ابراہیمؑ ہم سب کے لیے واقعی نمونہ ہیں۔ وہ ان کے لیے تو اللہ نے کہا ہے ناں کہ وہ مشرک نہیں تھے بلکہ وہ تو حنیفاً تھے۔ یعنی وہ صرف اللہ کی ہی عبادت کرتے تھے۔

ابراہیمؑ واحد ایسے پیغمبر ہیں جن کو یہودی اور عیسائی بھی مانتے ہیں اور ان کو بڑے فخر سے اپنے دین سے جوڑتے ہیں کہ وہ ابراہیمؑ کا دین فالو کر رہے ہیں۔

قرآن پاک میں لکھا ہے اس بارے میں کہ یہودی کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ ہمارے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ہیں۔ اللہ نے بھی کیا خوب جواب دیا کہ وہ تو یہودی اور عیسائیوں کے مذاہب سے پہلے ہی دنیا میں آئے تھے اور اس سے پہلے ہی چلے گئے۔ وہ نہ تو یہودی ہیں نہ عیسائی بلکہ وہ یکطرفہ مسلمان ہیں۔

میں ابراہیمؑ کا ذکر کیوں کر رہا ہوں؟

اس لیے کہ مجھے وہاں جا کر احساس ہوا کہ واقعی وہ اللہ سے بہت محبت کرتے تھے اور اللہ بھی ان سے بہت محبت کرتا ہے۔ وہ واقعی اللہ کے دوست ہی ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اللہ سے محبت کی بے شمار مثالیں قائم کی ہیں اور ہمیں سبق دیے ہیں۔

کیسے احساس ہوا؟

عمرۃ کیا ہے؟

مجھے اس کا لفظی معنی نہیں معلوم لیکن اس کے ارکان مجھے معلوم ہیں۔ طواف...... سعی...... یہ ہیں دو سب سے مضبوط ارکان۔ طواف بیت اللہ کا۔ بیت اللہ...... جس کو حضرت ابراہیمؑ نے خود تعمیر کیا اور یہ جو مقامِ ابراہیم ہے، سب کو معلوم ہو گا کہ وہاں ابراہیمؑ کے پیروں کے نشان ہیں۔ دیکھیں اللہ نے ان کی محبت اور محنت کو کیسے محفوظ رکھا ہے۔ نوحؑ کے بعد تھے ناں وہ تو سوچیں کتنی دیر ہو گئی ہے انہیں اس گھر کو بنائے ہوئے اور اس وقت سے آج تک اللہ نے ان کے قدموں کے نشان سنبھال کر رکھ دیے ہیں۔ یہی نہیں...... اس مقام کو نماز کی جگہ بنا دیا ہے کہ جیسے ہی طوافِ کعبہ مکمل کرو تو مقامِ ابراہیم پہ دو نفل ادا کر لو۔ مقامِ

ابراہیمؑ بیت اللہ کے دروازے کی طرف ہی ہے۔شاید ابراہیمؑ نے وہاں نفل پڑھے ہوں گے تو اللہ نے ہمیں ان کی یاد میں یہ حکم دیا ہے۔

نبی ﷺ کا شجرۂ نسب ان سے جا کر ملتا ہے۔وہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں۔اور جب نبی پاک معراج پہ گئے تھے تب ابراہیمؑ نے انہیں اپنا بیٹا بلایا تھا۔اور پہلے سپارے میں جہاں ابراہیمؑ کا ذکر ہے وہاں ان کی ایک دعا بھی بتائی گئی ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ "یہاں ان ہی لوگوں میں سے ایک نبی بھیج جو ان کا تزکیہ کرے اور انہیں دین کی تعلیم سکھلائے (مفہوم)" پھر انہوں نے اس جگہ کے زرق کے لیے بھی دعا کی تھی اور......واللہ......آپ عرب جا کر دیکھیں۔وہ پتھریلی زمین ہے۔کالے سیاہ پہاڑ دیکھے تھے میں نے مدینہ کے راستے میں۔صاف پتا چلتا ہے کہ بنجر زمین ہے لیکن وہاں اتنا رزق ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔یہ سب دیکھ کر یقین پختہ ہوتا ہے کہ اللہ نے ابراہیمؑ کی دعا قبول کی ہے۔وہاں بہت رزق ہے۔ماشاءاللہ۔

اب آپ دیکھیں۔

بیت اللہ زمین پہ بننے والا پہلا گھر ہے اور وہ ابراہیمؑ نے بنایا ہے۔دوستی کی کیا مثال قائم ہوئی ہے یہاں۔اپنے رب کے ساتھ دوستی کی ایسی مثال کہاں ہے؟ جب انسان اللہ کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑنے پہ تیار ہو جاتا ہے تو اللہ اسے دوست بنا لیتا ہے، پھر اللہ اس کی ایسی مدد کرتا ہے کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔سب سے اچھا دوست اللہ ہے جو انسان کو کسی بھی حال میں اکیلا نہیں چھوڑتا۔انسان جب اسے ایک بار بلاتا ہے تو اللہ فوراً اس کی مدد فرماتا ہے۔انسانی دوست کبھی کبھار احسان جتلا دیتے ہیں مگر وہ ربِ تعالیٰ کبھی انسان کو یہ جتلاتا نہیں کہ اس نے فلاں موقع پہ اس کی مدد کی تھی۔اللہ احسان جتلانے والا دوست نہیں ہے۔

اب وقت میں بہت ہی زیادہ پیچھے جائیں۔

اس وقت ہم نہیں تھے پر ہمارے نبی ابراہیمؑ موجود تھے۔

حکم......

حکم ہوا کہ اپنے بچے اور بیوی کو لے کر فلاں میدان میں جاؤ

حکم پہ سر جھکا دیا اور تعمیل پوری کی

حکم ہوا کہ چھوڑ دو ان دونوں کو اکیلے ہی یہاں

حکم ہوا کہ چلے جاؤ خود دور

حکم بجالایا گیا اور قدم بڑھا دیے

حکم کس کا ہے ابراہیم جو تم جا رہے ہو؟

حکم اللہ کا ہے ہاجرہ کہ میں جا رہا ہوں

حکم ہے حاکم کا تو تم جاؤ

حکم دینے والا ہی حفاظت کرے گا ہماری

حکم پہ عمل ہوا اور دور ہو گئے وہ دونوں

حکم ہوا تو لگ گئی پیاس اس شیر خوار بچے کو

حکم ہوا تو ہاجرہ پریشان ہو کر ٹہلنے لگی

حکم ہوا تو صفا مروہ پہ لگائے سات چکر پورے

حکم ہوا تو بچے نے ماری ایڑھیاں زمیں پہ

حکم ہوا تو پھوٹ پڑا چشمہ زمیں سے

حکم ہوا تو پی لیا پانی ماں بیٹے نے

حکم ہوا تو کہا کہ زم زم زم زم

حکم ہوا تو رک گیا زم زم

حکم ہوا کہ امر ہو گیا وہ جانا، وہ جدا ہونا، وہ بچے کا رونا، وہ ماں کا چکر لگانا

حکم ہوا کہ امر ہو گیا ان کا یہ عمل

حکم ہوا کہ تا قیامت قائم رہے گا یہ سبق

حکم ہوا...... حکم ہوا......

کیسا منظر ہو گا ناں کہ ابراہیمؑ کو جب جانے کا حکم ہوا اور پھر اماں ہاجرہ کا وہ چکر لگانا۔ سوچ کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عرب میں اتنی گرمی ہے کہ یقین کریں آپ اگر اب بھی وہاں ہوں تو بغیر اے سی کے جیسے گزارا نہیں اور طواف کرتے ہوئے بھی کبھی کبھار گرمی لگتی ہے خاص طور پہ رکنِ یمانی سے مقامِ ابراہیم تک۔ ابھی وہ جگہ بہت اچھی ہے۔ اے سی ہر جگہ ہیں۔ مجھے یاد ہے ایک بار میں عصر کی نماز مطاف میں ادا کر رہا تھا تو مجھے سر پر اے سی کی ٹھنڈی ہوا محسوس ہوئی۔ سر پہ بال نہیں تھے تو زیادہ ہی زور سے لگی۔ سوچیں اس وقت یہ سب نہیں تھا اور نہ ہی زمین ہموار تھی۔ ایک اکیلی ماں ہے اور دوسرا روتا ہوا بچہ جسے بہت پیاس لگی ہے۔ ماں اب پریشانی میں کبھی صفا پہاڑی پہ چڑھتی ہے تو کبھی مروۃ پہ۔ شاید وہ کسی قافلے کو دیکھ رہی ہوں؟ ان کے یہ چکر اللہ کو اتنے پسند آئے کہ اللہ نے قیامت تک کے لیے انہیں محفوظ کر لیا ہے۔ عمرۃ یہی تو ہے۔ طواف کے بعد جو سعی کے سات چکر ہیں وہ یہی چکر ہیں۔ سعی کا مطلب کوشش کرنا ہوتا ہے۔ سعی کرتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ اماں ہاجرہ کیسے کوشش کر رہی تھیں کہ کہیں سے ان کے پیاسے بچے کو پانی مل جائے۔ ابراہیمؑ کی اللہ سے محبت اور ہاجرہؑ کا اللہ پہ یقین کر کے کہنا کہ ہمیں چھوڑ جاؤ اکیلا، وہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے، آج اللہ نے اسے عمرۃ بنا دیا ہے۔ عمرۃ کرتے ہوئے یہ ساری باتیں میرے ذہن میں آ رہی تھیں اور میری سوچ کا اختتام ہو گیا تھا کہ ان دونوں کو اللہ پہ کس حد تک یقین تھا۔ اتنی محبت...... اتنی عقیدت......

سعی کے سات چکر ہیں۔ پہلا چکر صفا سے شروع ہوتا ہے اور مروۃ پہ ختم ہوتا ہے۔ پھر دوسرا چکر مروۃ سے شروع ہوتا ہے اور صفا پہ ختم ہوتا ہے۔ ایسے ہی سات چکر پورے کرنے ہیں۔

تھوڑی اپنی سٹوری بتاتا ہوں اب......

طواف مکمل کر کے ہم لوگ فجر کے لیے رک گئے۔ ٹائم ہونے ہی والا تھا۔ ہم نے سوچا بجائے اس کے کہ سعی کرتے ہوئے نماز درمیان میں پڑھیں، ہم نماز سے فارغ ہو کر سعی کریں گے۔ ہم لوگ وہیں بیٹھ گئے۔ عورتوں کا مصلی پیچھے ہوتا ہے اور مردوں کا آگے۔ خیر ہم ایسے قریب بیٹھ گئے کہ گم نہ ہوں۔

نمازِ فجر......

اللہ اکبر......

میں کہتا ہوں کہ اس جیسی نماز میں نے آج تک نہیں پڑھی۔ اس نماز میں کیا تھا؟ میں بتا نہیں سکتا۔

میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے ذہن میں خیال آیا کہ......

میں اللہ کے گھر ہوں۔ میں بیت اللہ کے سامنے نماز ادا کر رہا ہوں۔

میں نے ہاتھ باندھ رکھے ہیں کہ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں۔

وہ مجھے عاجزی سکھاتا ہے اور میں باادب سا کھڑا ہوں۔

میرے سامنے میرے اللہ کا گھر ہے۔

میں رکوع کے لیے جھکتا ہوں۔

میں اپنی پیشانی زمین پہ رکھ کر اپنے اللہ کو سجدہ کرتا ہوں۔

میں خود کو اللہ کے سامنے کھڑا تصور کرتا ہوں اور......

اور میرے اندر ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔

جو مجھے احساس دلاتی ہے کہ میں اپنے اللہ سے ہم کلام ہوں۔

نماز اللہ سے باتیں کرنا ہی ہے۔

میں اپنے اللہ کے دربار میں سر جھکائے کھڑا ہوں۔

میں اپنے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں۔

کیا سکون تھا اس نماز میں۔ مجھے بیس دن ہو گئے ہیں واپس آئے، میں نے اب تک ویسی نماز نہیں پڑھی۔ ان نمازوں کا الگ ہی چارم تھا۔ میں بہت یاد کرتا ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے نماز میں مزہ ہی نہیں آتا۔ دل وہیں لگا رہتا ہے کہ حرم میں ایسے نماز پڑھی تھی اور حرم میں یہ ہوا تھا۔ جو لوگ وہاں سے ہو کر آئے ہیں وہ میری بات سے اتفاق کریں گے۔ اللہ ہم سب کو وہاں لے کر جائے۔

نماز کے بعد ہمیں ریسٹ روم جانا پڑا۔ باجی اور میں چلے گئے کہ کوئی اکیلا نہ جائے۔ باقی سب "الی مسعی" کے بورڈ تلے ہمارا انتظار فرما رہے تھے۔ ہمارے ساتھ بہت برا ہوا۔ برا نہیں مطلب...... کبھی سوچا نہیں تھا ایسا ہو گا۔

میں اور باجی پتا نہیں کون سے دروازے سے باہر نکلے۔ باہر نکلتے نکلتے ہی اتنی دیر لگ گئی اور پھر فریش ہونے میں بھی۔ باجی اندر گئیں تو میں باہر تھا پھر میں اندر گیا تو باجی باہر۔ سورج بھائی جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ وقت آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ حرم میں ٹائم کا بالکل اندازہ نہیں ہوتا۔ خیر...... سورج کو سلام دعا کہہ کر ہم واپس اندر جانے لگے کہ یاد آیا کہ اندر تو بابِ فہد سے جانا ہے۔ بابِ فہد سامنے ہی تھا پر توبہ پاؤں درد کرنے لگ گئے پر باب فہد نہ آیا۔ دھوپ نکل چکی تھی۔ خیر سے بابِ فہد سے اندر گئے تو چلو جی اب مطاف میں کیسے جائیں؟ اچھا پھر مطاف میں پہنچ گئے تو اب وہ بورڈ دنیا کے دوسرے کونے میں تھا۔ توبہ چل چل کر مَت وَج گئی تھی۔ میرے خیال میں سات کے قریب وقت ہو چکا تھا اس باہر سے اندر آنے میں۔ انکل نے تو سعی شروع کر دی تھی۔ امی ابو وہیں انتظار کر رہے تھے۔

"توبہ اتنی دور سے چل کر آئے ہیں۔" ہم دونوں بولے۔ ہَف گئے تھے ہم۔ ہفنا سمجھتے ہیں؟

امی کو لے کر ہم صفا تک پہنچے۔اب انہوں نے وہیل چیئر پہ سعی کرنی تھی۔۷۵ ریال سے ۷۰ پہ اسے منایا اور سعی شروع کر دی۔یار...... سعی کرنا بڑا پُر لطف ہے۔

☆☆☆☆☆

صفا مروۃ......

"بے شک صفا اور مروۃ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں

پس جو کوئی حج کرے گھر (بیت اللہ) کا

یا عمرۃ کرے

تو کوئی گناہ نہیں کسی پہ

کہ وہ ان دونوں کا چکر لگائے

تو اگر کوئی یہ خوشی سے بھلائی کرے تو

بے شک اللہ تعالیٰ قدر دان اور خوب جاننے والا ہے (سورۃ البقرۃ)۔"

صفا پہاڑی کے گرد شیشے کی دیوار کھڑی ہے۔دل تو بہت کرتا ہے کہ بندہ پہاڑی کو ہاتھ لگائے مگر پھر احساس ہوتا کہ یہاں صرف ایک بندہ نہیں آتا بلکہ پوری دنیا سے لوگ آتے ہیں تو کوئی مسئلہ وغیرہ نہ ہو جائے۔صفا پہاڑی پتھریلی ہے۔مجھے تو لگتا ہے کہ ایک سیدھا پاؤں رکھنے کے برابر بھی ہموار جگہ نہیں ہے۔ سوچ کر ہم حیران ہو رہے تھے کہ یہ واقعی اللہ کی نشانی ہے جو آج تک محفوظ ہے۔ہاجرہؑ کیسے اس پہ چڑھی ہوں گی؟ اتنا پتھریلا پہاڑ ہے اور وہ عورت تھیں۔ہمیں تو صفا دیکھ کر اور ان کا سوچ کر ہی حیرت کے جھٹکے لگ رہے تھے۔اللہ کو ان کا یہ چلنا کس حد تک پسند آیا تھا ناں۔سبحان اللہ۔اللہ کو کسی انسان کا صرف چلنا یا آسمان کی طرف دیکھنا بھی پسند آ سکتا ہے اور کسی انسان کی نماز روزے حج بھی پسند نہیں آتے۔اللہ انسان کا دل دیکھتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے لیے کتنی جگہ ہے۔

شیشے کی دیوار کے آگے تو وہی سفید پتھر ہے۔ سعی کا راستہ سیدھا ہے پر آنے جانے کے لیے الگ الگ ہے یعنی صفا سے مروۃ کا علیحدہ ہے اور مروۃ سے واپسی کا علیحدہ ہے۔صفا سے پہلا چکر شروع ہوا تو وہ قدرے اترائی تھی۔احساس ہوا کہ ہاجرہؑ اسی راستے سے اوپر چڑھی ہوں گی۔کافی لمبا چکر ہے لیکن اتنا لمبا بھی نہیں ہے کہ انسان کی ایک چکر میں ہی بس ہو جائے۔امی کی وجہ سے ہم وہیل چیئر والی درمیانی جگہ پہ چل رہے تھے لیکن اصل مزہ تو باہر والے لمبے چکر کا ہے۔صفامروۃ کی چڑھائی چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کے ساتھ ایک اور دعا بھی ہے۔پہاڑ چڑھنے کا بھی ایک الگ ہی لطف ہے۔

دونوں پہاڑیوں کے درمیان ایک جگہ آتی ہے جہاں سبز روشنی لگائی گئی ہے،وہاں مردوں نے تیز بھاگنا ہے اور عورتوں نے تھوڑا تیز چلنا ہے۔عورتوں کا بھاگنا ممنوع ہے کیونکہ اس سے ان کا پردہ متاثر ہوتا ہے۔

جب میں صفا پہ تھا تو میں نے راستے کو دیکھا۔واللہ...... سر ہی سر تھے بس اور ذرا نیچے دیکھو تو سفید لباس۔بیچ میں کالے برقعوں میں عورتیں تھیں تو کچھ رنگ برنگے ٹولے دوسرے ملکوں سے آئے تھے۔ توبہ ان گروپ والوں نے بڑا تنگ کیا ہوا تھا۔راستے میں جہاں سبز بتی تھی وہاں کالے سر اوپر نیچے ہو رہے تھے۔اتنا پیارا الگ رہا تھا کہ میں بے ساختہ مسکرا اٹھا۔اللہ آپ کو بھی لے کر جائے تو ضرور دیکھنا۔پھر یہ کہ میں پہاڑی کے اوپر تھا تو مجھے وہ نیچے لگ رہے تھے۔ایسے اور کیوٹ لگ رہا تھا دیکھنا۔

سعی کے دوران بھی آپ عربی یا اردو میں دعائیں کر سکتے ہیں۔ایک چکر مکمل ہونے پہ کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا بھی مسنون ہے۔

اب آپ دیکھیں۔

دعا جو ہے ناں وہ اللہ کو بہت پسند ہے۔جو دعا نہیں کرتا وہ متکبر ہے اور اللہ کو متکبر لوگ نہیں پسند۔ اللہ نے انسان کو اتنے مواقع دیے ہیں جن میں وہ دعا کر سکتا ہے۔اگر ہم نماز کے ترجمہ پہ غور کریں تو اس

میں کیا ہے؟اللہ کی حمد ہے اور پھر درود پاک ہے اس کے بعد کیا ہے؟اس کے بعد اپنی دعا ہے۔بس نماز میں عربی میں ہی دعا مانگی جائے۔اچھا اس عربی والی دعاؤں میں کیا ہے؟اللہ کی پناہ چاہنا،اپنی دنیا اور آخرت کی فکر کرنا،اپنے گناہوں سے استغفراللہ کرنا اور جو بھی کچھ ضروری ہے ہمارے لیے۔اللہ نے دعائیں بھی ہمارے فائدے کے لیے بتائی ہیں۔اچھا ہوا کہ اللہ نے خود بتا دی ہیں ورنہ انسان کبھی بھی اتنی جامع دعائیں نہ مانگ سکتا۔اللہ کا انداز بہت خوبصورت ہے۔دعا......ہمارے لیے ہی ہے۔ہم اپنے لیے ہی اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ہمارا ہی فائدہ ہے اس میں۔کیا کوئی اللہ کے لیے بھی دعا کرتا ہے؟نہیں ناں؟کیونکہ اللہ کامل ذات ہے۔انسان کامل نہیں ہے اسی لیے اللہ نے اسے دعا کا کہا ہے کہ انسان دعا کے ذریعے اللہ سے اپنے کامل ہونے کا سامان مانگے۔دعا میں ہم اور کیا کرتے ہیں؟ہم اپنے مسائل ہی بولتے ہیں اور اللہ سے ان کا حل چاہتے ہیں۔دعا نعمت ہے۔اسے ضائع نہیں کرنا چاہئے۔جب بھی موقع ملے تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیں۔اللہ انسان کی پکار کا جواب ضرور دیتا ہے یہ اللہ نے قرآن نے فرمایا ہے۔دوسری طرف اگر ہم دعا نہ کریں تو کیا ہو گا؟اللہ کی بادشاہت میں اس سے کیا فرق پڑے گا؟رائی کے دانے برابر بھی کمی نہ ہو گی۔دعا اللہ کے لیے نہیں ہے۔دعا اللہ سے ہے۔دعا ہمارے لیے ہی ہے۔

دعا......

دعا سوال ہے اللہ سے اپنے مسائل کا

دعا محبت ہے اللہ کی اپنے بندے سے

دعا عبادت بنا دی اللہ نے کہ اسے بھولا نہ جائے

دعا کلام ہے اللہ اور بندے کے درمیان

دعا کو نماز کہا گیا کہ اس میں باتیں کرتے ہیں اللہ اور اس کا بندہ

دعا کے ذریعے پہنچایا گیا دلوں میں سکون

دعا سے ملتا ہے قربِ رب تعالیٰ

دعا سے ہوتا ہے اللہ سے تعلق مضبوط

دعا کبھی نہ بھولو، و گرنہ بھول جاؤ گے اپنا آپ

دعا سے دور نہ رہو کہ گم ہو جاؤ گے تم، لاپتا

دعا ضروری ہے......دعا ضروری ہے

دعا کے بغیر اب جینا مشکل ہے

واپس آتے ہیں۔ سعی کے دوران بس پہاڑ چڑھتے ہوئے ایک مخصوص دعا ہے یا وہ بھاگتے ہوئے، اس کے علاوہ کوئی دعا نہیں۔ اس دوران جو مرضی دعا کریں۔ پہلے عمرۃ میں ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہر چکر کے بعد بھی دعا کرنا مسنون ہے لیکن دوسرے عمرے میں ہم نے یہ موقع ضائع نہیں کیا۔

جانے سے پہلے سب نے کہا کہ وہاں جا کر دعائیں کرنا۔ ادھر ہم دعائیں ہی کرنے جا رہے تھے اور 'اسی کیہڑا اُودھر نلکہ لان چلّے سی (ہم کون سا وہاں نلکہ لگانے جا رہے تھے)' یہ کمنٹ بھی سننے کو ملا تھا ہمیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ ہم نے وہاں دعائیں ہی کرنی ہیں۔

سعی کے سات چکر مکمل ہوئے۔ نوّے فیصد عمرۃ مکمل ہو چکا تھا۔ مروۃ سے باہر نکلنے کا راستہ مقفل تھا تو ہمیں واپس صفا پہ آنا پڑا۔ اس دوران تائی امی بھی چل رہی تھیں کیونکہ وہیل چیئر والے بھائی کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ صفا والی سائڈ سے ہم باہر نکلے۔ پتا نہیں اب وہ کون سا دروازہ تھا۔ پہلے دن تو آپ کو یہی ہوتا ہے کہ بس کہیں سے اندر چلے جائیں اور کہیں سے باہر آ جائیں۔ ایک دن بعد آپ کو راستے سمجھ میں آنا شروع ہوتے ہیں۔

دن مکمل طور پہ روشن ہو چکا تھا۔ شاید ۸ بج گئے تھے یا کچھ اوپر۔ اب ہم نے سر منڈوانے تھے۔ عمرۃ کرنے کے بعد سر منڈوانا سنت ہے۔ میرے ناقص علم کے مطابق یہ طریقہ ٹھیک نہیں کہ اگر آپ نے

پہلے عمرے میں پورا سر منڈوالیا ہے تو دوسرے کے بعد آپ صرف تھوڑے سے بال کاٹنے پہ بھی اکتفا کر سکتے ہیں۔ نبیؐ نے سر منڈوایا ہے تو بھلے دس عمرے کرو، سنت عمل سر مکمل طور پہ منڈوانا ہی ہے۔ استرا ہی پھروانا چاہیئے۔ بال کاٹنے کا حکم عورتوں کو ہے مردوں کو نہیں۔ مرد سر منڈوائیں۔ اب بندہ اتنی دور جاتا ہے، محنت سے عمرۃ کرتا ہے، طواف، اذکار، صفامروۃ اور آخر پہ آکر ایسے کرے تو کتنی عجیب بات ہے۔ جب سارے ارکان پورے کر لیے تو یہ بھی سہی۔ یقین کریں، تین چار دن بعد سر پہ بال آنا شروع ہو گئے تھے۔ آپس کی بات ہے سر منڈوا کر مزہ بہت آتا ہے۔ کوئی مرد اگر یہ پڑھ رہا ہے تو پلیز ایسی غلطی نہ کرے۔ جہاں اتنا کچھ کیا تو یہ بھی سہی۔ جیسے اللہ کو ہاجرہؑ کا صرف چلنا پسند آیا تھا کیا معلوم ہم مردوں کا ایسے سر منڈوانا ہی پسند آجائے اور ہماری بخشش کا سامان ہو جائے۔ اللہ کسی کی ایک بھی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

اور مجھے اس وقت ذہن میں آیا کہ دوسرے سپارے میں جب حج کا ذکر ہے تو وہاں آتا کہ اپنے سروں کو ہلاک کرواؤ۔ عربی میں حجام والی دکانوں پہ حلاق ہی لکھا ہوتا ہے۔

مجھے ایک بات یاد آگئی۔ میری ایک کزن عمرۃ کرنے گئی تو عمرۃ کرنے بعد جب بال کاٹنے تھے تو کہتی "میں تو اسٹیپ کٹنگ کروالوں گی لگے ہاتھ ہی"۔

تایا ابو کو کسی نے بتایا تھا کہ مکہ ٹاور کے نیچے حجام بیٹھتے ہیں۔ ہم وہیں چلے گئے۔ اندر جانے سے پہلے ایک بندہ آوازیں لگا رہا تھا "دس ریال دس ریال"۔ تھوڑی سی بحث کے بعد ہم نے اسے پندرہ ریال پہ منا لیا تھا۔ دو بندوں کے پندرہ ریال لیے تھے اس نے۔

مجھے اپنے بال بہت پسند ہیں۔ عمرۃ پہ جانے سے تقریباً دو ماہ پہلے میں نے بال نہیں کٹوائے تھے۔ میرے بال میرے ناک تک آتے تھے۔ کافی لمبے ہو گئے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرے بالوں کی گروتھ کافی تیزی سے ہوتی ہے۔ سب نے مجھے کہا کہ بال کٹوالو تو میں نے کہا کہ عمرہ کر کے ایک بار ہی صفایا کروں

گا۔ پھر سب نے کہا کہ عبداللہ تم سر منڈ والو گے ؟ بھئی کون ایسا بدبخت ہو گا جو عمرۃ کی سعادت کو پہنچے اور سر نہ منڈ وائے ؟اللہ ایسی حجامت بار بار نصیب فرمائے۔

خیر...... میں اور تایا ابو حجام کے آگے بیٹھ گئے۔ میں دیکھ کر ہنس پڑا کہ اب میری ٹِند (منڈ وانا بڑا مشکل لگ رہا ہے، ٹند ٹھیک ہے) ہو جائے گی۔ اس نے میرے گلے میں پلاسٹک شیٹ باندھ دی۔ استرا نکالا اور ......بے آواز...... میرے چار پانچ انچ لمبے بال نیچے گر گئے اور اندر سے یہ لشکارے مارتی ہوئی ٹند نکلی۔ میری تو ہنسی نکل گئی۔ حجام نے مجھے کہا کہ مت ہلو ورنہ کٹ لگ جائے گا۔ میں نے بڑی مشکل سے ہنسی روکی تو بہ، شکر ہے کٹ نہیں لگا۔ سارے لشکارے کا بیڑا غرق ہو جاتا تھا۔ میں نے اس وقت بھی بس یہی دعا کی کہ اللہ قبول فرمالے یہ قربانی بھی۔ ایک چیز آپ کو اپنی شخصیت میں پسند ہو اور آپ صرف اللہ کا حکم جان کر اسے اپنی شخصیت سے الگ کریں تو یہ قربانی ہی ہے۔ اللہ قربانی کی قدر کرتا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کا حوالہ ادھر بھی نکلتا ہے جو انہوں نے قربانی کے لیے لٹا لیا تھا اپنے بیٹے کو۔ اللہ قبول کرے بس اور کیا چاہیئے۔

جب پوری ٹند ہو گئی تو میں نے اپنا ایک نیا چہرہ دیکھا۔ بال آپ کے چہرے کو بدل دیتے ہیں۔ ہیئر اسٹائل بھی چہرہ بدل دیتا ہے۔ ہم دونوں جب ٹنڈیں لے کر باہر نکلے تو امی باجی نے تو ہمیں پہچانا ہی نہیں۔ میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ہم ہیں۔ باجی دیکھ کر حیران ہوئیں اور اگلے ہی پل وہ ہنسنے لگیں۔

’’کدو چھلّے (چھیلے) گئے۔‘‘ امی نے کہا اور ہم سب ہنس دیے۔

ٹپ ٹائم......

چار نمبر باتھ روم کے ساتھ ہی وہیل چیئر والا ایریا ہے۔ آپ وہاں سے وہیل چیئر لے سکتے ہیں۔ کوئی پاکستانی ملازم ہو تو آسانی سے مل جائے گی ورنہ اگر کوئی عربی ہو گا تو وہ ویزا نمبر مانگے گا۔ میں اور تایا ابو وہیل چیئر لینے گئے تو سامنے پاکستانی اور عربی دونوں تھے۔ ہم نے پاکستانی نے کہا کہ ایسے ایسے ہمارا ممبر اتنا

نہیں چل سکتا تو ہمیں ایک وہیل چیئر دے دو۔ پیچھے سے عربی کی غصیلی آواز آئی کہ عمرۃ کر کے واپس دے دینا۔ پاکستانی نے ہمیں بتایا۔ ہم نے سر ہلا دیا۔

''ساڈا عمرۃ چھ دِناں بعد ای مُکنا اے (ہمارا عمرۃ چھ دن بعد ہی ختم ہو گا)۔'' تایا ابو نے مڑتے ہوئے کہا۔ پاکستانی کو سمجھ آگیا تو وہ ہنس دیا۔ اس نے ہمیں اشارہ کیا کہ چلے جائیں اور کچھ نہ بولیں۔

ہم نے مکہ میں چھ دن رہنا تھا تو امی کے لیے وہیل چیئر کی ضرورت تھی۔ ہم وہیل چیئر ہوٹل میں لے گئے اور اسی پہ انہیں لے کر حرم آتے تھے۔ آگے اسٹوری بتاؤں گا۔

خیر سے ہم واپس آئے ہوٹل اور نہا کر احرام کھولا تو سکون آیا۔ عمرۃ کرنے کے بعد نہانا واجب ہے۔ اسی طرح احرام باندھنے سے قبل بھی سنت کے مطابق غسل کریں اور پھر احرام باندھیں۔ احرام باندھ کر دو نفل بھی ادا کرتے ہیں۔ احرام کی بھی ایک الگ ہی داستان ہے۔ مناسب لگا تو سنا دوں گا۔

عمرۃ ہو گیا تھا۔

اب آرام کا وقت تھا۔

اللھم تقبل منّا۔

☆☆☆☆☆

ہوٹل آ کر ہمیں بھوک لگ گئی۔ میں تایا ابو اور انکل نیچے کھانے کے لیے کچھ لینے چلے گئے۔ تایا ابو مجھے کہتے کہ تم بھی ساتھ آ جاؤ تاکہ تجربہ ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کبھی تم اکیلے آؤ تو تمہیں پہلے سے اندازہ ہو۔ ان کی بات بہت اچھی لگی مجھے۔ بڑے اسی طرح اگر چھوٹوں کو باتیں سمجھائیں تو وہ جلدی پک کر لیتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر میں اس ٹائم نہ جاتا تو شاید مجھے وہ تجربہ نہ ملتا۔

ٹپ ٹائم......

مکہ میں سب ملتا ہے۔ آپ پاکستان سے ہیں تو وہاں پاکستانی کھانا موجود ہے اور یقین کریں بہت اچھا ہے۔ ہمارے ہوٹل کے پچھلے روڈ، ابراہیم خلیل روڈ پہ ایک ہوٹل تھا گوجرانوالہ ہوٹل۔ اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ پاکستانی ہوٹل ہیں۔ حجرۃ روڈ پہ ایمن الحجرۃ ہوٹل کے سامنی گلی میں ایک پاکستانی ہوٹل ہے، اس کا نام مجھے یاد نہیں آ رہا (بھئی وہاں کی بریانی ضرور کھانا، مجھے آج تک نہیں بھولتی)۔ اس ہوٹل سے ہم نے کھانا لیا اور واپس ہوٹل چلے گئے۔ پہلے پہل ہم نے دال اور مکس سبزی لی۔ دال بہت اچھی تھی پر سبزی نہیں۔ اچھا کھانا تھا۔ ۸ ریال میں ایک ڈبہ سالن اور تین روٹیاں ملتی ہیں۔ سالن اتنا ہوتا ہے کہ دو بندے رَج...... رج سمجھتے ہیں ناں...... رج کر کھا لیتے ہیں اور تین بندے بھی کھا سکتے ہیں آسانی سے۔ کوئی ایشو والی بات ہی نہیں ہے۔ ہمیں سب نے اتنا ڈرایا کہ وہاں کھانا اچھا نہیں ہے، یہ نہ کرنا وہ نہ کرنا، یہ مسئلہ ہے وہ مسئلہ ہے، اللہ کی قسم کچھ بھی مسئلہ نہ ہوا شکر۔ شاید کچھ لوگ کچھ زیادہ ہی حساس ہوتے ہیں اسی لیے انہیں چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے بڑے مسائل لگتے ہیں۔ اب آپ دوسرے ملک میں ہیں، ظاہر سی بات ہے تھوڑا بہت تو آپ کو کمپرومائز کرنا ہی ہوگا۔ اٹس او کے برو۔ کھانا بھی اچھا ہے اور مقدار کے حساب سے دیکھا جائے تو اتنا مہنگا نہیں ہے۔

مجھے ان کی ایک بات اتنی کیوٹ لگی کہ وہ ہر پارسل کے ساتھ پلاسٹک کا دستر خوان دیتے ہیں۔ کھانا کھانے کے لیے اسے زمین پہ بچھاؤ۔ سب مل کر کھائیں تاکہ برکت بڑھے۔ پھر برتن اٹھا کر، اسے ایسے ہی لپیٹ کر ڈسٹ بن میں پھینک دیں۔ کوئی گند والا چکر ہی نہیں ہے۔ برکت والا کانسیپٹ کمال ہے۔ ہم سب مل کر کھانا کھاتے ہی نہیں ہیں یا یہ کہہ لیں کہ ہماری روٹینیں اب اتنی خراب ہو چکی ہیں کہ ہمارے ٹائم ہی ایک دوسرے سے نہیں ملتے کہ ہم مل کر کھانا کھائیں۔ پرانا وقت کافی اچھا تھا۔

اس کے بعد ہم جُوں سوئے کہ توبہ......

ظہر عصر اکٹھی پڑھ کر ہم مغرب کے لیے حرم جانے کے لیے ریڈی تھے۔

اذان کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆

صلوۃ.......

جیسے ہی نماز کا وقت قریب آتا ہے لوگ نماز کی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں اور نماز کی تیاری وہ ایسے دل و جان سے کرتے ہیں کہ واقعی وہ اس بات کا عملی ثبوت دیتے ہیں کہ نماز ہر کام سے زیادہ ضروری ہے۔ غول در غول لوگ حرم کا رخ کر لیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ماشاءاللہ، نماز کی اہمیت کا حق ادا ہوتا ہے وہاں۔ ہم لوگ تو دنیاوی زندگی میں اتنے مگن ہوتے ہیں کہ نماز بھی بس جلدی جلدی پڑھ کر فارغ ہو جاتے ہیں کہ اب فلاں کام ہے تو فلاں کام ہے مگر وہاں...... وہاں تو سب کو جیسے کام ہی ایک ہے۔ نماز ادا کرنی ہے اور وقت پہ کرنی ہے۔ وقت کی بہت پابندی ہوتی ہے وہاں۔ پورے عرب میں جتنی مساجد ہیں وہاں ایک ہی ٹائم پہ سب مساجد میں اذان ہوتی ہے۔ کسی کی جرأت نہیں کہ وہ لیٹ اذان کہے چاہے دو منٹ ہی لیٹ کیوں نہ ہوں۔ جب اذان ہونی ہے تو ہر جگہ ایک ہی ٹائم میں۔ سب ایک ہی وقت میں نماز ادا کرتے ہیں اور وہ ہے اوّل وقت......

"افضل نماز وہی ہے جو اوّل وقت میں ادا کی جائے (مفہوم الحدیث)۔"

اوّل وقت کیا ہے؟ جب بھی ہم کوئی کام کرنے لگتے ہیں تو فطری عمل یہی ہے کہ جلدی سے کر لیں کہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔ جب کسی کی منگنی ہو تو شادی کو عموماً اتنی دیر نہیں لگاتے کہ جو کام جلدی اور اوّل وقت میں ہو جائے وہی بہتر ہے۔ نماز کا بھی یہی حساب ہے۔ اب جیسے جمعہ کے بارے میں وہ حدیث ہے ناں کہ جو جلدی پہنچا اسے اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ جو اس سے تھوڑا دیر سے گیا اسے گائے کی اور اسی طرح انڈے تک بات پہنچ جاتی ہے۔

اللہ ہم سب کو وہ اسلام سکھلائے جو نبی پاک نے ہم تک پہنچایا ہے۔ آمین۔

سٹوری ٹائم......

مغرب کی اذانیں شاید ہمیں راستے میں ہی ہو گئی تھیں۔ سفید پتھر آ چکا تھا۔ شاید اس وقت ہم نے دیکھا تھا کہ ہمیں بابِ عبدالعزیز زیادہ قریب پڑتا ہے کیونکہ اس کے سامنے والا راستہ بند نہیں تھا۔ فہد کے لیے ہمیں اس سے بھی تھوڑا آگے جانا پڑتا تھا لیکن وہاں چلتے ہوئے احساس ہی نہیں ہوتا۔ یہ تو جب ہم کہیں رکتے تھے تو احساس ہوتا تھا کہ کتنا چل کر آئے ہیں۔

تائی امی اور باجی علیحدہ ہو گئے۔ امی کو ہم وہیل چیئر پہ ہی لے کر آئے تھے۔ نماز کے لیے ہم بابِ فہد سے اندر جانے لگے تو شرطہ برونے ہمیں "یلا یلا" کہہ کر دوسرے طرف بھیج دیا۔ پھر ہم بھی وہیں چل پڑے جہاں سارے لوگ جا رہے تھے۔ باب فہد کے دائیں طرف کسی چھوٹے دروازے سے ہم اندر گئے تھے۔ آگے سیڑھیاں تھیں۔ ادھر ہی اقامت ہو گئی۔ ایک سیڑھی کا پورشن ختم ہونے کے بعد جو دوسری کی طرف مڑنا تھا، اسی جگہ پہ ہم نے نماز شروع کر دی۔

"اوپر جائیں اوپر جائیں یہ راستہ ہے۔" وہاں ایک پاکستانی خادمِ حرم تھا جو ایسے کہہ رہا تھا۔ اللہ اکبر ہو گئی تو کافی لوگوں نے نماز شروع کر دی۔

"میں پولیس کو بلاتا ہوں یہ جو آپ لوگ راستے میں ہی نماز پڑھ رہے ہیں۔" اس کی بات سن کر مجھے وہ بیچارا ہی لگا۔ خیر ہم ڈھیٹوں نے نماز ادھر ہی پڑھی۔ تایا ابو بھی کہیں ادھر ادھر ہو گئے پر انکل میرے ساتھ تھے۔ انکل بھی پھر میرے ساتھ ساتھ ہی رہے۔ اتنا ساتھ کہ میں اوپر جاؤں تو وہ بھی اوپر میں نیچے جاؤں تو وہ بھی۔

سنتیں ہم نے پھر اندر والی جگہ پہ پڑھیں۔ وہ گراؤنڈ فلور سے اوپر تھا۔ میں نے نیچے دیکھا تو مجھے پتا چلا۔ وہ جیسے ایک پل تھا آگے جانے کے لیے۔ اس کے سامنے طواف والے برآمدے تھے۔ انتہا کا رش تھا ماشاءاللہ۔ اچھا اس رش کو دیکھ کر گھبراہٹ نہیں ہوتی بلکہ سکون ہی ملتا ہے۔ بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ہمارے

دین کو ماننے والے دنیا میں بہت لوگ ہیں۔اتنی دنیا آتی ہے دنیا کے مختلف حصوں سے جن کا مقصد ہی صرف اللہ کی عبادت ہوتا ہے۔ بہت پر سکون لگتا ہے۔

سامنے بیت اللہ تھا۔اللہ اکبر...... وہ سین میری آنکھوں کے سامنے آ رہا ہے۔اللہ یہ پڑھنے والے کو بھی دکھائے۔

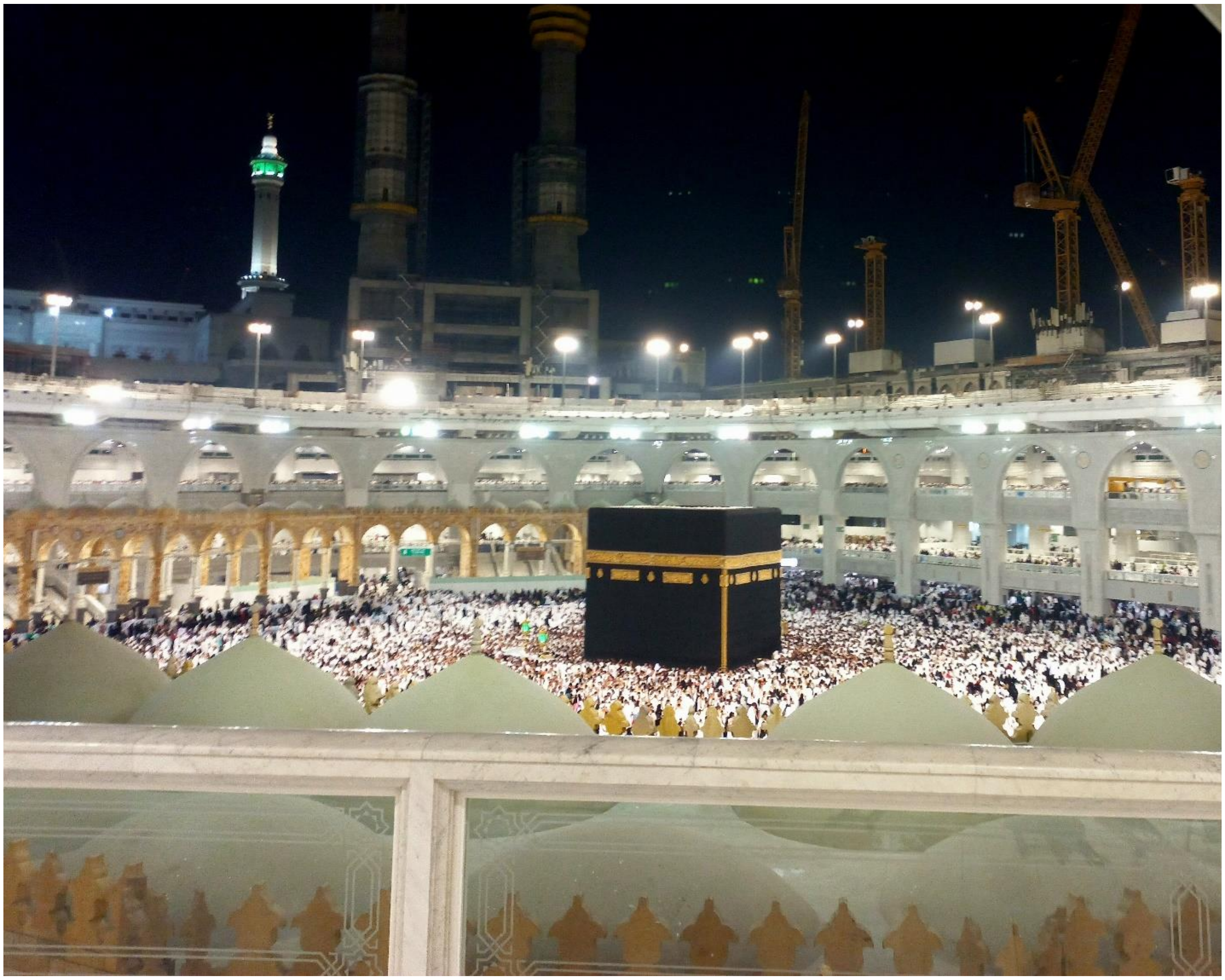

خدوخال 7 یہ ہے وہ تصویر

ہم چل رہے تھے کہ ایک طرف لوگ قہوہ اور کھجوریں بانٹ رہے تھے۔ مجھے دونوں ہی پسند نہیں تھے تو میں اس طرف نہیں گیا پر انکل چلے گئے۔ پھر ایک دم ہی غائب ہو گئے۔ خیر......انہیں ڈھونڈنا وقت

کا ضیاع تھا کیونکہ وہاں تو لوگ آگے پیچھے ہو ہی جاتے ہیں۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی۔ سب سے پلس پوائنٹ یہ تھا کہ ہمارا ہوٹل بہت قریب تھا الحمداللہ، تو اگر کوئی گم بھی جاتا تو آرام سے ہوٹل پہنچ سکتا تھا۔

عشاء کی نماز میں ابھی وقت باقی تھا۔

میں برآمدے کے کونے تک چلا گیا۔ سامنے کعبہ تھا۔ میں نے تصویریں بنائیں اور طواف کرتے ہوئے لوگوں کی ویڈیو بھی بنائی۔ اوپر سے دیکھو تو ایسے ہی لگتا ہے جیسے لوگ automatically گھومتے جا رہے ہیں پر نیچے جاؤ تو پتا چلتا ہے کہ کئی بار دھکے بھی پڑتے ہیں۔ اللہ معاف کرے۔

بس ایسے ہی وقت گزر گیا۔ عشاء کی نماز ادا کر لی گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد میں ہوٹل واپس آگیا۔ ابو اور انکل وہیں تھے پر امی باجی نہیں۔ بڑی دیر انتظار کے بعد ہم بابِ فہد تک دوبارہ گئے کہ ہم نے بابِ فہد کو نشانی کے طور پر رکھا تھا۔ کچھ دیر وہاں انتظار کے بعد بھی وہ نظر نہ آئیں۔ ہم واپس جانے لگے تھے۔

بابِ فہد کے سامنے جو باہری طرف راستے ہیں وہ سفید پتھر کے اختتام پہ دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ مکہ ٹاور کے ساتھ والے حصے پہ لال پتھر لگا ہے اور دوسری طرف وہی سفید۔ لال پتھر والا حصہ وہیں سے ذرا ڈھلوان تھا۔ اب ان دونوں کے درمیان دیوار سی ہے۔ میں اس دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ میرے پیچھے سات آٹھ لڑکے تھے۔ انہوں نے احرام پہن رکھے تھے۔ ابھی کدو نہیں چھلوائے تھے انہوں نے پر جو لڑکا میرے بالکل ساتھ تھا اس کے سر پہ کم بال تھے۔

”حبیبی۔“ اس کے کہنے پہ میں نے اس کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا اٹھا۔ ”اسلام علیکم۔“ اس نے مجھے سلام کیا تو میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

”کیف حالک؟ (کیا حال ہے تمہارا؟)“ اس نے کہا۔

''الحمد اللہ۔ وَانتَ ؟'' میں نے کہا تو اس نے مسکرا کر سر کو ہلکا سا خم دیا اور ہاتھ دل کو لگا لیا۔ اب اَنتَ بولتے ہوئے مجھے عجیب لگ رہا تھا۔ مجھے لگا شاید غلط نہ ہو جائے۔ عربی کبھی بولی جو نہیں۔ چھوٹی موٹی باتیں کرنی آتی ہی ہیں۔

''انت عربی (تم عرب سے ہو)؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تمہیں عربی آتی ہے؟

''انگلش۔'' میں نے اسے کہا۔ ''اردو۔'' میں نے اضافہ کیا۔

''لاااااا۔'' اس نے لمبا سا لا کہا اور تیز تیز عربی میں بولنے لگا۔ میں مسکرا دیا۔

اس کے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا۔ وہ کھا رہا تھا۔ اس نے میرے سامنے ڈبہ کیا اور اپنی زبان میں کہا کہ کھالو۔ میں نے ایک بار انکار کیا لیکن اس نے پھر کہا تو میں نے اس کے ہاتھ سے ڈبہ لے لیا۔ یار پتا نہیں وہ کیا تھا۔ اس میں چاول تھے، نوڈلز اور سبزیاں بھی تھیں اور چلی سویا ساسیں (ہم ساسیں ہی کہتے ہیں انہیں) بھی تھیں۔ میں نے ایک نوالہ یا شاید دو لیے تھے اور ڈبہ واپس کر دیا۔ ٹیسٹ اس کا برا نہیں تھا۔

''اور لو۔'' اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا لیکن میں نے نہ لیا۔ اس سے سلام لے کر میں واپس چلا گیا۔ اس کا حبیبی کہنا مجھے ابھی بھی کانوں میں گونجتا ہے۔ پتا میں نے وہاں سے کیا سیکھا؟

محبت......

وہاں اتنی محبت ہے کہ اسے یہاں لکھا نہیں جا سکتا۔ لوگ پتا نہیں کہاں کہاں سے کیسے کیسے جتن کر کے آئے ہوتے ہیں۔ سب کے لیے سب اجنبی ہوتے ہیں لیکن وہاں سب اجنبیوں کو بھی اتنی محبت سے ملتے ہیں۔ لگتا ہی نہیں کہ اجنبی ہیں۔ وہاں واقعی سب بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ بچپن میں کتابوں میں پڑھا کرتے تھے کہ حدیث مبارک ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہاں جا کر احساس ہوا کہ واقعی بھائی بھائی ہیں۔ یہ ایک کلمہ ہے جس نے ہمیں جوڑ کر رکھا ہوا ہے۔ کوئی کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ سب

دوسرے پہ سلام بھیجتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے ایک نوٹس بورڈ دیکھا تو اس پہ بھی پہلے سلام بھیجا گیا تھا اور پیغام اس کے بعد لکھا تھا۔

دوسری طرف ہمارا معاشرہ ہے۔ ہم سب بھی مسلمان ہیں اور ہمیں بھی ایک کلمہ ہی جوڑ کر رکھتا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ سامنے والا مسلمان ہے لیکن اس کے بعد بھی ہمیں وہ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ ہمارے دل میں اس کے لیے ناپسندیدگی ہے۔اس کے لیے کدورت ہے۔اس کے لیے حسد ہے۔ غصہ ہے۔ کیوں؟ کیونکہ ہمارے رویوں میں صلہ رحمی نہیں ہے۔ فلاں بندہ ایسا ہے میں تو اس سے ملنا پسند نہ کروں۔ بعض دفعہ ہم یہ الفاظ کہہ دیتے ہیں۔اتنی ناپسندیدگی کیوں ہے ہمارے درمیان؟ کیونکہ ہم دین سے دور ہو گئے ہیں۔ صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ اچھے کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ برے کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔

یہ ایک فطری عمل ہے کہ ہمیں اب ہر انسان اچھا نہیں لگ سکتا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اس سے نفرت کرنا شروع ہو جائیں۔ نفرت آگے جا کر فساد کھڑا کر دیتی ہے اور اس سے کئی بڑے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے فساد پھیلانا کبیرہ گناہ ہے۔ایسے میں جب ہمیں کوئی انسان اپنی کسی خاص حرکت یا رویے کی بنا پر ناپسند ہوتا ہے تو ہمیں اس سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔اس کے لیے دل میں محبت نہ سہی کم از کم انسانیت ہونی چاہئے۔ایسے انسان ہمارے ارد گرد ہوتے ہی ہیں، بعض دفعہ ہمارے گھر میں ہی ہوتے ہیں۔ کچھ سگے بہن بھائی ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں جبکہ دونوں مسلمان ہیں۔

کسی کے لیے دل میں نفرت نہ پیدا ہونے دیں۔ کوئی ناپسند ہے تو اس کے بارے میں خاموشی اختیار کر لینی چاہئے۔ نفرت انسان کو انسانیت سے گرا دیتی ہے۔ احساس ختم ہو جاتا ہے۔ خاموشی سے یہ ہوگا کہ نفرت پیدا نہیں ہوگی اور نہ اسے بڑھاوا ملے گا۔ یہی اگر ہم اس کے خلاف ایک ہی بات کریں گے تو نفرت کا بیج مٹی سے باہر آ جائے گا اور پھر بات سے بات نکلتی جائے گی۔ یہ باتیں اس بیج کو تناور درخت بنا دیں گی۔

وہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ”جس کے دل میں کسی دوسرے کے لیے رائی کے دانے کے برابر بھی بغض، کینہ یا حسد ہو گا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا (مفہوم)“

ہم نماز پڑھتے ہیں اور دوسروں کے لیے کینہ بھی رکھتے ہیں تو کیا ہماری نمازیں ہمیں جنت میں لے جانے کے لیے کافی ہوں گی؟ نہیں......ایک ناپسندیدہ انسان کی وجہ سے ہم جنت میں کیوں نہ جائیں؟ اب وہ انسان ہمارے لیے اتنا اہم ہو گیا تھا کہ ہم نے اس کے بارے میں باتیں کر کر کے اپنی جنت کی ٹکٹ خود ہی پھاڑ دی؟ یہ تو ہمارا ہی نقصان ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں، ایک چپ سو سکھ۔

دل میں نفرت کو کبھی جگہ نہیں دینی چاہیے ورنہ یہ انسان کو گہری کھائی میں گرا دیتی ہے جہاں سورج کی ایک کرن بھی نہیں پڑتی۔ انسان اسی اندھیرے میں مر جاتا ہے۔

دل میں صلہ رحمی اور انسانیت کو جگہ دینی چاہیے۔ یہ رویہ انسان کو ایسی بلندیوں پہ لے جاتا ہے کہ ساری دنیا اس کے لیے قابل تسخیر ہو جاتی ہے۔

اللھم الرحم علی حالنا۔

اللہ ہمارے حال پہ رحم فرمائے۔

☆☆☆☆☆

”میری بات آگے پہنچاؤ بھلے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ (مفہوم الحدیث)“

یہ سفر نامہ کوئی لیکچر نہیں ہے۔ یہ بس وہ باتیں ہیں جو ہمیں پہلے سے معلوم ہیں پر ہم ان پہ عمل نہیں کرتے۔ یہ سب ہمیں اسکول میں بھی سکھایا جاتا ہے اور اخلاقیات میں بھی لیکن ہم ان پہ اتنی توجہ نہیں دیتے۔ میں نے خود وہاں یہ سب دیکھا ہے تبھی میں نے سوچا کہ اسے آگے پہنچاؤں کہ زندگی کا اصل مقصد ہماری آنکھوں اور ذہنوں سے ہٹتا جا رہا ہے۔ ہم نے اسے دھندلا نہیں ہونے دینا۔

☆☆☆☆☆

باجی اور امی گھنٹے بعد واپس آئے تھے۔ باجی نے بتایا کہ وہ امی کو طواف کروا رہی تھیں تو اسی لیے لیٹ ہو گئے۔ امی نے کہا کہ ہمارا انتظار نہ کیا کریں کیونکہ ہم نے اپنا حساب دیکھنا ہے۔ جس نے بھی جلدی واپس آنا ہے وہ آجائے۔ جس نے رکنا ہے وہ رک جائے۔ پھر یہ فیصلہ ہوا کہ جاتے ہوئے کمرے کی چابی ریسیپشن پہ جمع کروادی جائے تاکہ جو پہلے آئے وہ کمرہ کھول لے۔

یہ بات مجھے اچھی لگی۔ اب اس کا یہ فائدہ تھا کہ اکیلا بندہ اپنی عبادات بغیر کسی حد بندی کے کرتا رہے۔ کسی نے طواف کرنا ہے کسی نے نفل کسی نے قرآن...... تو بجائے اس کے کہ ایک بندہ دوسرے کی وجہ سے اپنی عبادت طویل نہ کرے، اس سے اچھا ہے کہ ایک دوسرے کا انتظار نہ کیا جائے۔ اب جیسے ہم مردوں والی سائڈ پہ تھے۔ وہاں بھی ہم گم جاتے تھے اب بندہ کتنی دیر کسی کا انتظار کرتا رہے؟ وقت کا ضیاع نہیں تو اور کیا ہے؟

خاص طور پہ جب آپ کے ساتھ آپ کا کوئی جاننے والا محوِ عبادت ہو تو دل میں وہ خیالات جنم لے ہی نہیں پاتے جو اکیلے بندے کے دل میں آتے ہیں۔ شیطان وسوسے ڈالتا ہے کہ میرے ساتھ والا مجھے نوٹ کر رہا ہے۔ مجھے جج کر رہا ہے۔ میں اگر رویا تو وہ کہے گا کتنا نیک بن رہا ہے۔ عجیب...... شیطان بھی بڑا کوئی ڈیش قسم کا جن ہے۔ آہو......

انسان جب اکیلا اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کے لیے اللہ کی کتنی اہمیت ہے۔ وہ اللہ کے سامنے روتا ہے گڑگڑاتا ہے۔ التجا کرتا ہے۔ اس وقت اسے اس بات کا کوئی وسوسہ نہیں ہوتا کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔ تب صرف وہ ہوتا ہے یا اس کا اللہ...... عبادت کا لطف تب ہی سب سے زیادہ آتا ہے۔

ٹپ ٹائم......

یہ میری ٹپ ہے سب کے لیے کہ آپ وہاں جائیں تو اپنی الگ عبادات ضرور کریں۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی بوڑھا بندہ ہے جسے وہیل چیئر والا پرابلم ہے تو بھی آپ کچھ وقت اکیلے عبادت کریں۔ کوشش ہی اللہ دیکھتا ہے۔ اللہ دیکھتا ہے کہ کس نے میرے لیے کتنا ٹائم نکالا ہے؟ کتنی جستجو کی ہے؟ کتنی کوشش کی ہے؟

اب آپ دیکھیں کہ ہم اتنی دور سے اللہ کے گھر جاتے ہیں۔ پیسہ وقت سب کچھ لگا کر۔ وہاں جا کر بھی ہم لیم ایکسکیوززپیش کریں کہ فلانی وجہ سے ہم عبادت نہیں کر پائے تو کیا ہم بد قسمت نہیں ہوئے؟ ظاہر ہے ہوئے۔ اتنی دور گئے اور عبادت وہی پانچ نمازیں پڑھ لیں اور بس...... عبادت ختم۔ کچھ ایکسٹرا کیا ہی نہیں۔ کوئی کوشش کی ہی نہیں۔ پھر کیا لینے گئے تھے ہم وہاں؟ نمازیں تو اپنے گھروں میں بھی ہم پڑھ لیتے تھے۔ اتنی دور بس نماز پڑھنے گئے جو ویسے ہی ہم پر فرض ہے؟ کچھ ایکسٹرا کیوں نہ کیا؟

"اے اللہ ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دے اور ہماری عبادات قبول و منظور فرما۔ آمین۔"

یہ دعا مجھے کسی نے بتائی تھی۔ میں نے جانے سے پہلے بھی یہ دعا کی تھی اور وہاں بھی یہ دعا کی تھی۔ دعا میں بے حد برکت ہے۔ اسے کبھی نہ چھوڑیں۔ جتنی ہو سکے دعا کریں۔ اللہ ہی قبول کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

کھانا کھا کر ہم سو گئے۔

فجر سے قبل ہماری آنکھ کھلی تو ہم فجر پڑھنے حرم چلے گئے۔ اب حرم میں نہ دن ہے نہ رات ہے۔ لوگوں کا سمندر ہمہ وقت حرم کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور وہاں سما بھی جاتا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔

بابِ فہد کی بائیں جانب سورج کی آمد کی خبر آسمان نے سنادی تھی۔ وہاں روشنی کا ایک الگ عالم تھا۔ بہت ہی خوبصورت منظر تھا وہاں کا۔

واپس آ کر ہم سو گئے اور پھر صبح گیارہ بجے ہی تائی امی کے بار بار بلانے پہ میں اٹھا۔ایک تو وہاں اے سی ہے اور اوپر سے رضائی اتنی گرم۔ سردیوں والی فیلنگز آ رہی تھیں۔ابھی اس وقت بھی میں رضائی اوڑھے بیٹھا ہوں۔رات کے دو کے قریب وقت ہے اور کمرے میں لائٹ نہیں ہے کیونکہ چھوٹی بہن صاحبہ آرام فرما رہی ہیں۔ کی بورڈ پہ اردو لکھ لکھ کر اتنی عادت ہو گئی ہے کہ اب بغیر دیکھے بھی لکھ لیتا ہوں اور کبھی کبھار ہی غلطی ہوتی ہے اللہ کا شکر۔

خیر......میں اٹھنے کے معاملے میں بہت سست ہوں۔دس بارہ آوازوں سے پہلے تو میں کُسکتا (پنجابی ہے پر انگریزی میں ریسپانس دینا) ہی نہیں۔دل پہ اینٹ رکھ کر اٹھنا پڑتا ہے۔

"اٹھو ناشتہ کرو پھر ظہر کی نماز پڑھنے جانا ہے۔"

ناشتہ ڈن......

ٹپ ٹائم......

اپنے ساتھ ایک Electric Kettle رکھ لیں۔چائے بنانے میں آسانی ہو گی۔پانی گرم کرنے کے لیے آن کریں تو ٹی بیگز سائڈ پہ ہی لٹکا لیں تاکہ قہوہ بن جائے پھر اس میں سوکھا دودھ مکس کر کے چائے سے لطف اندوز ہوں۔اب جن کو فریش دودھ کی چائے کی عادت ہے تو انہیں کمپرومائز کرنا پڑے گا۔

میں تو ساتھ بسکٹ کے ڈبے لے کر گیا تھا۔کبھی کبھی unfilled سا لگتا تھا تو میں چائے بسکٹ ڈپھ (کھا) لیتا تھا۔ہم پانچ بندے تھے تو کبھی کسی نے زیادہ یا کم کھا لینا تو یہ ہوتا تھا۔خیر وہاں کھانے کا کنسرن کون لوگ رکھتے ہیں؟وہاں تو عبادت سے کنسرن ہوتا ہے۔عبادت جو فرض کے علاوہ ہو۔

ٹپ ٹائم......

جیسے پاکستان میں اب ڈالر سیل بہت عام ہو چکی ہے ناں تو وہاں بھی ایسی دکانیں موجود ہیں۔ایک دو تین پانچ دس ریال کی چیزیں ہوتی ہیں وہاں۔ تسبیح جائے نماز وغیرہ بہت کچھ ہوتا ہے وہاں۔ جگہ جگہ یہ والی

دکانیں نظر آجائیں گی۔ ہم ہوٹل سے باہر نکلتے تھے تو سامنے ہی یہ والی دکانیں تھیں۔ میں نے ادھر سے ہی دوستوں کے لیے جائے نماز لیے تھے۔ اچھا ٹاپ پہ واپس آتے ہیں۔

انہیں دکانوں سے ناں ایک بوتل ملتی ہے نیلے رنگ کی اور پلاسٹک کی۔ اسے فولڈ کر سکتے ہیں اور اس کے ایک کونے پہ ڈھکن لگا ہوتا ہے۔ شاید آپ کے پاس ہو۔ جو بھی وہاں جائے وہ دو تین بوتلیں خرید لے۔ اس میں ڈھائی تین لیٹر پانی آجاتا ہے۔ وہاں ہوٹلوں میں پینے کا پانی نہیں دیتے وہ کمروں میں۔ دیتے بھی ہوں گے پر ہم نے وہاں یہ بوتلیں استعمال کیں۔ ہم یہ بوتلیں حرم لے جاتے تھے اور وہاں سے آبِ زمزم بھر کر لاتے تھے۔ ایک بوتل میرے اور دوسری بوتل باجی کے کندھوں پہ سوار ہوتی۔ ہم نے وہاں نارمل پانی نہیں پیا بس آبِ زمزم ہی پیا۔ آب زمزم کی کیا ہی بات ہے۔

آبِ زمزم......

پرانے وقتوں میں واپس جائیں۔

شدید گرمی ہے......پتھریلی زمین ہے......ماں بیٹا اکیلے ہیں...... گرم ہوائیں ان کے مونہوں کو گرمائش پہنچا رہی ہیں...... اسماعیلؑ رو رہے ہیں اور...... روتے روتے وہ اپنی ایڑھیاں زمین پہ مارتے ہیں......ہاجرہؑ فکر میں صفا مروۃ پہ چکر لگا رہی ہیں......اور پھر......ایک دم وہ رک جاتی ہیں......وہ اسماعیلؑ کے پاس پانی دیکھتی ہیں اور بھاگی چلی آتی ہیں......ان کی فکر دور ہو جاتی ہے......وہ اللہ کا چکر ادا کرتی ہیں...... پانی بہتا رہتا ہے......وہ اسے کہتی ہیں زم زم......رک جا......وہ ٹھہر جاتا ہے......پھر وہ اس چشمے کے گرد پتھر کی باڑ لگا دیتی ہیں......پانی وہاں سے باہر نہیں آتا......

اب آپ دیکھیں کہ انہیں اللہ پہ کیسا یقین تھا۔ کیسا ایمان تھا ان کا۔ ہم سوچ نہیں سکتے۔ ہم نے اپنا ایمان ان کی طرح ہی مضبوط کرنا ہے۔ عمرۃ کرنا ہے اور اس کے پسِ منظر کو یاد کرنا ہے۔ اس سے سیکھنا ہے۔ اس پہ عمل کرنا ہے۔

جب ابراہیمؑ جانے لگے تو انہوں نے کہا تھاناں کہ اللہ کا حکم ہے تو چلے جاؤ۔ وہ ہماری حفاظت کرلے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ یہ ایمان ہی تھا کہ وہ اکیلی وہاں رکنے پہ راضی ہو گئیں۔ یہ ایمان ہی تھا جس نے انہیں تپتی دھوپ سے لڑنے کی ہمت دی۔ یہ ایمان ہی تھا جس نے آبِ زمزم کا چشمہ پھوڑ دیا تھا۔

جب انسان مشکل وقت میں اللہ پہ ایمان رکھتا ہے اور اللہ سے مدد چاہتا ہے اور اللہ کو اپنا محافظ تسلیم کرلیتا ہے تو اللہ پتھر پھاڑ کر چشمے بہا دیتا ہے۔ حالات چاہے جیسے بھی ہوں، تپتی دھوپ ہو یا بلکتے آنسو...... بھوک ہو یا حلق خشک کرتی پیاس......اللہ پہ ایمان ہو تو یہ سب مٹ جاتا ہے اور پتھروں سے چشمے بہہ نکلتے ہیں۔ ہمیں اپنا ایمان اللہ رب العزت کی ذات پاک پہ ایسا ہی مضبوط رکھنا چاہئے۔ گرم موسم ہم سب نے دیکھا ہے۔ بھوک پیاس سب نے برداشت کی ہے۔ ہم نے اس کے نتائج بھی دیکھے ہیں لیکن اگر ہم اس مشکل وقت میں اللہ پہ ہاجرہؑ جیسا ایمان رکھیں تو آبِ زمزم جیسا معجزہ ہم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اللہ پہ ایمان کی ایک یہ مثال پہلے میں نے کبھی نہیں سوچی تھی لیکن جب میں سعی کر رہا تھا تو مجھ پہ یہ انکشاف ہوا۔ مکہ کے پہاڑ اتنے پتھریلے ہیں کہ پہلی نظر دیکھ کر انسان حیرت کا شکار ہو جاتا ہے کہ اسے توڑنا کتنا مشکل ہو گا؟ لیکن اللہ نے ان کا ایمان دیکھتے ہوئے پتھر توڑ دیے تھے۔

آبِ زمزم کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اس میں ستر بیماریوں کی شفا ہے"۔

یہ جو میں اب اللہ کے حکم سے لکھنے جا رہا ہوں یہ وہ احساس ہے یا وہ قیمتی لمحات ہیں جب مجھے آبِ زمزم سے محبت ہو گئی تھی۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو میرے لیے نئی تھی شاید آپ کے لیے بھی نئی ہو۔

ہم میں سے جب بھی کوئی حرمِ پاک جائے تو وہاں آب زمزم سے فیض یاب ضرور ہو۔ آب زمزم وہاں جگہ جگہ موجود ہے۔ جگہ جگہ کولر ہیں۔ پیچھے کر کے ٹونٹیاں ہیں اور اتنی زیادہ ہیں کہ شمار نہ ہو سکیں۔ آب زمزم پیٹ بھر کر پئیں۔ جہاں نظر آئے وہاں ایک گلاس یا آدھا گلاس پی لیں۔ سب سے ضروری کام پھر یہ کریں کہ ہاتھ گیلا کر کے پانی اپنے چہرے پہ لگائیں، بازو، ہاتھ، پاؤں، گردن، کاندھے، آنکھ، ناک،

کان......غرض ہر ممکن جگہ پہ لگائیں۔اف......مجھے بے حد افسوس ہے کہ یہ کام میں ایک دن وہاں نہ کر سکا۔پتا نہیں کیوں پر میں نے نہیں کیا۔جہاں جہاں مجھے پانی نظر آیا میں نے ایسے ہی ہر جگہ لگایا اور ساتھ ساتھ دعائیں بھی کیں کہ جہاں جہاں میں پانی لگاؤں وہ وہ حصہ صحت منداور تندرست رہے، آمین۔پلیز یہ کام مِس نہ کرنا ایک دن بھی۔اللہ مجھے دوبارہ بلائے تو میں کبھی یہ موقع ضائع نہ کروں۔اور ناں......جب ٹھنڈ کروا کر آبِ زمزم سر پہ ڈالتے ہیں تو......آئے ہائے......مزہ ہی آجاتا ہے۔پاپا مجھے کہتے تھے کہ جب یہ کروگے تو دیکھنا کتنا مزہ آتا ہے۔

ہم سب ایسا ہی کرتے تھے۔یہ کرتے ہوئے تو میرا احرام الدین بھی گیلا ہو جاتا تھا۔باجی اور میں تو اسے mini bath کہتے تھے۔واقعی ہم گیلے ہی ہو جاتے تھے۔Nostalgia

آبِ زمزم ہمارے لیے معجزہ ہی ہے۔میں نے اپنی آنکھوں سے اسے معجزہ ہوتے دیکھا ہے۔ماشاء اللہ لاکھوں کروڑوں لوگ وہاں ہمہ وقت ہوتے ہیں۔ہر جگہ جہاں آبِ زمزم ہے وہاں رش لگا رہتا ہے۔ہم جب حرم کے باہر لگی ٹونٹیوں سے بوتلیں بھرتے تھے تو کتنی کتنی دیر بعد باری آتی تھی۔ماشاءاللہ۔سبحان اللہ۔اتنی عوام پانی بھرتی ہے پر مجال ہے جو پانی ختم یا کم ہی ہوتا ہو۔اسی آبِ زمزم کی وجہ سے ہی مکہ آباد ہوا تھا۔جہاں چشمہ تھا وہاں سے ایک قافلہ گزرا اور پانی دیکھ کر وہیں قیام کر لیا۔پھر ایسے ہی شہر بڑھتا گیا اور آج دیکھ لیں۔

تایا ابو بتا رہے تھے کہ آب زمزم کے کنویں کے ارد گرد کھدائی کی گئی تو کہیں بھی پانی نہیں تھا بس اسی جگہ پانی تھا۔

زمزم قیمتی ہے۔جب بھی میسر ہو اس قیمتی پانی کو اپنے اندر اتاریں اور خود کے قیمتی ہونے کی دعا کریں۔

☆☆☆☆☆

پہلا دن......

تکنیکی طور پہ وہ دوسرا دن تھا۔ پہلا دن تو عمرۃ اور سونے میں گزر گیا تھا۔

اب مجھے پتا تھا کہ بغیر احرام کے میں مطاف میں نہیں جا سکتا لہذا میں نے احرام پہن لیا۔ میں نے اوپر ٹوپی بھی پہن لی۔ وہ تایا ابو کی ٹوپی تھی مجھ پہ سوٹ کی تھی بہت۔ یہ اوپر جو میں نے ظہر کی نماز پڑھنے جانے کا ذکر کیا یہ اسی دن کی بات ہے۔

ہم سب ایک ساتھ ہی ہوٹل سے نکلے۔ ظہر میں ابھی وقت تھا۔ جمِ غفیر حرم کی طرف رواں دواں تھا۔ تائی امی کی وہیل چیئر میں اور باجی باری باری چلاتے تھے۔

حجرۃ روڈ کے سامنے ہی کبوتروں کے غول موجود ہوتے ہیں۔ وہ بہت پیارا منظر ہے۔ میں اور باجی بھاگ بھاگ کر کبوتروں کے درمیان سے گزرتے تھے تو کبوتر ڈر کر اڑ جاتے تھے۔ مجال ہے جو ایک بھی کبوتر آپ کے ساتھ لگتا ہو۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک لڑکا کبوتروں کے درمیان جا کر بیٹھ گیا۔ اس کے ارد گرد بے شمار کبوتر تھے جو دانہ چگ رہے تھے۔ اس نے کیمرہ کھول رکھا تھا اور پھر ایک دم وہ اٹھا تو سارے کبوتر بھی اڑ گئے۔ اس نے یہ منظر کیمرے میں محفوظ کر لیا تھا۔ دیکھ کر بڑا اچھا لگا۔ اس کے بعد ہی میرا دل کیا تھا کہ کبوتروں کے ساتھ چھیڑ خانی کریں۔

"کبوتر وی کیہندے ہون گے کہ کیہڑے پاگل آ گئے نے (کبوتر بھی کہتے ہوں کہ کون سے پاگل آ گئے ہیں)۔" تایا ابو نے کمنٹ پاس کیا۔

میں اپنا شولڈر بیگ کبوتروں کی طرف کرتا تو وہ اڑ جاتے تھے۔ بڑے پیارے لگتے تھے۔ پہلے پہل تو میں احرام کی چادر سے ہی انہیں ڈراتا تھا۔

ٹپ ٹائم......

احرام کی بات نکل پڑی ہے تو مرد حاضرات کے لیے ایک ٹپ ہے کہ وہ اپنے احرام کو بیلٹ سے کسیں تاکہ چلنے میں آسانی ہو۔ مجھے شروع میں بہت دقت ہوئی تھی توبہ۔ احرام الدین قابو میں ہی نہیں آ رہے تھے۔ دوسرے دن جا کر مجھے سمجھ آئی ایک بات، جو میں یہاں لکھنے سے قاصر ہوں۔ خیر بعد میں میرا احرام والا مسئلہ بھی حل ہو گیا تھا کیونکہ میں نے وہاں لوگوں کو Observe کیا۔ مجھے کافی اندازہ ہو گیا تھا۔

بابِ عبدالعزیز کی طرف سیدھا راستہ بند تھا اور آگے فہد والا کھلا تھا۔ خیر اب جہاں سے بھی کھلا ہوتا ہم نے جانا تو تھا ہی۔ میں پہلے دن سوچ میں بھی رہا کہ وہ راستے کیوں بند کرتے ہیں؟ لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ نمازیوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ اللہ معاف کرے مجھے اتنی ہنسی آئی ان کی ذہنیت دیکھ کر۔ بھلا انہیں کیا ملے گا ہمیں تکلیف دے کر۔ وہ تو حاجیوں کی اتنی عزت کرتے ہیں کہ کیا بتاؤں۔ لوگ بھی ناں......

میں نے کیمرہ کھول کر کچھ مناظر ریکارڈ کئے اور کچھ میں نے اسٹریک کے ذریعے اپنے دوستوں اور رشتے داروں کو بھیجے۔ سب نے مجھے آ کر کہا کہ تم نے ہمیں یہاں بیٹھ کر ہی سب کچھ بتا دیا ہے۔ میں جہاں بھی جاتا تھا اسٹریک بنا کر بھیجتا تھا۔ مجھے یاد ہے جب انٹرنیٹ ملتا تو اکھٹی بیس تیس streaks جاتی تھیں۔ میں نے ایک ایک جگہ سب کو دکھائی تھی اور کچھ میں وائس اوور بھی کر کے بتایا تھا۔

انکل اور ابو چونکہ عام کپڑوں میں تھے تو بابِ فہد سے ان کا داخلہ ممنوع تھا۔ ہم تینوں اندر چلے گئے۔ ہم مطاف میں جانے لگے تو شرطہ پائین (بھائی) نے ہمیں روک لیا۔ ہم نے اشارے سے بتایا کہ نیچے وہیل چیئر لے کر جانی ہے تو کہتا...... لالا...... اور آگے کی طرف اشارہ کرنے لگا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں وہیل چیئرز چلتی ہیں۔

اسی فیر اوس پاسے ٹر گئے (ہم پھر اس طرف چلے گئے)

بابِ فہد کے سامنے جو کعبہ کا کونا ہے وہ رکنِ یمانی ہے۔ حجر اسود اس سے اگلا کونا ہے۔ وہ بابِ عبدالعزیز سے داخل ہونے پہ ساتھ ہی ہے۔ ہم پھر حجر اسود تک پہنچے۔ سوچ یہی تھی کہ امی کو طواف کروانا

ہے تو میں اور باجی ایک ایک چکر میں پہیے والی کرسی (خالص اردو) چلائیں گے۔اب چلنا تو تب بھی تھا تو میں نے کہا کہ کیوں نہ ہم بھی ساتھ اپنا طواف کر لیں۔ چل تو رہے ہی ہیں۔ پھر ہم نے ایسا ہی کیا۔

طواف کیا پر سکون عبادت ہے۔

طواف کے دوران کوشش کریں کہ کعبہ کو دیکھ کر ہی دعائیں کریں۔اگر آپ کہیں سے دیکھ کر دعا پڑھ رہے ہیں تو اس کے ختم ہونے پہ کعبہ کو دیکھ کر آمین کہہ دیں۔ میں تو ایسے ہی کرتا تھا۔

اب اوپر والے حصے میں طواف کے دوران آپ کعبہ کو دیکھ رہے ہوں تو جب سامنے ستون آتا ہے ناں تو اتنا غصہ آتا ہے۔اف کب یہ ستون مکنا (ختم ہونا) ہے ؟کعبہ کو دیکھ کر جو سکون انسان کے اندر اترتا ہے اس کی مثال کوئی نہیں۔ سوچیں کعبہ کو دیکھ کر اتنی محبت کا احساس ہوتا ہے تو جب ہم اس کعبہ کے مالک،اللہ رب العزت کو جنت میں دیکھیں گے تو تب کیا حالت ہو گی ؟ان شاءاللہ۔

اوپر والا طواف نیچے سے کافی لمبا ہے پر جب آپ چلنا شروع کرتے ہیں تو پھر آپ رکتے نہیں۔ بس چلتے ہی رہتے ہیں کہ آدھا رہ گیا ہے۔ پانچ رہ گئے ہیں۔ چار، تین،دو،ایک چکر رہتا ہے۔ایسے ہی سات چکر پورے ہو جاتے ہیں۔ پھر مقامِ ابراہیم کے سامنے دو نفل ادا کرتے ہیں۔

یہ جگہ گراؤنڈ فلور کے برابر ہی ہے۔ مطاف نیچے ہے۔ یہاں حجر اسود کا اشارہ ایک سبز بتی ہے۔ یہاں سے چکر شروع اور ختم ہوتا ہے۔ وہیں سے ہاتھ اٹھا کر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے تھے ہم۔

☆☆☆☆☆

حجر اسود......

نبی علیہ صلوۃ وسلام نے فرمایا ہے کہ

”حجر اسود جنت سے آیا ہوا ایک پتھر ہے۔ یہ پہلے سفید تھا پر یہ ابنِ آدم کے گناہوں کی وجہ سے کالا ہو گیا ہے۔“

حجر اسود کو بوسہ دینے سے انسان کے گناہ مٹ جاتے ہیں کیونکہ یہ پتھر انسانی گناہوں کو اپنے اندر جذب کرلیتا ہے تبھی اس کا رنگ کالا ہو گیا ہے۔ یہ بات ہمیں حدیث پاک سے معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو مخاطب کرنے والے انداز میں فرمایا جس کا مفہوم میں یہاں لکھ دیتا ہوں۔

"حجر اسود تُو نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ میں تجھے صرف اس لیے بوسہ دیتا ہوں کیونکہ میرے نبی ﷺ تجھے بوسہ دیا کرتے تھے۔"

میں اس بات کو سن کر اتنا حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ انہیں اپنے ایمان کی کتنی فکر تھی۔ انہوں نے کتنی حفاظت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے کہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ حجر اسود کو نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر بوسہ دیتا ہے۔ انہوں نے اسی وقت یہ بات کہہ دی تھی۔ اللہ ان کی قبر پہ رحمتوں کا نزول فرمائے۔ ہمیں بھی ان جیسا ایمان رکھنے کی توفیق دے۔

وہاں میں نے یہی دیکھا ہے۔ ایمان......

ہر چیز جو میں نے محسوس کی۔ اس کے پسِ منظر میں جو بھی واقعہ ہوتا تھا اس کا سرا ایمان تک جا ملتا تھا۔ غرضیکہ ہر چیز انسان کو یہ پیغام پہنچا رہی تھی کہ اس نے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی ہے۔ ایمان وہ نعمت ہے جو اللہ کی رحمت سے ہی عطا ہوتی ہے۔ غیر مسلموں کے پاس ہر دنیاوی نعمت ہے لیکن ان کے پاس ایمان نہیں ہے۔

ایمان دنیا اور آخرت دونوں میں انسان کی کامیابی کا ضامن ہے۔

ایمان کیا ہے؟

اللہ کو ایک ماننا؟ اس کے نبیوں کو ماننا؟ فرشتوں کتابوں اور آخرت پہ یقین؟ بس؟

کیا ایمان بس یقین ہونے کو ہی کہتے ہیں؟

نہیں...... ایمان اس یقین سے بڑھ کر ہے۔

ایمان ہو تو انسان اللہ کو ایک مانتا ہے پھر اس پہ اپنے دل کو قائم رکھتا ہے۔اپنے دماغ کو بھٹکنے نہیں دیتا۔وہ اللہ کو مانتا ہے اور اللہ کی بھی مانتا ہے۔ایمان ہی وہ جذبہ ہے جس سے انسان اللہ کو اپنے قریب محسوس کرتا ہے۔سب سے پہلے توحید کی بات اسی لیے آتی ہے جب انسان کا ایمان مضبوط ہو گا تب ہی وہ آگے نماز روزہ کی تکمیل کرے گا۔ایک انسان کا ایمان شک میں ہے تو وہ نماز کیسے پڑھے گا؟ اسے کیسے یہ یقین ہو گا کہ نماز کے وقت اللہ اس کے سامنے ہے؟ وہ کیسے محسوس کرے گا کہ نماز میں وہ اللہ سے ہم کلام ہے۔وہ روزہ کس کے لیے رکھے گا؟

ایمان کی مضبوطی ہی انسان کو اللہ کے ہونے کا احساس دلاتی ہے۔جس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے وہ ہر بات کو اللہ تک لے جاتا ہے۔اسے ہر چیز میں اللہ کی یاد آتی ہے۔زمین و آسمان کو دیکھتا ہے تو اللہ کی قدرت دیکھتا ہے۔اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو اللہ کی پہچان ہوتی ہے۔

اللہ پہ ایمان ایسا پختہ ہونا چاہئے کہ انسان موسلا دھار بارش میں بھی خود کو بادلوں سے ڈھکا ہوا محسوس کرے۔آسمان پہ بجلی چمکے تو اس کا ایمان ہو کہ اللہ مجھے اس بجلی کی زد میں آنے نہیں دے گا۔زمین تنگ ہوتی محسوس ہو تو اس کا ایمان اسے گواہی دے کہ اللہ وسعتوں کا مالک ہے،وہ زمین کو اس پہ تنگ ہونے نہیں دے گا۔

اللہ انسان کا ایمان دیکھتا ہے۔اسے انسان کی دولت ، شکل و صورت اور حسب و نسب میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔اور جو انسان اللہ پہ پختہ ایمان رکھتا ہے تو پھر اللہ اسے اندھیروں سے نکال کر روشنیوں میں داخل کر دیتا ہے۔

اللہ ہم سب کا ایمان مضبوط کرے اور سلامت رکھے۔آمین۔

حجر اسود پہ واپس آتے ہیں۔

ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حجرِ اسود کا بوسہ لے لے۔ ہمیں یہ یقین ہے ناں کہ اس کا بوسہ لینے سے ہمارے گناہ مٹ جائیں گے۔ جو بھی وہاں جاتا ہے وہ یہ سوچ کر جاتا ہے کہ اس پتھر کو لازمی بوسہ دینا ہے لیکن...... لیکن یہاں بیٹھے ہوئے کسی کو بھی یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ حجرِ اسود کا بوسہ لینا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں رہا اب۔

اللہ کے گھر پوری دنیا سے لوگ آتے ہیں اور سب کا یہی دل ہوتا کہ جو جو اس نے پڑھا ہے وہ اس پہ عمل بھی کرے۔

ہماری بھی یہی خواہش تھی۔

پر آپ یقین کریں کہ حجرِ اسود کے گرد لوگ ایسے اکٹھے ہوئے ہوتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں ہوں۔ وہاں کا نظام ٹھیک نہیں ہے۔ میں حطیم کے بارے میں لکھوں گا تو بتاؤں گا وہاں کیا ہوتا ہے۔ پتا نہیں انہوں نے حجرِ اسود والے حصے کو کیوں نہیں مینج کیا ہوا؟ اللہ کرے کر دیں تاکہ ہمیں بھی بوسہ نصیب ہو۔

میں ایک بار حجرِ اسود سے بس دو قدم کی دوری پہ تھا لیکن ان دو قدموں کے درمیان کوئی دس لوگ تھے جو آپس میں چپکے ہوئے تھے۔ میں پھر پیچھے ہٹ گیا۔ وہاں اندر سے ایک آدمی باہر آیا توبہ...... پسینو پسین (پسینے سے شرابور) اس کے منڈے ہوئے سر پہ پسینہ تھا اور احرام کی اوپر والی چادر پتا نہیں کہاں تھی؟ اسے دیکھ کر میرا دم گھٹنے لگا۔ میں پھر آگے نہیں گیا۔

نبیؐ نے فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ

”اگر حجرِ اسود کا بوسہ لینا ممکن نہ ہو تو دور سے ہی ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر دیا جائے تو وہ بھی بوسہ لینے کے مترادف ہے۔“

اور قرآن میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ

”اور اللہ تمہارے لیے آسانی کو پسند کرتا ہے اور تنگی کو پسند نہیں کرتا (مفہوم)۔“

ٹھیک ہے سب کا دل کرتا ہے لیکن مسئلہ پتا کیا ہے؟ وہاں دھکم پیل بہت زیادہ ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوتے ہیں۔ ہاتھ لگانا اتنا مشکل ہوتا کجا بوسہ دینا۔ میں کہتا ہوں وہاں اندر تک جانا بہت دل گردے کا کام ہے۔ مجھ جیسے انسان کو تو، قے آجائے جتنی وہاں گھٹن ہوتی ہے۔ مجھے تو حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے اندرونی حصوں سے گزرتے ہوئے بھی اکثر گھٹن ہوتی تھی کیونکہ وہاں بہت رش ہوتا تھا۔ وہاں حبشیوں نے بہت کام خراب کیا ہوتا ہے۔ وہ تو توبہ کسی کو آگے آنے نہیں دیتے۔ صفحہ ہی پھاڑ دو۔ ایک دوسرے کو تکلیف دے کر کیا کرنا ہے؟

چلو تکلیف چھوڑیں۔

مجھے یاد ہے ایک بار میں رات کو طواف کر رہا تھا تو حطیم کی لائن لگی تھی۔ میں بھی لائن میں لگ گیا اور وہ لائن حطیم سے ہوتی ہوتی حجر اسود تک آگئی۔ یہ لائن کعبہ کے دو کناروں کو گھیرے ہوئے تھی۔ میں بالکل آخر پہ تھا اور حجر اسود میرے دائیں طرف تھا۔

اللہ معاف کرے۔ اللہ معاف کرے۔ یہ بتاتے ہوئے بھی مجھے عجیب لگ رہا ہے کہ میں وہاں بیس منٹ کھڑا رہا اور اس دوران مجھے حجر اسود کے پاس سے اتنی چیخوں کی آوازیں آئیں۔ لوگوں کے لڑنے کی آوازیں آئیں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ وہ وہاں سے باہر نکلی تھی۔ اللہ معاف کرے بیچاری بوکھلائی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس کے سر پہ چادر نہیں تھی۔ اس کے بال پسینے سے بھیگ کر ماتھے پہ چپک گئے تھے۔ اس کا برقعہ کھل چکا تھا۔ وہ حواس باختہ تھی۔ مجھے دیکھ کر اتنا دکھ ہوا کہ وہ بیچاری وہاں کیا کرنے گئی تھی؟ اپنے گناہ مٹانے؟ بے پردہ ہو کر آئی واپس۔ وہاں نہیں دیکھتے کہ عورت ہے تو اسے بوسہ لینے دو۔ نہیں، توبہ، مرد عورتوں کو بھی دھکے دے رہے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کے گھر کا منظر ہے۔ استغفر اللہ۔ میں بس اس لیے لکھ رہا ہوں کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے ورنہ یقین کریں مجھے لکھتے ہوئے وہ منظر یاد آرہا ہے اور مجھے اتنا عجیب لگ رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی انسان وہاں بوسہ دینے جاتا ہے۔ بوسے سے پہلے وہ بیس تیس لوگوں کو دھکے دے کر پیچھے کرتا ہے۔ راستے میں عورت ہو تو اسے بھی دھکا دے کر ہٹائے گا اور پھر وہ بوسہ لے گا۔ اس دوران کسی کا پیر زخمی ہو جائے تو اسے پرواہ نہیں۔ کسی کا سانس بند ہو جائے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ دم گھٹ رہا ہے تو خیر ہے۔ عورت بے پردہ ہو رہی ہے تو کوئی ایشو نہیں۔ خیر ہے ناں...... جناب نے بوسہ دے کر اپنے گناہ مٹوا لیے ہیں۔ وہ پاک ہیں اب۔ کیا ایسے پاک ہو جائے گا وہ؟ قطعاً نہیں......

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آسانیوں کو بھی مشکل کر دیتے ہیں پھر اللہ کو ان کی پرواہ نہیں ہوتی۔ باہر سے اشارہ کرنا جب بوسے کے برابر ہے، نبیؐ نے فرمادیا تو پیچھے کیا رہتا ہے؟ بوسہ دیا یا اشارہ کیا...... دونوں میں کیا فرق ہے؟ کچھ بھی نہیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو ہمیشہ آسانی کا راستہ بتایا ہے۔ اس کے قوانین اگر کہیں سخت لگتے ہیں تو اس کے نتائج میں انسان کے لیے آسانی لازماً ہوتی ہے۔ اللہ کا معاملہ ہی آسانی کا ہے۔ اللہ ارادہ کرتا ہے آسانی کا نہ کہ تنگی کا۔ اب اگر ایک انسان بضد ہے کہ نہیں، مجھے تو تنگی ہی پسند ہے تو وہ اللہ سے آسانی کی امید نہ رکھے۔ اسے تنگی پسند ہے تو اسے تنگیاں ہی ملیں گی۔ اللہ سے بہتر ہمارے لیے کوئی نہیں سوچتا۔ وہ آسان حکم دے تو اسے پیچیدہ نہ بنایا جائے۔ جتنی پیچیدگیوں میں انسان جائے گا، گمراہی کے دروازے اس پہ کھلتے جائیں گے۔

اب میں سوچ رہا تھا کہ یہ جو دھکے دے کر بوسہ لیا جائے تو اس دوران جو انسانوں کو تکلیف ہوئی، کسی کی بددعا وصول کی، کسی کو زخمی کیا، کیا یہ بھی مٹ جائے گا؟ دوسرا انسان یہ تکلیف سہہ کر خاموش رہے گا؟ چلو آج وہ کچھ نہ بولے مگر روزِ حشر جب اسے نیکیوں کی ضرورت ہو گی تو وہ کہے گا کہ فلاں نے اس وقت مجھے تکلیف دے کر حجرِ اسود کا بوسہ لیا تھا تو اللہ نے اس کے بوسے سے زیادہ دوسرے کی تکلیف کا حساب لینا

ہے۔ کیا فائدہ ہے؟ اللہ کا حکم آسان ہے۔ نبیؐ بھی طواف کے دوران اشارہ کر کے گزر جاتے تھے تو ہمیں کیا ضرورت ہے ایسے اپنے لیے وبال اکٹھے کرنے کی؟

موقع ملے تو اسے ضائع مت کریں لیکن ایسے دوسروں کو تکلیف دے کر بوسہ لینے سے گریز کریں۔

اللہ کے فضل سے ایک بار مجھے عصر کی نماز میں کعبہ کے دروازے کے عین سامنے، پانچویں صف میں جگہ ملی تھی۔ اللہ اکبر۔ اللہ مجھے وہاں پھر بلائے۔ کیا کیا مناظر اللہ نے مجھے دکھا دیے ہیں۔

اذان میں ابھی وقت تھا۔ پولیس والے نماز سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی حجر اسود اور رکنِ یمانی کی سیدھ میں لوگوں کو نکالنے لگ جاتے ہیں۔ وہ وہاں کونے کی سیدھ میں فیتے کھینچ دیتے ہیں۔ کوئی وہاں سے اندر نہیں آ سکتا۔ مجھے یاد ہے میں بالکل دروازے کے سامنے تھا۔ لوگوں کو کعبہ سے دور کر رہے تھے۔ میں بڑا حیران ہوا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہی وہاں صفائی والا عملہ آ گیا اور...... سبحان اللہ...... انہوں نے اللہ کا گھر صاف کیا۔ دروازے سے نچلے حصے پہ غلاف نہیں ہے۔ وہ سامنے کعبہ کی دیوار ہے۔ انہوں نے ساری دیوار sanitize کی اور اسی طرح لوگوں کو حجر اسود سے دور کر کے اسے صاف کیا۔ دروازہ صاف کیا اور نیچے فرش بھی۔ اسی دوران میرے بائیں طرف فیتے کے ساتھ ساتھ ایک آدمی ہوشیاری کرتا ہوا آیا اور میری والی صف کے فیتے کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اسے لگا تھا شرطوں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ شرطہ پائین (بھائی) نے اسے دیکھا تو فوراً اس کی طرف لپکا۔ شرطے کا جثہ بھی واوا (بہت) تھا۔ دیکھ کر بندہ ڈر جائے۔ اس نے آدمی کو اٹھایا۔ اس نے مزاحمت کی کہ ایک بندے سے کیا فرق پڑتا ہے پر...... ناجی نا...... شرطے نے اسے اٹھا کر ہی دم لیا۔ اگر وہ سختی نہ کریں تو وہاں کا نظام نہ چل پائے۔

میں نے اذان ریکارڈ کی۔ سبحان اللہ۔ میں نے صفائی ہوتے ہوئے ویڈیو بنائی۔ حجر اسود کو پہلی بار میں نے دیکھا تھا۔ وہ واقعتاً کالا سیاہ ہو چکا تھا۔ بالکل اندھیر...... میں نے اس کی بھی تصویر کھینچی۔ توبہ ایک انگل کی

ٹنڈ بار بار حجر اسود کے سامنے آ جائے۔ میں اب ایسے پھنس کر بیٹھا تھا کہ کہیں میری جگہ نہ چلی جائے۔ ہاتھ اب کتنا لمبا کروں؟ خیر مجھے ان کی ٹنڈ سمیت ہی حجر اسود کو capture کرنا پڑا۔ پھر نماز ہوئی۔

اللہ اکبر......

میری تو نظریں نہیں جھک رہی تھیں قیام میں۔ اللہ کا شکر ہے میں نماز میں ادھر ادھر نہیں دیکھتا لیکن سامنے کعبہ تھا۔ اللہ کا گھر۔ میں تو اسے ہی دیکھتا جاؤں۔ کتنا سکون ملا تھا۔ سجدے سے اٹھنے کے لیے امام اللہ اکبر کہے تو میں فوراً اٹھا جاؤں تاکہ کعبہ کو دیکھ لوں۔ دل ہی نہیں کرتا کہ کعبہ کو نظروں سے ہٹائے بندہ۔ اللہ مجھے اور آپ کو یہ نظروں کی لذت نصیب کرے۔ آمین۔

کافی لکھ لیا آج۔

☆☆☆☆☆

میری کہانی تو کہیں ادھر ادھر ہی ہو جاتی ہے۔ بیچ میں کوئی ایسی بات آ جاتی ہے کہ میں اس کے بارے میں لکھنے لگ جاتا ہوں۔

ایسے ہی انجوائے کریں۔

☆☆☆☆☆

رات کو میں حرم سے واپس آیا تھا۔ وہاں تو نہ دن کا پتا چلتا ہے نہ رات کا۔ ہر وقت ہی دن لگتا ہے بس آسمان یا گھڑی دیکھو تو احساس ہوتا ہے کہ اچھا اب رات ہو گئی ہے۔

کھانا شانا کھانے کے بعد ہم نے سوچا کہ چلو اب تھوڑی آؤٹنگ کر لیں۔ تایا ابو۔ تائی امی، باجی اور میں واک پہ جانے کے لیے تیار تھے۔

"چلو مارننگ واک کرتے ہیں۔" تایا ابو ایسے ہی کہتے تھے۔ وہ پنجابی میں ہی بولتے تھے۔ آپ پنجابی میں ہی سمجھیں اسے۔

رات کے گیارہ بجے ہم چاروں مارننگ واک پہ نکلے تھے۔

ہوٹل کے سامنے ہی مختلف دوکانیں تھیں۔

''اگر پوچھنا ہو کہ یہ کتنے کا ہے تو کیا کہیں؟''سوال آیا۔

''کم ھذا؟(یہ کتنے کا ہے؟)''شاید میں نے کہا تھا۔

''ھذا مِن عنداللہ(یہ اللہ کی طرف سے ہے)''تایا ابو نے جھٹ سے کہا اور ہم ہنس پڑے۔

''یہ کیا بات ہوئی؟''

''او میں قرآن دی آیت پڑھی اے(میں نے قرآن کی آیت پڑھی ہے)۔''ہم ہنس دیے ان کی بات پہ۔

پھر کہتے ''کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے؟ تو عربی میں ہوگا، مَا ھذا؟''

''ھذا شئی عجیب(یہ بڑی عجیب چیز ہے)''جواب......

جتنی قرآن میں عربی اردو کے قریب تھی وہ تایا ابو کو سب یاد تھی۔

ھذا یہ ھذا وہ......ھذا ھذا ہوئی پڑی تھی قسم سے......

کہتے ''شفق جے کوئی تیرے نال گل بات کرے تے تواگوں عربی وچ جواب دینا اے۔''

باجی کہتی ''کیا؟''

''رجس من عملِ الشیطان(برائی ہے، شیطان کے عمل سے)''

ساری قرآن کی عربی تو تایا ابو نے ایسے موقعوں پہ استعمال کی۔

''تایا ابو کی عربی سن کر عربی حیران ہے۔''میں نے کہا۔

خیر ہلکی پھلکی شاپنگ شروع کی۔ کھڑکی خریداری......

''اس دوکان پہ چھوڑ دو، اگلی سے لے لینا۔''ہم جس دوکان میں قدم رکھتے تو تایا ابو یہ کہتے۔

"ابوایسے کرکرکے ہوٹل آجانا ہے۔" باجی نے کہا۔

ہم نے جائے نماز کی قیمتیں پوچھیں۔ابھی ہم وزٹ پہ نکلے تھے کہ دیکھتے ہیں آٹادال کس بھاؤ ہے۔ پوری روڈ پھرنے کے بعد ہمیں اندازہ ہوگیا تھا۔

آڈر آیا تھا کہ وہاں سے ایک عربی لباس لے کر آنا ہے۔اب ہم نارملی اسے عربی لباس ہی کہتے تھے۔کوئی جُبہ کہتا تو کوئی توپ۔

ایک طرف سے شروع ہوئے اور دوسری سائڈ سے گھوم کر رات کی مارننگ واک مکمل کر کے ہم واپس ہوٹل آگئے تھے۔

بڑا ہی یادگار سفر تھا۔

☆☆☆☆☆

دو چار دن پہلے میری ایک گروپ فیلو اپنے گھر والوں کے ساتھ عمرۃ کرنے گئی ہے۔جب اس نے ہم سب کو بتایا کہ وہ لوگ جارہے ہیں تو میں اسے اپنے تجربات بتانے لگا۔جو باتیں اوپر لکھی ہیں وہ میں نے اسے بھی بتائیں۔ حجر اسود والا پوائنٹ لکھتے ہوئے مجھے ایسا لگا کہ میں نے پہلے ہی اسے لکھ لیا ہے پر ساری فائل میں وہ نہیں تھا۔میں نے اسے بتایا تھا تو مجھے ایسا لگا جیسے میں نے یہاں بھی لکھ لیا۔

میں نے اسے سب کچھ بتایا۔کچھ ٹپس بھی دیں جو آپ نے اوپر پڑھی ہیں۔آج اس کا میسج آیا اور اس نے مطاف کی تصویر بھیجی۔دیکھ کر دل اتنا خوش ہوا اور اداس بھی۔ صحیح بات ہے کعبہ کی جتنی باتیں کرو کم ہیں۔میں اسے بتا رہا تھا کہ میں بھی ایسے ہی مطاف میں بیٹھا کرتا تھا اور سامنے کعبہ ہوتا تھا۔بیٹھ کر اب سامنے سے جب لوگ گزرتے تھے تو دل کرتا تھا انہیں پیچھے ہٹا دے بندہ۔میرے اور کعبہ کے درمیان کوئی نہ آئے۔ایسی فیلنگز آتی ہیں۔

سب نے کعبہ تصویروں میں یا جو خوش نصیب ہیں انہوں نے براہِ راست دیکھا ہے لیکن میرا بڑا دل کر رہا ہے اس کی منظر کشی کروں۔ کعبہ کے کونوں اور غلاف کے بارے میں بات کروں۔

اس وقت میں نے اپنے سامنے کعبہ کی تصویر کھول لی ہے جو میں نے مطاف میں کھڑے ہو کر کلک کی تھی۔

بابِ فہد سے مطاف کی طرف جائیں تو سامنے رکنِ یمانی آتا ہے۔ ہم وہاں سے چل کر دوسرے کونے پہ آتے تھے جہاں حجر اسود ہے۔

☆☆☆☆☆

بیت اللہ کا دروازہ......بابِ کعبہ......

ملتزم.......

کعبہ کا دروازہ دیکھو تو ایسے لگتا ہے کہ جس دَر کے آگے ہم سوال کرتے ہیں وہ در یہی ہے اور وہ کھلنے ہی لگا ہے۔ایسے جیسے میں نے ابھی اللہ کو پکارا تو یہ دروازہ کھل جائے گا اور میں کعبہ کے اندر چلا جاؤں گا۔ دروازہ زمین سے کافی اوپر ہے۔ایک بندہ کھڑا ہو جائے تو اس کا چہرہ بمشکل بیت اللہ کی دہلیز تک آسکے گا۔

ملتزم یہی جگہ ہے۔

نبیؐ سے ثابت ہے کہ وہ اس جگہ پہ کھڑے ہوتے تھے اور اپنے ہاتھوں کو دہلیز تک لے جاتے تھے، پھر دعا کرتے تھے۔یہ جگہ بھی دعا کی قبولیت کے لیے مخصوص ہے۔یہاں رو رو کر دعا کرنا قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔

لوگ ایسے ہی وہاں ہاتھ دہلیز تک لے کر جاتے تھے۔اس جگہ بھی بہت رش ہوتا ہے۔پہلے دن تو میں جب طواف کر رہا تھا تو جب میں یہاں سے گزرتا تھا تو گھٹن سی محسوس ہوتی تھی۔میں اس وقت وہاں نہیں گیا لیکن پھر باجی سے میری ملاقات جب ہوٹل میں ہوئی تو باجی کہتیں کہ انہوں نے کعبہ کو اور دروازے کو ہاتھ لگا لیا ہے۔میں نے سوچ لیا تھا کہ اب اگلی بار جب جاؤں گا تو یہ دونوں کام لازمی کرنے ہیں۔

میں وہاں چلا گیا۔لیکن رش کی وجہ سے میں اپنا پورا وجود دیوار سے مس نہ کر سکا۔نبیؐ سے یہ ثابت ہے کہ وہ اپنا پیٹ دیوار سے مَس کر کے کھڑے ہوتے تھے۔ممکن ہوتا تو میں بھی کر لیتا یہ سنت پوری لیکن میں نے دہلیز کو ہاتھ لگا لیا تھا الحمد اللہ۔ایسے جیسے......بندہ کیا لکھے اب......وہ اللہ کے گھر کا دروازہ ہے......وہ اللہ کے گھر کی دہلیز ہے......وہ گھر جو دنیا کا پہلا گھر ہے اور وہ اللہ کا ہے......بس انسان بے اختیار ہو جاتا ہے......

کہ ...... میں ...... یہاں ...... یہاں اس جگہ ...... اس مقام پہ ...... اس گھر کے سامنے ...... اس گھر کو مس کرتے ہوئے ..... اپنے ہاتھوں کو پاک کرتے ہوئے ..... بیت اللہ ...... میں نے مس کیا اسے ...... دہلیز پہ ہاتھ پھیرا ...... اسے چھو لیا ...... اللہ کے گھر کو ...... اس پاک دروازے کو ...... میرے اللہ کے گھر کو ...... اللہ کے ...... گھر کو ...... یہ اللہ کی رحمت ...... مجھ پہ برس رہی ہے ...... میں نے چھو لیا ہے کعبہ کو ...... میں نے دہلیز پہ ہاتھ لگا لیا ہے ...... میں نے اللہ کو پکارا ہے ...... میں نے اپنی درخواست سامنے رکھی ہے ...... اس نے میری درخواست قبول فرمالی ہے ...... اس نے دہلیز پہ میرے ہاتھ کی دستک کا جواب دیا ہے ...... میری موجودگی اس نے قبول کرلی ہے ...... اس نے میرا اگڑ گڑانا پسند فرمالیا ہے ...... اسے میرا یہاں آنا پسند آگیا ہے ...... اس نے مجھے یہاں بلالیا ہے ...... اس نے مجھ سے دہلیز پہ دستک دلوادی ہے ...... میں ملتزم میں دعاگو ہوں ......

اللہ اکبر ......

مجھے یاد ہے وہاں بہت رش تھا۔ ایک طرف عورتیں تھیں اور دوسری طرف مرد۔ یعنی آدھا آدھا دروازہ۔ میرے سامنے ایک درمیانی عمر کی عورت تھی۔ میں نے وہیں سے ہاتھ بلند کر کے دہلیز کو چھو لیا تھا۔ پیچھے سے دھکے بھی پڑ رہے تھے۔ سامنے والی عورت پیچھے مڑنے لگی تو کہتی "ہر کسی کو موقع دینا چاہئے۔" وہ ترکی سے تھی۔ میں نے بولی سے پہچان لیا تھا۔ مجھے اس کی بات سمجھ آگئی تھی۔ میں چپ رہا کہ میں اب کیا کہوں۔ میں نے تو دھکا نہیں دیا ناں۔ لوگ پتا نہیں وہاں جا کر بھی یہ غیر اخلاقی حرکتیں نہیں چھوڑتے۔

اللہ سے دعا ہے وہ مجھے اور آپ کو وہاں ضرور بلائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

غلافِ کعبہ......

کعبہ کی چار دیواری پہ ایک سیاہ رنگ غلاف چڑھایا گیا ہے جس سے کعبہ کی چار دیواری کی خوبصورتی میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ سیاہ رنگ کا غلاف بے حد خوبصورت ہے۔ غلاف کا نچلا حصہ اپنا سیاہ رنگ کھوتا جا رہا ہے کیونکہ وہاں پہ لاکھوں لوگوں کے ہاتھ لگتے ہیں اگرچہ اوپر سے غلاف کا سیاہ رنگ برقرار ہے۔ چھت سے کچھ نیچے ایک عرضی سطر کھینچی گئی ہے۔ شاید اس کی چوڑائی ایک فٹ ہے۔ اس میں سونے کی تاروں سے عربی میں خطاطی کے جوہر پیش کیے گئے ہیں۔ اس سطر میں خطاطی متعدد حصوں میں تقسیم شدہ ہے۔ ہر حصے کے شروع اور آخر میں گولائی سی بنائی گئی ہے۔ یہ ایک سطر کعبہ کے چاروں اطراف برابر ہے۔ کسی عجمی کے لیے عربی کو پڑھنا شاید مشکل ہو گا کیونکہ خطاطی کا انداز کچھ اس طرح سے ہے۔ میرے جیسا عام آدمی جسے عربی کی کچھ جان پہچان ہے اسے اس سطر میں تسمیہ کے علاوہ شاید ہی کچھ سمجھ آئے۔

اس سطر کے عین نیچے وقفے وقفے سے ایک فٹ چوڑی سطر ہے۔ اس میں بھی خطاطی کے نمایاں نمونے قابل دید ہیں۔ خطاطی کے باہری کونوں پہ خوبصورت آرائشی نمونے بنائے گئے ہیں۔ یہ سطور مستطیل شکل میں ہیں۔ ہر مستطیل شکل کے آگے خوبصورت آرائش کی گئی ہے۔ شاید اس میں اللہ کا ایک نام لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں سے غلاف کونوں پہ مڑتا ہے وہاں مربع شکل میں آرائش کی گئی ہے۔ اس مربع کا آدھا حصہ ایک دیوار پہ ہے اور کونے سے موڑ کھاتا باقی حصہ دوسری طرف۔ ایسے مربع شکل آرائشی نمونے چاروں موڑ کھاتے کونوں پہ ہیں۔ ایک کونا جو رکنِ یمانی کہلاتا ہے، وہاں اوپر سے نیچے تک ایک سیدھی لکیر میں مربع شکل آرائش کی گئی ہے۔ اس لکیر کا بھی آدھا آدھا حصہ موڑ کھاتے کونوں پہ برابر تقسیم ہے۔

کعبہ کا غلاف کافی موٹا کپڑا ہے۔ یہ ساری آرائش سونے سے کی گئی ہے۔

نیز بابِ کعبہ کے سامنے جو غلاف کا حصہ آتا ہے وہاں دروازہ نما ہی خاکہ بنایا گیا ہے اور اس میں خطاطی کو دو حصوں میں بانٹا گیا ہے۔نیچے سے کچھ حصہ تکون صورت موڑا گیا ہے۔ خطاطی کو سمجھنے کی کوشش کی مگر ''ایّاکَ نعبد وایّاکَ نستعین'' کے سوا سب ہی سمجھ سے بالاتر تھا۔سورۃ القریش بھی لکھی ہے۔ایسے کہ ایک آیت دائیں طرف پھر درمیان میں وقفہ جہاں سے دروازہ نظر آتا ہے اور دوسری آیت بائیں طرف۔

علاوہ ازیں، مکمل غلاف پہ بھی خطاطی کی گئی ہے جس کا رنگ سیاہ ہی ہے۔یہ خطاطی ایک دوسرے سے الگ محسوس ہوتی ہے لیکن عبارتیں ایک ہی ہیں۔یوں لگتا ہے جیسے سارے غلاف میں چھوٹے سے وقفے سے الگ کردہ مربعے بنائے گئے ہیں۔اس میں سب سے نیچے ''یااللہ'' لکھا ہے۔اس ''یااللہ'' کے اوپر تکون صورت ''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' لکھا ہے۔یوں کہ ''وبحمدہ''اور ''سبحان'' کے نیچے ''یااللہ'' ہے۔سبحان اللہ وبحمدہ کے اوپر اسی طرح لاالہ الااللہ لکھا ہے یوں کہ کلمے کا آدھا حصہ "سبحان اللہ وبحمدہ" کے اوپر ہے اور باقی آدھا "سبحان اللہ العظیم" کے اوپر۔اس کے اوپر دونوں کونوں پہ ''یامنّان'' لکھا ہے۔ایسا سارے غلاف پہ یکساں ہے۔

''یامنّان''

یہ اللہ رب العزت کا صفاتی نام ہے۔اس کا مطلب ہے انعام نواز، محسن،فیاض،بخشنے والا۔

یہ کتنا خوبصورت نام ہے۔اللہ ہم پہ کتنے انعامات کرتا ہے اور اس نے کبھی ہمیں احساس نہیں جتایا۔ وہ صرف ہمیں یاد کرواتا ہے۔وہ ہمارا محسن ہے۔وہ ہمارا اچھا چاہتا ہے۔وہ ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کے راستے بتاتا ہے۔ہمیں دکھاتا ہے کہ گمراہی میں تباہی ہے۔وہ ایک اچھے محسن کی طرح ہماری راہنمائی کرتا ہے۔وہ فیاض ہے۔اس کی عبادت سے ہم دنیا اور آخرت میں فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ وہ بخشنے والا ہے۔ہم گناہ گاروں کو ایک آنسو کے بدلے بخشنا صرف اسی کی ذات پاک کا کرم ہے۔

"یامنّان"

غلافِ کعبہ کو ہاتھ لگا کر انسان خوشی محسوس کرتا ہے۔اسے بوسہ دینا اللہ اور کعبہ سے محبت کا ایک انداز ہے۔دل نہیں بھرتا اس سے۔

غلاف سے اپنا سر لگا کر رکھنا اتنا پر سکون ہوتا ہے۔وہاں اللہ سے دعا کرنا بھی بہت خوبصورت احساس ہے۔بالکل یہ کعبہ اور ہم...... نقطے جتنا بھی فاصلہ نہیں ہوتا۔سکون اندر تک رچ بس جاتا ہے۔انسان کے دل کو قرار آجاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حجرِاسود......

پہلا کونا......

حجراسود کے بارے میں کچھ باتیں بتا چکا ہوں۔

حجراسود، کعبہ کے دروازے کے عین ساتھ ہے۔حجراسود کے عین اوپر پانچ آرائشی نمونے بنائے گئے ہیں جن میں خطاطی کے اعلیٰ جوہر دکھاتے ہوئے "اللہ اکبر" کو سونے کی تاروں میں پرویا گیا ہے۔حجر اسود کو ایک سفید خول میں رکھا گیا ہے۔حجراسود اس خول کے ذرا اندر ہے کہ اسے بوسہ دینے کے لیے منہ کو اس سفید خول کے اندر کرنا پڑتا ہے۔نماز کے وقت یہاں سے لوگوں کو الگ کر لیا جاتا ہے تو یہ دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔ہمہ وقت ایک سپاہی حجراسود کے ساتھ ہی کھڑا ہوتا ہے تاکہ زائرین کے بگڑتے رویوں کو روک سکے۔

مقامِ ابراہیمؑ، بابِ کعبہ کے سامنے مگر ذرا ہٹ کر ہے۔

☆☆☆☆☆

حطیم......

دوسرا اور تیسرا کونا......

اندرونِ کعبہ......

بابِ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ہی اگلا کونا حطیم کا بنتا ہے۔ یہ حصہ میرا سب سے من پسند حصہ ہے۔ حطیم کا حصہ ایک کونے سے شروع ہو کر اگلے کونے پہ مکمل ہوتا ہے یوں ایک پوری دیوار اس حصے میں آتی ہے۔ اس حصے کے بارے میں، میں بہت کچھ لکھنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ حصہ کعبہ کے حصوں میں میرا سب سے زیادہ من پسند رہا۔

یہ حصہ گول دیوار کے اندر ہے۔ اس گول دیوار کے شروع، درمیان اور آخر میں سبز رنگ کے چھوٹے چھوٹے مینار لگائے گئے ہیں۔ حطیم کے اندر ہی کعبہ کی دیوار کے اوپری حصے میں ایک میزاب بنا ہے جس میں سے بارش کا پانی گزر کر نیچے نمازیوں کو سیراب کرتا ہے۔ اس میزاب کے نچلے حصے میں بھی آرائش کی گئی ہے۔ کعبہ اور اس گول دیوار کے مابین متعدد نمازی سما سکتے ہیں۔

پسِ منظر......

کعبہ کی دوبارہ تعمیر مکہ کے کافروں نے کی تھی۔ کافر بھی اللہ کو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتے تھے۔ اسی سبب انہوں نے بیت اللہ کو خاص عزت بھی دی تھی۔ اب ہوا یہ کہ......بیت اللہ کو جب تعمیر کیا گیا تھا تو حطیم والا سارا گول دائرہ بھی کعبہ کے اندرون میں شامل تھا۔ کافروں میں اتنی حیا باقی تھی کہ انہوں نے کعبہ کو اپنی حلال کی کمائی سے تعمیر کیا تھا اور ویسے بھی اللہ اپنے گھر کی تعمیر میں حرام کو کبھی نہ آنے دیتا۔ تعمیر کے دوران یہ ہوا کہ جو لوگ تعمیر میں پیسہ لگا رہے تھے ان کی حلال کی کمائی مکمل ختم ہو چکی تھی اور انہیں اتنی حیا تھی کہ وہ اپنی حرام کی کمائی سے ایک اینٹ بھی کعبہ کو نہیں لگانا چاہتے تھے چنانچہ یہ حصہ غیر تعمیر شدہ رہا۔

ایک بار حضرت عائشہؓ نے نبیؐ سے فرمایا کہ ''اے اللہ کے نبی، میرا دل کرتا ہے کہ میں بیت اللہ کے اندر نماز پڑھوں۔''

ان کی بات پہ نبی صلواۃ والسلام نے فرمایا کہ ''عائشہ تم حطیم میں نماز پڑھ لیا کرو۔ وہاں نماز پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے کعبہ کے اندر نماز پڑھی گئی ہو۔'' سبحان اللہ۔

میں اللہ کی تدبیر دیکھ رہا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب بیت اللہ میں داخل ہونا ایک عام آدمی کے لیے آسان نہ ہوگا تو اس نے ہم عام انسانوں کے لیے اتنی بڑی نعمت رکھ دی کہ حطیم کو کعبہ کے اندرون حصے کے برابر کہا۔ اب ہم میں سے کوئی بیت اللہ کے اندر تو جا نہیں سکتا لیکن حطیم میں جا سکتا ہے۔ سوچیں کہ جب ہم وہاں جاتے تو ہماری خواہشوں میں سے ایک یہ خواہش بھی ہوتی کہ کبھی ہم بیت اللہ کے اندر نماز پڑھ لیں تو مزہ ہی آ جائے پر اللہ نے ہماری یہ خواہش ایسے پوری کر دی کہ اس نے حطیم بنا ڈالا۔

شروع میں طواف کے دوران میں دیکھ رہا تھا کہ لوگ حطیم میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ مجھے خواہش ہوئی پر مجھے پتا نہیں تھا کہ وہاں کا سسٹم کیا ہے؟ میں وہاں دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ مجھے لگا کہ ابھی یہ دروازہ کھلے گا تو میں اندر چلا گاؤں گا کیونکہ میں بالکل دروازے کے ساتھ تھا مگر...... وہ دروازہ بابِ کعبہ کے متوازی تھا۔ شرطہ برو نے ایک آدمی کو بتایا کہ ''آفٹر عشاء پریئر (عشاء کی نماز کے بعد)۔'' میں بھی پھر وہاں سے ہٹ گیا۔ دوسری بات مجھے بعد میں پتا چلی کہ اس طرف والا دروازہ مقفل ہی رہتا ہے۔ حطیم میں جانے کا دروازہ اس کے عین سامنے ہے۔

حطیم کا سسٹم بہت اعلیٰ ہے۔ اللہ کرے حجر اسود کا بھی ایسے ہی ہو جائے۔

حطیم میں داخل ہونے کے لیے پہلے ایک لائن میں لگنا پڑتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ منہ اٹھا کر کوئی بھی اور کتنے ہی بندے حطیم میں داخل ہو جائیں۔ وہ جگہ اتنی بڑی نہیں ہے کہ سو بندہ سما جائے۔

حطیم میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک بار پانچ چھ منٹوں کے لیے مردوں کو داخل کیا جاتا ہے اور پھر اسی طرح اتنے ہی وقت کے لیے عورتوں کی باری آتی ہے۔ پہلی بار ایسے ہوا کہ میں لائن میں نہیں تھا بلکہ میں دروازے کے بالکل ساتھ تھا جہاں سے داخلہ ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے ہی اس وقت دروازہ کھلا اور مرد اندر جانے لگے۔ میں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً اندر چلا گیا۔ مجھے واقعی ایسا محسوس ہوا جیسے میں بیت اللہ کے اندر آ گیا ہوں۔ میں نے فوراً نماز شروع کر دی۔ بڑی ہی مشکل سے میں نے سجدہ کیا تھا لیکن میں خوش تھا کہ مجھے حطیم میں جگہ ملی ہے۔ الحمد اللہ۔ میں نے نماز میں وہ ساری دعائیں پڑھ لیں جو مجھے یاد تھیں۔ اسی دوران شرطہ بھائی سب کو کہنا شروع ہو گئے کہ اپنی بہنوں کے لیے جگہ خالی کر دو۔ بہنوں نہیں کہنا چاہئے تھا کیا پتا اندر کسی کی بیگم بھی ہو۔ ایویں میاں بیوی کو بھائی بہن بنا دیا۔

دوسری بار لائن کافی لمبی تھی تو میں پھر لائن میں لگ گیا۔ پہلے میری لائن بیت اللہ کی دیوار سے کچھ دور تھی اور اس دیوار سے لوگ چپکے ہوئے تھے۔ پھر جب میں آگے بڑھتے ہوئے دیوار کے قریب آیا تو...... کیا احساس تھا وہ۔ میرا دل خوش ہو گیا تھا۔ میں نے غلاف پہ ہاتھ پھیرے۔ اپنا سر اس سے لگایا اور بوسہ بھی دیا۔ اسی دوران میں نے غلاف پہ کی گئی خطاطی پہ غور کیا تھا کیونکہ وہ میرے بالکل سامنے تھی۔ میں نے ویڈیو بنائی اس خطاطی کی۔ یا منّان اور اس حصے کو بھی غور سے میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ حطیم میں دوسری بار بھی مجھے جگہ مل گئی تھی۔ الحمد اللہ۔ اللہ بار بار جانا نصیب فرمائے۔

رات کے وقت ایسا ہوتا ہے کہ آدھے حصے میں مردوں کو اور آدھے میں عورتوں کو ہمہ وقت جانے دیتے ہیں۔ انہوں نے صفیں مختص کی ہوتی ہیں۔ اول صفوں میں مرد اور عقب میں عورتیں کیونکہ مرد کا مصلیٰ عورت سے آگے ہوتا ہے۔

یہ آخری دن کی بات ہے کہ رات کو میں طواف کر رہا تھا تو میں نے سوچا کہ اب کل میں نے چلے جانا ہے تو کیوں ناں حطیم کا ایک اور چکر لگا لیا جائے؟ میرے ساتھ اس دن صبح یہ ہوا تھا کہ میں لائن میں لگا ہوا

تھااور میں قریب بھی تھالیکن......اللہ خیر کرے......انہوں نے دروازے بند کر دیے کہ نماز کاٹائم ہے حالانکہ ابھی آدھے سے بھی زیادہ گھنٹہ پڑا تھا۔میں نے سوچا کہ بھلا پانچ منٹ کے لیے مردوں کو جانے دیتے، کون سانماز لیٹ ہو رہی تھی پر خیر......ان کے اپنے حساب ہوں گے۔اچھارات کو میں نے حطیم میں جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔طواف مکمل کر کے میں لائن میں لگ گیا۔باجی کو میں نے بتادیا تھا کہ میں حطیم میں جارہاہوں تو آپ دیکھ لیں اپنا،امی کے پاس جاناہے یاانتظار کرناہے۔خیر میں لائن میں لگ گیا۔یہ لائن حطیم سے ہوتی ہوئی رکنِ یمانی اور پھر حجراسود تک لگی تھی۔اللہ اکبر......مجھے سب سے آخر میں جگہ ملی تھی۔تب ہی میں نے وہ عورتوں کی چیخیں سنی تھیں حجراسود کے پاس سے۔یقین کریں میں بیس منٹ تک اسی جگہ پہ کھڑارہا۔مجال ہے جو لائن آگے بڑھی ہو۔میں تو دعاہی کرتارہاکہ جلدی باری آجائے۔اتنی دیر میں تو بندہ ایک طواف کر لیتاہے۔ایک دو بندے خود ہی کم ہو گئے تھے تو میں آگے ہوا۔ایک آدمی بہت ہوشیار بن کر میرے ساتھ کھڑاہوا گیاکہ میں یہاں سے لائن میں لگ جاؤں گا۔میں نے کہابھائی پیچھے چلو عزت سے لائن میں لگیو(لگو)۔خیر......پھر شرطے نے ہماری ایک لائن کو دو حصوں میں کر دیاتو ہم قریب آگئے۔میں اس وقت بھی غلاف والی سائڈ پہ تھا۔جب دروازہ کھلا تو مرد اندر جانے لگے۔جیسے ہی میں اندر گھسنے لگاتو انہوں نے روک دیا۔اف......اتنے قریب آکر...... خیر پھر بعد میں میں چلا گیاتھاالحمداللہ۔میں نے اس وقت حطیم کی پہلی صف میں نماز پڑھی تھی۔یہ میں اور سامنے کعبہ......یہ میرا سراور یہ کعبہ......یہ میرا جھکاہواوجود اور یہ کعبہ......یہ میرا جسم اور یہ کعبہ......یہ میری نماز اور یہ کعبہ......یہ میری دعائیں اور یہ کعبہ......یہ میں اور یہ کعبہ......یہ میں اور یہ کعبہ......یہ میں......اور......یہ کعبہ......کعبہ......بیت اللہ......اللہ......

شکر ادا کرتے میں تھکتانہیں۔الحمداللہ الحمداللہ۔

ایک بار میں اور باجی طواف کر رہے تھے تو باجی کہتیں میں نے حطیم میں جاناہے۔عورتوں کی بھی لائن لگی تھی۔تب بھی ایسے ہی ہوا کہ ایک دم سے دروازہ کھلا۔باجی بھی آگے آگے ہی کھڑی تھیں۔

دوسری عورتوں کے ساتھ وہ بھی اندر چلی گئیں۔ایک آدمی پیچھے سے اپنی بیگم کو اندر دھکا دے رہا تھا۔مجھے بڑی ہنسی آئی۔میں بھی پھر لائن میں لگ گیا۔ہم دونوں کی باری جلدی آگئی تھی۔

میں جب پہلی بار اندر گیا تو میں واپس جاتے ہوئے غلاف کو چھونے لگا۔شرطے نے غصے سے مجھے پیچھے کیا کہ باہر نکلو باقیوں نے بھی آنا ہے۔توبہ......مجھے اتنا غصہ آیا۔میرا دل کر رہا تھا کہ میں اسے کہتا کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔اس نے مجھے یہاں بلایا ہے لیکن......اِدفَع......دفع کرو۔مجھے وہ اس کا غصے سے پیچھے کرنا پھر سارا دن نہیں بھولا۔دل کر رہا تھا اللہ سے شکایت کروں۔شیطان وکھرا(علیحدہ) ورغلانے لگا۔خیر......میں نے دل کو یہ سمجھایا کہ اگر وہ سختی نہ کریں تو نظام اتنا ٹھیک نہ ہو سکے۔ابھی بھی مجھے وہ غصیل یاد آرہا ہے۔ماسک پہنا ہوا تھا اس نے۔عجیب......کیا تھا......اللہ معاف کرے۔

☆☆☆☆☆

رکنِ یمانی......

چوتھا کونا......

رکن یمانی کا یہ کونا غلاف سے ڈھکا نہیں ہے۔اس کونے سے کعبہ کی دیوار نظر آتی ہے۔

نبیؐ طواف کے دوران یہاں سے گزرتے تو کبھی ہاتھ کا اشارہ کر دیتے یا اسے چھو لیتے۔ہم بھی ایسے ہی کرتے تھے۔موقع ملتا تو اسے چھو لیتے۔نہ ملتا تو ایسے ہی دیکھ لیتے۔یہاں سے کعبہ کو مَس کرنا آسان ہے کیونکہ اس دیوار پہ رش نسبتاً کم ہوتا ہے۔

دیوار پہ ہاتھ پھیرو تو وہ اتنی ملائم ہے جیسے آپ پانی پہ ہاتھ پھیر رہے ہوں یا اس سے بھی زیادہ ملائم۔

☆☆☆☆☆

ایسے ہی ہمارا دن گزرا۔

اگلے دن ہم پھر سے ظہر سے پہلے ہی حرم جانے کے لیے تیار تھے۔ میں نے احرام پہن لیا۔ مجھ سے نہیں رہا جا رہا تھا کہ میں اتنے قریب ہو کر مطاف سے دور رہوں۔ احرام کے علاوہ اگر وہ اندر جانے دیتے تو ساری دنیا ہی نیچے مطاف میں ہوتی۔ احرام بھی ٹھیک لگتا ہے۔

ظہر کے لیے نکلتے نکلتے بس لیٹ ہی ہو گئے اور اذانیں شروع۔ ہم فوراً بھاگے کے کسی طرح اندر جگہ مل جائے یا کم از کم سفید پتھر پہ پر......پتا ہی نہیں چلا اور اتنی جلدی اقامت بھی کہہ دی گئی۔ یہ پہلی نماز تھی جو ہم نے سڑک پہ پڑھی تھی۔ اللہ معاف کرے بہت سخت دھوپ تھی۔ گو کہ ہمارے اوپر چھت نما چیز تھی لیکن پھر بھی زمین سے آگ برس رہی تھی۔ پاؤں بڑی مشکل سے رکھا ہوا تھا اور جب سجدہ کرنے لگتے تو میں ماتھے کے نیچے احرام رکھ لیتا۔ ایسے ہی ساری نماز پڑھی۔

نماز پڑھ کر ہم اندر چلے گئے۔

پھر سے وہی طواف کا سلسلہ ہوا اور وہی سب کچھ۔ آبِ زمزم سے نہا دھو کر ہم اندر گئے تھے۔ اس بار تائی امی نے بیگ میں چنے اور بادام رکھ لیے تھے۔ طواف کے دوران ہم وہ کھاتے رہے۔

یہ جو گراؤنڈ فلور والا طواف کا چکر ہے پتا نہیں ادھر کیا ہے؟ جیسے ہی میں اور باجی جوتیاں اتار کر اس حصے میں ابھی داخل ہی ہوتے تھے (بابِ فہد سے سیدھا) تو ہمارے پاؤں......اللہ معاف کرے۔ چنڈیوں کا پتا ہے؟ انگلیوں کے قریب جلد کی کچھ تہیں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پھر وہ دوسرے حصوں سے ذرا سخت ہو جاتی ہے، اسے عام زبان میں چنڈی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ میرے اور باجی کے پاؤں میں چنڈیاں بنی ہوئی ہیں۔ طواف شروع کرتے ہی وہ جیسے جاگ جاتی تھیں کہ اچھا پُتر میں توانوں دسنی آں (اچھا بیٹا میں آپ کو بتاتی ہوں)۔ خیر پھر ہمت بھی اللہ کی طرف سے ہی آتی تھی کہ ہم چلتے رہتے تھے۔ رکتے نہیں تھے کہ فلو خراب ہوتا ہے۔ تائی امی بعض دفعہ وہیل چیئر چھوڑ کر واک کر لیتی تھیں اور پھر میں وہیل چیئر پہ بیٹھ جاتا تھا۔ میں نے بیٹھے بیٹھے ہی پاؤں سے اسے آگے چلانا شروع کر دیا۔ میں اتنا ہنسا۔ میں بیٹھ بیٹھ کر چل رہا تھا۔

یہی حساب تھا۔ایک بار پھر میں نے یہی کام کیا کیونکہ تائی امی چل رہی تھیں تو پیچھے سے ایک بچی آئی آٹھ دس سال کی۔

مجھے کہتی ''انکل میں دھکا لگادوں؟''

میں نے کہا''میں تمہیں انکل نظر آرہا ہوں؟''

آگے سے ہم دونوں ہی ہنسنے لگ گئے۔

میں نے کہا''میں ٹھیک ہوں۔''تو وہ ہنستی ہوئی آگے چلی گئی۔ڈیش......

ایسے ہی پھر ہم young generation (باجی اور میں) نیچے مطاف میں چلے گئے۔تائی امی اوپر ہی ایک مختص جگہ پہ بیٹھی رہیں۔

توبہ طواف کے دوران عورتوں کے برقعے پیروں میں اتنا اڑتے ہیں کہ بندہ کیا کہے۔ایک بار ایسے ہی میرے پیر میں پھنس گیا۔

''توبہ لہنگا ہی پہن کے آگئی ہے۔''میں نے اتنا اک سڑ (مطلب تنگ آکر) کر کہا کہ باجی ہنسنے لگ گئیں۔ صحیح بات ہے لہنگا ہی تھا۔پاؤں میں رُل رہا ہوتا ہے۔خود کو تو تنگی شاید نہ ہوتی ہو پر دوسروں کو بڑی ہوتی ہے۔انسان ہو کر دوسروں کا خیال نہ رکھنا انسان ہونا ثابت نہیں کرتا۔

شاید تب ہی باجی اور میں حطیم میں گئے تھے۔پھر دوسرے طواف میں ہم الگ ہو گئے۔اب مجھے جہاں خالی جگہ ملے میں فوراً آگے بھاگ جاؤں۔ایک انکل مجھے کہتے ''ریلیکس ریلیکس۔''مجھے ہنسی آگئی۔

پھر کچھ دیر بعد کسی چکر میں ایک جگہ میں آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔سامنے کچھ خالی جگہ تھی۔ایک آنٹی مجھے کہتی۔''فاسٹ فاسٹ۔''میں نے انہیں دیکھا تو وہ پھر اردو میں بولنے لگ گئیں۔

''آپ تو ینگ ہو آپ تو تیز چلو۔ہم تو ففٹی کے قریب ہیں ہم تیز نہیں چل سکتے۔''میں ہنس دیا تو وہ بھی ہنس دیں۔

"پہلے میں تیز چل رہا تھا تو ایک انکل کہتے آہستہ چلو اور اب آپ۔" آنٹی ہنس دیں اور میں آگے چلا گیا۔

طواف میں آپ ایک دوسرے سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ اس پہ کوئی ممانعت نہیں ہے۔ طواف نماز کی طرح ہے لیکن اس میں بات ہو سکتی ہے جبکہ نماز میں اس کی ممانعت ہے۔ ایک اور بات شاید کسی کے علم میں اضافہ کرے کہ اگر طواف کے دوران کسی کا وضو ٹوٹ گیا ہے تو وہ دوبارہ وضو کرے اور وہیں سے طواف شروع کرے جہاں اس کا وضو ٹوٹا تھا۔ دوبارہ وضو سے وہ یہ نا کرے کہ دوبارہ طواف شروع کر دے۔ ایسا نماز میں بھی ہو سکتا ہے کہ اگر فرض کے بعد ایسی صورتحال ہوتی ہے تو دوبارہ وضو کر کے باقی کی نماز مکمل کی جائے نا کہ فرض بھی دوبارہ پڑھے جائیں۔

"اور اللہ ارادہ کرتا ہے تمہارے لیے آسانی کا اور وہ نہیں ارادہ کرتا تمہارے لیے تنگی کا۔" قرآن مجید۔

روز مرّہ کا دن گزار کر ہم واپس ہوٹل آ گئے۔

تایا ابو اور انکل پہلے ہی موجود تھے۔

"او فراڈی حاجی۔" تایا ابو نے مجھے احرام میں دیکھا تو بولے۔

"میں نے کون سا فراڈ کیا ہے آپ کے ساتھ؟" میں نے کہا۔

"اے جیہڑا تو احرام پا کے شرطیاں نو توکھا دینا اے (یہ جو تم احرام پہن کر پولیس کو دھوکہ دیتے ہو)۔"

"کیسا دھوکا؟"

"انہیں لگتا ہے کہ تم عمرۃ کرنے جا رہے ہو۔ وہ دروازہ صرف عمرۃ کرنے والوں کے لیے ہے۔ وہاں سے ایسے اندر جانا ٹھیک ہے؟" یہ بات بھی انہوں نے پنجابی میں کہی تھی پر مجھ سے اتنی مشکل نہیں لکھی جا رہی۔ وہ اردو بھی بولتے ہیں لیکن پنجابی لہجہ اچھا ہے ان کا۔

"دھوکہ تو نہیں ہے اس میں۔ انہوں نے باہر لکھ کر لگایا ہوا ہے "صرف احرام والوں کے لیے"۔" میں نے انہیں بتایا۔ اتنے بچے تو وہ بھی نہیں ہیں کہ نئی نویلی لشکارے مارتی ٹنڈوں کو دیکھ کر بھی پتا نہ چلے کہ ہم نے کل ہی عمرۃ کیا ہے۔

"اچھا......" توقف۔ "پھر تو ٹھیک ہے۔ بھلا میں بھی احرام پہن کر ہی چلا جاتا۔ کل سے میں بھی احرام میں ہی جاؤں گا۔" انہوں نے کہا۔

"ضرور۔ جتنا مزہ مطاف میں طواف کر کے آتا ہے ناں، اتنا اوپر نہیں آتا۔" باجی نے کہا۔

خیر ہماری یہ باتیں ہوتی رہیں۔

اللہ معاف کرے، اللہ معاف کرے۔ وہاں حرم میں کچھ بوڑھے لوگ تھے۔ تایا ابو نے ان کی باتیں سنیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ یہ جو لوگ احرام پہن کر دھوکہ دے کر نیچے مطاف میں جاتے ہیں یہ بہت بڑا گناہ ہے اور یہ اللہ کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ استغفراللہ۔

پہلی بات تو یہ کہ پہلے پارے کے پہلے صفحے پہ ہی اللہ نے فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ

"اگر کوئی یہ سوچے کہ وہ اللہ کو دھوکہ دے رہا ہے تو در حقیقت وہ خود کو ہی دھوکہ دے رہا ہے۔"

بھلا ہم اللہ کو دھوکہ دے سکتے ہیں؟

پھر یہ بات اگلے دن تک میرے دل میں بیٹھی رہی۔ مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ شاید یہ واقعی غلط ہے لیکن پھر......اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ "جسے اللہ اپنے قریب کرنا چاہتا ہے وہی اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔"

سبحان اللہ۔ایسا سہارا ہوا مجھے یہ سوچ کر۔ بھئی واقعی۔اللہ نے مجھے وہاں بلایا تھا تو مطاف میں جانا بھی اللہ کے حکم سے ہی ہوا تھا۔ پھر یہ کہ وہ اتنے پاگل نہیں ہیں کہ انہیں پتا نہ چلے کہ احرام پہن کر جن کے سر منڈے ہوئے ہیں وہ عمرۃ کر چکے ہیں۔ عجیب لوگوں کی ذہنیت ہے۔دوسری بات یہ کہ اللہ رب العزت نے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی کہ احرام کے بغیر اندر نہیں جانا۔ایسا کوئی حکم نہیں ہے ۔یہ تو سعودی حکومت نے انتظامی لحاظ سے ایسا کیا ہے اور بہت اچھا کیا ہے۔

مجھے اللہ نے وہاں بلایا تھا اور مجھے مطاف میں بھی اللہ نے ہی بلایا تھا۔

"بولی جاؤ۔" ایسے لوگوں کو یہی کہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

اگلے دن تایا ابو بھی ہمارے ساتھ ہی گئے تھے احرام میں۔

"وردی پا لئی اے میں (میں نے وردی پہن لی ہے)۔" وہ احرام پہن کر نکلے تو بولے۔ ہم ہنس دیے۔مجھے ان کی باتیں سوچ سوچ کر ابھی بھی ہنسی آ رہی ہے۔میں کچھ باتیں یہاں لکھنے سے شدید...... شدید ترین قاصر ہوں۔یقین کریں میں قہقہہ لگا کر یہ لکھ رہا ہوں۔ باجی یہ پڑھیں گی تو ضرور سمجھ جائیں گی۔

"ھذا شئٌ عجیبٌ۔" "ھذا عربیٌ، ھذا تایا ابو والی عربیٌ۔ ھذا ھذا۔ باز آ......

"ھذا احرامٌ۔ ھذا دو چادرٌ۔ ھذا ایک نیچے ٹٌ، ھذا ایک اوپر ٹٌ۔ ھذا ڈھیلاٹٌ۔" پورے راستے یہ ھذا ھذا ہوتا رہا اور جو تایا ابو نے اردو میں عربی بولی ہے ناں، کمالٌ۔ عربی اور اردو حیران پریشان ہیں۔ بے چاری دونوں زبانیں آئی سی یو میں چلی گئی ہیں۔ تایا ابو نے ان کی وہ بری حالت کی ہے کیا بتاؤں۔

ہم جا رہے تھے تو راستے میں ایک بہت لمبا آدمی نظر آیا۔ وہ ہمارے سامنے ہی تھا۔

"ھذا رجُل طویلٌ (یہ لمبا آدمی ہے)۔" میں دعا پڑھ رہا تھا تو میری ہنسی نکل گئی۔

پھر تھوڑی دیر بعد ایک بہت موٹا آدمی نظر آیا۔

"ھذا ایکسٹرا لارجؒ (یہ extra large ہے)۔" سارے راستے ایسی ہی باتیں کرتے آئے ہم۔

"ھذا جوتی اتارؒ۔ ھذا بیگؒ میں ڈالؒ۔ ھذا بیگؒ کس کے بند کرؒ۔"

اندر ہم گئے تو پھر حجر اسود تک جانا تھا۔ اس دن رش تھا۔ اب عربی جب راستہ مانگتے ہیں وہ کہتے ہیں "طریق طریق" طریق مطلب راستہ۔ تایا ابو تائی امی کی وہیل چیئر گھسیٹ رہے تھے تو پیچھے سے ایک عربی نے کہا۔

"آہوتے میں تریک ای ریاں (ہاں تو میں گھسیٹ ہی رہا ہوں)۔" تریک، پنجابی میں گھسیٹا کے معنی میں آتا ہے۔ ان کی مراد وہیل چیئر سے تھی۔ انہوں نے عربی کا پنجابی میں جواب نکال لیا تھا۔ ہم ہنس ہنس کر رہ گئے۔

خیر طواف کے دوران وہ اردو میں عربی بولنے سے پرہیز ہی کرتے تھے۔

ظہر اور عصر کے درمیان ہم نے اوپر طواف کیا اور پھر ہم ینگ جنیریشن (آج اس میں تایا ابو میں بھی تھے) نیچے چلے گئے۔ عصر پڑھ کر ہم ہوٹل چلے گئے کہ اس دن ہم زیادہ ہی تھک گئے تھے۔

واپسی پہ ہم نے وہاں ایک تیز کھانے (فاسٹ فوڈ) والے ریستوران سے فش بروسٹ کھایا۔ اچھا تھا کافی۔ کوئی جائے تو ٹرائی ضرور کرنا۔

پھر مغرب کے بعد ہم حرم گئے تھے۔ مغرب پڑھ کر میں واپس آ گیا تھا۔ میں نے اور باجی نے سوچا کہ چلو کچھ کھانا وانا ٹرائے کر لیتے ہیں۔ ہم نیچے چلے گئے۔ امی اکیلی اوپر ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔

ایک فاسٹ فوڈ ریستوران پہ رک کر ہم نے سوچا کہ اب چکن بروسٹ کھا لیتے ہیں۔ فش والا تھوڑا ہی تھا۔ وطنی بروسٹ نامی دوکان سے ہم نے ریٹ پوچھے اور اپنے پاکستانی ہونے کا اچھی طرح ثبوت دیتے ہوئے ہم نے آرڈر نہیں لگوایا، بس دیکھ کر آ گئے۔ بولی جاؤ۔

اتنے میں رات عشاء کے قریب کا وقت ہو گیا۔ وہاں وقت بہت جلدی گزرتا ہے سچ میں۔ خیر ہم دوسری دو کانوں میں چلے گئے۔ وہ پاکستانی کھانے تھے جہاں سے ہم کھانا کھاتے تھے۔ فوراً ہی اقامت ہو گئی۔ سب نے دوکانیں بند کر دیں۔ کچھ نماز پڑھنے لگ گئے وہیں باہر ہی اور کچھ نے بس بلدیہ کے ڈر سے دوکانیں بند کر دی تھیں۔ نماز کی توفیق ملنا بھی ایک نعمت ہے۔

ساری مارکیٹ بند تھی تو ہم نے سوچا کہ ہم بھی جا کر نماز پڑھ آتے ہیں اتنی دیر۔ ہم دونوں حرم کی طرف بھاگتے لوگوں کے اندر شامل ہو گئے۔ اس دن باب فہد کے سامنے والا راستہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اتنے نمازی تھے ماشاءاللہ۔ ہم نے وضو کرنا تھا۔ ہم دورات (بیت الخلاء) کی طرف جا رہے تھے تو پتا چلا کہ وہ نماز کے دوران دورات بند کر دیتے ہیں۔ میں اور باجی اتنا ہنسے کہ بھلا ہم وضو کر ہی آتے۔ خیر ہم نے بس نماز سنی تھی تب۔

نماز کے بعد ہم ہوٹل گئے اور وہاں نے ہم نے بریانی لی۔ پندرہ ریال کی توبہ۔ ایک پلیٹ، لیکن اس میں دو پلیٹوں جتنی بریانی تھی۔ بہت ہی مزے کی تھی سچی۔ ابھی بھی یاد آ رہی ہے۔ صحیح ٹپیکل سندھی بریانی ہوتی ہے جو۔

رات کو ہم پھر مارننگ واک پہ چلے گئے۔ میں نے خزیمہ کے لیے جائے نماز لیا اور ایک دوسرا اپنے لیے لیا۔ وہ جائے نماز بہت پیارے ہیں۔ ماما بھی لائی تھیں جب وہ گئی تھیں۔

اسی طرح وہ دن بھی گزر گیا۔

☆☆☆☆☆

اگلا دن پھر وہی روٹین لیے ہم حرم گئے۔ تایا ابو اس دن احرام میں نہیں تھے۔ یہ وہ دن تھا جب ہم گواچ (گم) گئے۔ اتنا گم بھی نہیں ہوئے لیکن پھر بھی......

میں ،امی اور باجی ایک ساتھ نکلے۔اب ہم نے سوچا کہ کیوں ناں ہم عبدالعزیز سے اندر جائیں کہ جتنا ہم نے حجرِ اسود تک اندر سے آنا ہے ،وہ ہم باہر چل لیتے ہیں۔ ہم معصوم لوگ۔اب وہ عبدالعزیز کا مین گیٹ نہیں تھا۔وہ فہد اور عبدالعزیز کے درمیان تھا کوئی۔ہم اندر جانے لگے تو ایک شرطے نے مجھے روک لیا کہ احرام والے اندر نہیں جا سکتے ادھر سے۔وہ صرف فہد سے اندر جائیں۔ باجی مجھے کہتیں کہ تم فہد سے اندر آ جاؤ اور جہاں حجرِ اسود کی گرین لائٹ ہے وہیں ہم مل لیں گے۔میں نے ٹھیک ہے کہا تو وہ اندر چلی گئیں۔اب میں واپس جانے لگا تو انہوں نے راستہ بند کرنا شروع کر دیا۔رش ایک دم بڑھ گیا۔میں باہر جانے لگا تو میرے سامنے بیریئر لگ گیا۔میں نے شرطے سے کہا کہ مجھے باب فہد جانا ہے پر اس ڈھیٹؒ نے نہیں جانے دیا اور میں اندر ہی رہ گیا۔اب باجی بھی آگے پتا نہیں کہاں چلی گئی تھیں۔چار و ناچار میں بھی اسی جگہ سے اندر چلا گیا۔ظہر میں ابھی وقت تھا۔اذان بھی نہیں ہوئی تھی۔میں بھی چلتا گیا جس سمت سب جا رہے تھے۔اس جگہ پہ قالین بچھے تھے۔اگر بابِ فہد سے اندر آؤ تو جو دائیں طرف نماز گاہ ہے ،میں وہاں تھا۔وہ انہوں نے بابِ فہد سے الگ کی ہوئی ہے بیریئر لگا کر۔میں نے پھر وہیں جگہ ڈھونڈی اور بیٹھ گیا۔پہلے میں نے ایک آدمی سے جگہ کا کہا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ پر اس نے اپنا سامان آگے رکھ لیا۔اس نے منع کر دیا ۔توبہ جیسے اس کے ابو کی زمین تھی۔خیر پھر مجھے بعد میں جگہ مل ہی گئی۔میں وہیں بیٹھ گیا۔میں اب ادھر ادھر سے راستہ دیکھوں کہ کہیں تو بیریئر ہٹا ہو گا تو میں وہاں سے فہد کی طرف چلا جاؤں گا۔میری جوتی بھی باجی کے پاس تھی۔چلو خیر ہے کہ الگ ہو گئے پر ہوٹل تک ننگے پاؤں چل کر جانا......ھذا مشکلٌ بہتؒ۔میں نے سوچا کہ ابھی ظہر میں وقت ہے تو میں قرآن پڑھ لیتا ہوں۔ارد گرد بھی سب یہی کر رہے تھے۔میں نے پاس رکھے قرآن دیکھے پر کوئی ہمارے والا نہ تھا۔اب مجھ میں اور باب فہد کے درمیان بس یہ قرآن پاک رکھنے والی الماری حائل تھی جسے وہ بیریئر کے طور پہ بھی استعمال کر رہے تھے۔خیر جو بھی ہوا پر قرآن نہ

ملا۔ میں نے ایک لڑکے سے کہا کہ مجھے نیلا قرآن چاہئے کیونکہ وہی ہمارے فہم میں تھا۔ میرے ساتھ ایک دوسرے ملک کا عربی بیٹھا تھا۔

اس نے مجھ سے کہا" این مانت (کہاں سے ہو تم)؟"

میں نے کہا" پاکستان سے۔"

"اردو اردو؟" اس نے عربی لہجے میں پوچھا۔

"جی اردو۔" میں نے ہاں میں سر ہلایا۔ اس نے پہلے سلام بھی لی تھی۔

"کیتنا دین کے واسطے آئے ہے تم؟" اس کی اردو......

"دو ہفتہ۔ ٹو ویکس۔" میں نے دو انگلیاں دکھائیں۔

"اکیلا آئے ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ فیملی۔" میں نے بتایا۔

"تم احرام؟" اس نے میرے احرام کی طرف دیکھ کر کہا۔ "احرام، فرام بابِ فہد۔" کہ احرام والے فہد سے اندر جاتے ہیں۔

"جی۔ راستہ...... طریق، مقفل۔" میں نے دونوں ہاتھوں کو ایک ساتھ جوڑ کر بند کا اشارہ کیا۔

"اوہو۔" پر افسوس لہجہ۔ "عمرۃ ڈن؟"

"جی۔"

"آج؟ اور بیفور (یا پہلے)؟" اس نے میرے سر کو دیکھ کر کہا۔

"جی، عمرۃ ڈن۔ دو دن (میں نے ہاتھ ہوا میں لہرا کر دن کا اشارہ کیا) پہلے۔ احرام لِطّواف (طواف کے لیے احرام ہے)" میں نے کہا۔

"اوہ۔" ہم مسکرا دیے۔

میں نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں سے ہے۔ پتا نہیں کہاں سے تھا اب۔ اور بھی کچھ باتیں ہوئی تھیں شاید مجھے اب یاد نہیں۔

خیر اللہ کر کے مجھے نیلی جلد والا قرآن مل گیا تھا۔ تھوڑا سا ہی پڑھا گیا کہ اذانیں ہو گئیں۔ نماز سے فارغ ہو کر میں باہر نکلا اور پھر فہد سے اندر گیا۔ پھر حجر اسود تک جا کر ان کا انتظار کرتا رہا۔ راستے میں بھی میں طائفین (طواف کرنے والے) میں انہیں تلاشتا رہا پر وہ نہ ملے۔

پھر میں وہیں بیٹھ گیا کچھ دیر۔

دس پندرہ منٹ بعد مجھے لگا کہ وہ شفق باجی ہی ہیں۔ میں ان کی طرف گیا تو وہ وہی تھیں۔ ہم تینوں ایک دوسرے...... تیسرے آنا چاہیے، کو دیکھ کر اتنا خوش ہوئے جیسے میلے میں بچھڑے بہن بھائی ملے ہوں۔ ویسے حالت ایسی ہی ہوتی ہے۔ گم ہونے کے بعد کوئی ایسے مل جائے تو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ مجھے ماما کی بات یاد آ گئی۔ وہ اور پاپا جب حج کرنے گئے تو اسی دوران پاپا کے ایک کزن بھی حج کرنے گئے۔ ان کی بیگم ماما کی دوست تھیں۔ وہ اکٹھے مدرسہ جاتی تھیں۔ پہلے ہم ایک ہی گلی میں رہتے تھے۔ اب وہ دونوں کپلز پھر وہاں جا کر ملے۔ ماما کہتیں کہ اتنے ہجوم میں کوئی اپنا ملے تو الگ ہی خوشی ہوتی ہے۔ اور میں نے پھر وہ خوشی محسوس کی تھی۔

”شکر ہے مل گئے ہو۔ میں تو انا اللہ ہی پڑھتی جا رہی تھی۔“ باجی نے کہا۔

”میں بھی۔“

”ہمارا ایک چکر مکمل ہو گیا ہے۔“ انہوں نے بتایا۔

پھر میں نے ان کے ساتھ اپنا پہلا چکر شروع کیا۔ وہ مجھ سے آگے تھیں۔

مجھ سے شاید دن آگے پیچھے ہو رہے ہیں۔ بھلا میں وہاں ہی سفر نامہ لکھ لیتا روز کے روز تو زیادہ اچھا تھا۔ ایسے تایا ابو کی کچھ اور باتیں بھی میں لکھ لیتا۔ چلیں کوئی نہیں۔

امی کو طواف کروانے کے بعد جب ہم نیچے گئے تو پھر وہی لہنگوں والے مسئلے۔ باجی کے پاؤں کے نیچے ایک لہنگا آنے لگا تھا۔ دو تین بار باجی نے احتیاط کی پر نہ جی نہ...... باجی بھی اک گئیں۔

"میرا دل کر رہا ہے کہ میں نیچے دے دوں برقعہ۔" اتنا تنگ آکر کہا۔ میں ہنس دیا۔ سامنے لہنگے والی عورت نے باجی کو مڑ کر دیکھا۔ توبہ ہم تو شرمندہ ہی ہو گئے۔ اسے اردو آتی تھی۔ ہماری جانے بلا۔ میں اور باجی فوراً منہ نیچے کر کے آگے چلے گئے۔ لافنگ......

عصر پڑھ کر ہم باہر نکلے تو میں دورات چلا گیا۔ واپس آیا تو تایا ابو بھی وہیں مل گئے تھے۔

"میں نے ابو کو باہر نکلتے دیکھا تو میں نے آواز دی انہیں۔ میں اتنا ایکسائٹڈ ہو گئی دیکھ کر، میں زور سے بولی اور ان کی طرف گئی تو سب مجھے دیکھنے لگ گئے کہ اینوں کی ہو گیا؟" باجی نے کہا۔

وہ مچھلی ہم نے تب ہی کھائی تھی۔ اب پتا نہیں اتنا ایکوریٹ نہیں یاد۔

پھر باقی نمازیں پڑھیں اور ہم الگ الگ ہی واپس آئے۔

سڑکوں پہ دکانیں بہت ہیں وہی ڈالر سیل والی۔ ریکارڈنگ لگائی ہوئی ہے انہوں نے۔ "ہر مال ایک ریال، ہر مال دو ریال، کل شئی واحد ریال۔ ایوری تھنگ ون ریال۔" ایسے تین چار زبانوں میں۔

ہمارے ہوٹل کے ساتھ ایک دوکان دار باہر کھڑا ہو کر آوازیں لگا رہا تھا۔ ہر مال دو ریال، ہر مال دو ریال۔ ایک لڑکی باہر ہی کھڑی تھی۔

کہتی۔ "اللہ...... جھوٹ بول رہا ہے یہ انسان۔ اندر سب کچھ دس دس ریال کا ہے۔" خالص کراچی کا لہجہ تھا اس کا۔ میں اس کے انداز پہ ہنس دیا۔

میں ہوٹل واپس آگیا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے وہ دن دکھائے۔

☆☆☆☆☆

الطائفین......والمتطہرین......

طواف ایسی عبادت ہے جو انسان سوائے حرمِ پاک کے کہیں نہیں کر سکتا۔ نماز، قرآن، روزے اور نفلی عبادات ہم کہیں بھی کر سکتے ہیں لیکن طواف، عمرہ اور حج ہم وہیں کر سکتے ہیں صرف۔ اسی لیے جو بھی زائر وہاں جائے وہ طواف لازمی کرے۔ طواف وہ دن میں دس بار بھی کر سکتا ہے۔ یقین کریں، مطاف میں طواف کرتے ہوئے صرف اور صرف پچیس منٹ یا پورا آدھا گھنٹہ لگتا ہے۔ میں نے مطاف میں جتنی بار بھی طواف کیا میں نے ٹائم تقریباً ہر بار ہی دیکھا۔ ایک دن بہت کم لوگ تھے مطاف میں تو پندرہ سے بیس منٹ لگے تھے۔ اتنے کے ایک آیت الکرسی بھی ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ چکر مکمل ہو گیا تھا۔ بعض بار ایسا بھی ہوتا ہے۔ تو...... کیا فرق پڑتا ہے؟ انسان اتنی دور اللہ کے گھر کو دیکھنے ہی جاتا ہے ناں، تو دن میں متعدد بار اس گھر کا طواف نہیں کر سکتا؟ کیوں نہیں؟ جسے اللہ سے محبت ہے اس کی تو چاہت ہی یہ ہو گی کہ وہ طواف کرتا رہے، کرتا رہے۔ اتنا سکون ملتا ہے طواف کر کے کہ کیا بتاؤں؟ واقعی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ سے بات ہو رہی ہے۔

میرے حساب سے ہر نماز کے بعد ایک طواف لازمی کرنا چاہئے۔ ظہر اور عصر کی نماز میں کافی وقفہ ہوتا ہے تو مطاف میں آرام سے تین سے چار طواف ہو جاتے ہیں اتنے ٹائم میں۔ یقین کریں، مطاف میں تو ٹانگیں یا پاؤں ذرا بھی نہیں تھکتے۔ حلانکہ وہی پتھر اوپر بھی لگا ہے اور وہاں پاؤں تھک جاتے ہیں لیکن مطاف میں ایسے لگتا جیسے نیچے نرم ملائم زمین ہے۔ بس چلتے جاؤ۔ کعبہ کو دیکھتے رہو۔ دعائیں کرتے رہو۔ اللہ سے باتیں کرتے رہو۔ پھر اسی طرح عصر کے بعد ایک کر لیا۔ طواف کے بعد مغرب تک بندہ آرام کر سکتا ہے۔ فہد سے اندر آؤ تو بائیں طرف ہی مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ مصلیٰ ہے۔ وہاں لیٹ بھی سکتے

ہیں۔ قالین بہت نرم ہیں۔ مغرب کے بعد بھی ایک طواف اور عشاء کے بعد بندہ دو کر لے بیشک۔ ہوٹل جا کر صرف سونا ہی تو ہوتا ہے۔ ظہر سے پہلے تگڑا ناشتہ کر کے آئے بندہ تو اتنے طواف آرام سے گزر جاتے ہیں۔ کسی کو زیادہ بھوک لگتی ہے تو وہ بیگ میں اپنے ساتھ کچھ رکھ لے۔ ویسے زمزم پی کر پیٹ بھرنا چاہئے۔ زمزم سے واقعی پیٹ بھر جاتا ہے۔

طواف نیند سے بہتر ہے۔

یہاں ہم طواف نہیں کر سکتے ناں تو وہاں جا کر طواف کو نماز کی طرح ہی رکھیں۔ انسان کو فکر ہونی چاہئے کہ میں نے دن میں اتنے طواف کرنے ہیں۔ مجھے اتنا افسوس ہے کہ ایک دن میں بہت تھک گیا تھا تو مجھ سے میری روٹین کے مطابق ایک طواف مِس ہو گیا۔ مجھے آج تک بہت افسوس ہے۔ کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ جتنی رحمتیں اور برکتیں سمیٹ سکتے ہیں سمیٹ لیں۔ پتا نہیں دوبارہ کب آنا نصیب ہو گا؟ ہوٹل جا کر صرف پلنگ پہ ہی رہنا ہے یا کھانا کھانا ہے۔ یہ دن بہت قیمتی ہیں۔ طواف جتنے ہو سکیں کرنے چاہئے تاکہ واپس آکر کوئی ملال نہ رہے۔ آرام مل ہی جاتا ہے۔ جہاں بھی ہو بندہ آرام کر ہی لیتا ہے کسی نہ کسی طرح۔ پر طواف......وہ قسمت والوں کو ملتا ہے۔ اللہ ہمیں قسمت والا بنائے۔

پھر کوشش کریں کہ ایک پورا دن یا پوری رات حرم میں ہی رہیں اور طواف کریں۔ رات کے طواف بھی اکثر چھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ بھئی بڑے بھی ہوں تو کیا ہے؟ اللہ کے گھر آئے ہیں۔ جتنا مرضی ٹائم لگے۔ طواف کرنا ہے اور ضرور کرنا ہے۔ ہوٹل میں فضول موبائل چلانے سے اچھا ہے طواف کرنا۔ دس دس گھنٹے سونے سے اچھا ہے طواف کرنا۔ فالتو سیر سپاٹوں سے اچھا ہے طواف کرنا۔

الطّائفین...... طواف کرنے والے خاص بندے......

المتطھرین......

پاکیزگی کو اللہ بہت پسند کرتا ہے۔ صفائی نصف ایمان کا درجہ رکھتی ہے۔ نکاح کو بھی نصف ایمان کہا گیا ہے کیونکہ نکاح سے انسان کا کردار پاک ہوتا ہے۔ طواف کے دوران اللہ سے اپنے ایمان اور کردار کی پاکیزگی طلب کرنی چاہئے۔ اللہ پاک ہے۔ وہ پاکی کا رب ہے۔ انسان اللہ سے اس پاکیزگی کا سوال کرے۔ خود کو گناہوں کی گندگی سے دھونے کے لیے دعا کریں۔ کردار کے داغوں سے بچاؤ کے لیے دعا کریں۔ جو جتنا صاف اور پاکیزہ رہتا ہے، اللہ اور اس کے بندے بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ صفائی دوسروں کو بھی اپنی طرف راغب کرتی ہے۔ دور سے چمکتی چیز نظر آجاتی ہے کیونکہ وہ صاف ہوتی ہے۔ اس کی چمک میلوں دور سے واضح ہو رہی ہوتی جبکہ گندگی میں پڑا ہیرا بھی چھپ جاتا ہے۔ اس کی چمک پہ گرد لگ جاتی ہے۔ وہ کسی کو متاثر نہیں کرتا۔ گند میں پڑا ہیرا بھی پھر پتھر کا ایک گندا ٹکڑا ہی بن کر رہ جاتا ہے۔ انسان پاک رب کا بندہ ہے۔ اسے خود کو پاک رکھنا چاہئے تاکہ وہ گند کا حصہ نہ بنے۔

"اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔"

المتطھرین......اور پاک صاف رہنے والے خاص لوگ......

☆☆☆☆☆

ہماری وہی روٹین تھی۔ ظہر کے لیے ہم نکل پڑے تھے۔ تایا ابو اور میں نے وردی پہن لی تھی۔

"لیا مینوں وی محنت مزدوری کرن دے (لاؤ مجھے بھی محنت مزدوری کرنے دو)۔" میں تائی امی کی وہیل چیئر تریک...... گھسیٹ رہا تھا کہ تایا ابو نے کہا۔ میں نے ہنس کر انہیں وہیل چیئر دے دی۔

"دیکھ لیں امی، تایا ابو آپ کی کتنی خدمت کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اسی وی بڑیاں خدمتاں کیتیاں نے (ہم نے بھی بڑی خدمتیں کی ہیں)۔" وہ ہنس کر بولیں۔

"توکدی میری ریڑھی تریکی اے (تم نے کبھی میری وہیل چیئر گھسیٹی ہے)؟" تایا نے کہا۔ میں اور باجی قہقہہ لگا کر ہنسے کہ انہوں نے امی کو لاجواب ہی کر دیا۔ تایا ابو وہیل چیئر کو ریڑھی کہتے تھے۔

حرم آ گیا۔

اس دن والا طواف......اللہ اکبر......کب شروع ہوا......اور......کب جا کر ختم ہوا......

ظہر کے بعد ہم نے طواف شروع کر دیا تھا۔ ظہر ہم نے باب فہد سے باہر ہی پڑھی تھی، عین دروازے کے سامنے۔ اس دن انتہا کا رش تھا ماشاءاللہ کہ وہیل چیئر گھسیٹنا مشکل تھا۔ اتنا کم فاصلہ تھا کہ ہمیں ڈر تھا کہ اگلے بندے کو نہ لگ جائے۔ آہستہ آہستہ ہی چل رہے تھے۔

طریق، طریق کی سدائیں بار بار آ رہی تھیں۔

ادھر ایک عربی ورکر کسی بوڑھی عورت کو وہیل چیئر پہ طواف کروا رہا تھا جیسے ہم نے تائی امی کے لیے وہیل چیئر لی تھی سعی کرتے وقت۔ ہم نے چکر شروع کیا تو وہ پاس سے گزرا۔

"ھذا ون (یہ پہلا ہے)۔" وہ سواری کو کہہ رہا تھا۔

ہم نے سنا تو ہم پھر یہی بولنے لگ گئے۔ ھذا ون چکر۔ ھذا ٹو چکر۔

”باجی ھذا کتنا چکر؟“

”ھذا فائیو۔“

”ھذا فور نہیں تھا؟“

”ھذا نو۔“

بڑا مزہ آتا تھا ایسے بات کر کے۔

اچھا طواف جوں شروع ہوا تھا ظہر کے بعد، بیچ میں عصر کی نماز آگئی پر طواف نہیں ختم ہوا۔ ابھی بھی دو چکر رہتے تھے۔ عصر کے بعد اور بھی رش ہو گیا تو وہ دو چکر بھی گھنٹے کے قریب وقت میں لگے۔ وہ مغرب کے پاس جا کر طواف مکمل ہوا۔ پتا نہیں اس دن تو لٹک ہی گیا تھا۔ ہم تینوں نے باری باری ریڑھی تری کی تھی۔ اس دن عصر سے پہلے میں اور باجی مطاف بھی نہ جا سکے۔

”ھذا طوافؒ بہت لمباتھؒ۔“

”ھذا جی بالکل۔“

عربی آئی سی یو میں ہے۔ اسے بچالیں۔

اس دن ہم نے صفا اور مروۃ کا ایک ایک چکر بھی لگایا تھا۔ ایسے ہی دل کر رہا تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ ہم صفا سے شروع ہوئے اور مروۃ والے دروازے سے باہر نکلے۔

ہم پلان کر کے آئے تھے کہ آج ہم نبیؐ کی جائے پیدائش جائیں گے۔ ہم پوچھتے ہوئے وہاں گئے تھے۔

ٹپ ٹائم......

فرض کریں آپ حرم میں کھو گئے ہیں۔ آپ کو دروازہ نہیں مل رہا جو آپ کے ہوٹل کے قریب ہے۔ آپ باہر جانا چاہتے ہیں۔ کس سے پوچھیں۔ کس سے پوچھیں؟ کس کو اردو آتی ہے کس کو نہیں؟ اب

کیا کریں؟ سیدھا جائیں کسی صفائی والے کے پاس۔اسے اردو آتی ہے۔وہ انڈیا، پاکستان اور بنگلہ دیشی لوگ ہوتے ہیں۔انہیں حرم کے چپے چپے کا علم ہوتا ہے۔آپ نے کہیں بھی جانا ہو تو ان سے پوچھ سکتے ہیں اور وہ اتنا اچھا سمجھاتے ہیں۔ایسے نہیں کرتے کہ ادھر سے کھبے ہاتھ جائیں آگے ایک چوک ہو گا اور وہاں سے سجے ہاتھ جائیں پھر ایک اور سجے اور پھر دو بار کھبے مڑیں گے تو آئے گا۔جو کس آپارٹ......

ایک بار میں گم گیا تو میرے فون میں بیلنس نہیں تھا۔میں نے ایسے ہی صفائی والے سے کہا کہ مجھے ایک کال کروادے۔بھلا ہو اس لڑکے کا اس نے مجھے کال کروادی۔جتنا ان لوگوں کو راستے معلوم ہوتے ہیں کسی عربی کو بھی شاید ہی ہوں گے۔یہ لوگ چھ ماہ کے لیے جاب ویزا کے لیے آتے ہیں یہاں اور کتنی خوش نصیبی ہے کہ وہ حرم صاف کرتے ہیں۔ان کی آمدنی کا ذریعہ بھی یہی ہے لیکن پھر بھی۔اللہ کا گھر ہے وہ۔باجی بتا رہی تھیں کہ انہوں نے دیکھا تھا ایک بار کہ حطیم کی صفائی ہو رہی تھی۔اندر یہی نیلی وردی والے لوگ تھے۔صفائی ختم ہوئی تو جاتے جاتے ایک آدمی نے بیت اللہ کا غلاف چوم لیا۔واللہ......خوش قسمت......

وہاں کام کرنے والے شرطے اور انجنیئرز کتنے خوش نصیب ہیں۔نماز کے وقت جب شرطے بھی نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو دیکھ کر اتنا اچھا لگتا تھا۔ایک بار میں نے ایک انجینئر کو دعا کرتے دیکھا تھا۔میں بے ساختہ مسکرا اٹھا۔کیسی قسمت ہے۔اللہ کے گھر کو تعمیر کر رہے ہیں۔ہر وقت آنکھوں کے سامنے۔دسترس میں۔جب دل کیا چھو لیا۔طواف کر لیا۔دعا کر لی۔واہ......اللہ کی تقسیم......

تایاابو کہتے کہ میرا دل کر رہا ہے کہ میں اس انجینئر سے کہوں کہ ایک اینٹ مجھے بھی لگانے دے لیکن ان کے دوست نے انہیں کہا کہ وہ تمہیں قریب بھی نہیں آنے دیں گے۔ایسا ہی تھا۔کام اور بیریئر کے درمیان تین چار گز کا فاصلہ ہوتا تھا۔

خیر......تایاابو کو جو صفائی والا نظر آیا انہوں نے اس سے وہی سوال کیا۔ میں اور باجی ہنس دیے کہ ابو کتنی بار پوچھنا ہے؟ باب السلام سے نکل کر بھی وہ آسکتا تھا لیکن مروۃ والا راستہ آسان ہے۔ ایک ہی بات ہو گئی۔

مروۃ سے ہم نکل کر مکہ ٹاور کی طرف نہیں گئے بلکے دوسری سمت گئے۔ وہاں شاہی محل بھی تھے جو ایک بڑی بلڈنگ ہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہم چل رہے تھے۔ سامنے پہاڑ تھا۔ یہ وہی شعب ابی طالب کی پہاڑی تھی جہاں نبیؑ تین سال رہے تھے۔ اس کے سامنے ہی ایک لائبریری ہے جو نبیؑ کی جائے پیدائش ہے۔ سبحان اللہ۔

تایاابو بتانے لگے کہ حلیمہ سعدیہ بھی سب دائیوں کی طرح اس گھر سے واپس جانے لگی تھیں کیونکہ نبیؑ کے باپ زندہ نہ تھے۔ ایسے انہیں اچھا معاوضہ نہ ملتا۔ حلیمہ بی کو کوئی اور بچہ نہ ملا اور خالی ہاتھ گھر جانے سے اچھا وہ دوبارہ نبی پاک کے گھر آئیں اور انہیں گود میں اٹھالیا۔ کیسی خوش قسمت تھیں وہ۔ ان کا نام آج بھی ہمیں یاد ہے اور باقی دائیوں کا نہیں۔ حلیمہ سعدیہ کہتی تھیں کہ محمد ﷺ کے میرے گھر جانے سے میرے گھر میں برکت آگئی تھی۔ میری بکری دودھ دینے لگ گئی تھی۔

خدوخال 8 نبی پاک کی جائے پیدائش

اس کے پیچھے پہاڑی ہے۔

اس جگہ سے پہلے ہم نے ملعون ابو جہل کی جائے پیدائش بھی دیکھی جہاں بیت الخلا بنے ہیں۔ عین اس کے سامنے۔ وہ اسی قابل ہے۔ اللہ اس پہ کروڑوں لعنتیں نازل کرے۔ اس نے نبیؐ کو بہت اذیت دی تھی۔ بدر کی لڑائی میں اسے موت نصیب ہوئی تھی۔

جائے پیدائش مبارک کے ساتھ ہی بس اسٹینڈ ہے۔ اس کے پیچھے سرنگیں ہیں جو پہاڑ کے دوسری طرف جاتی ہیں۔ میں اور باجی سرنگ میں چلے گئے اور پیدل ہم نے سرنگ پار کی۔ ایک سرنگ سے گئے تو دوسری سے باہر آئے۔

نفق طريق المشاة
Pedestrian Road Tunnel
1

پھر ہم گھر جانے لگے۔وہاں زمزم کی ٹونٹیاں تھیں تو ہم بوتلیں بھرنے لگے۔ٹھنڈا یخ پانی تھا۔ میرے ساتھ ہی ایک ترکی کا گروپ کھڑا تھا۔وہ بھی پانی بھرنے آیا تھا۔

راستے میں پاپا کا فون آیا تو ہم سب نے سب سے بات کی۔پاپا کہتے ''ٹنڈ صاحب۔ٹنڈ تے وکھاؤ۔'' میں نے ہنس کر سر نیچے کر دیا۔

''آپ نے کہا تھا ناں کہ سر پہ آب زمزم ڈالو گے تو بہت مزہ آئے گا۔مجھے واقعی بہت اچھا لگا۔'' میں نے انہیں کہا۔

پاپا کے بعد سب سے بات ہوئی۔میری کزن کی بیٹی ماہا (تایا ابو کی نواسی) چھ سال کی ہے۔مجھے عبداللہ ماموں کہتی ہے۔اس دوران جب بھی اس کا فون آتا تھا تو وہ فورا کہتی ''ٹنڈ والے عبداللہ ماموں تو دکھائیں''اور سر دیکھ کر اتنا ہنستی تھی۔اس نے ہم دونوں کا نام ہی ڈال دیا تھا۔''ٹنڈ والے عبداللہ ماموں، ٹنڈ والے ابو۔''

اس کے علاوہ جب بھی کسی کا فون آئے تو پہلی بات ہی یہی۔ٹنڈ دکھاؤ اور آگے جو ہنسنا۔بھئی کیا ہے؟ کبھی ٹوپی پہنی ہوتی تو کہتے،ٹوپی تو اتارو۔کیسے لشکارے مار رہے ہیں دونوں کے کدو۔جس کا فون آئے یہی کہے۔اللہ ایسی ٹنڈ کروانا بار بار نصیب فرمائے۔آمین۔

تایا ابو کو واپس آکر ایک بندے نے پوچھا کہ یہ ریالوں والی ٹنڈ ہے یا روپیوں والی؟ کتنا اچھا سوال تھا یہ۔

پھر ہم ہوٹل کی طرف چلے گئے۔راستے میں میں نے اور باجی نے سوچا کہ البیک سے ریٹس پوچھ لیتے ہیں۔ہمارا دل کر رہا تھا کہ ہم بھی کچھ پیسے اجاڑیں (ہمارے بڑے ایسے کاموں کو پیسے اجاڑنا ہی کہتے)، تو ہم دونوں البیک چلے گئے۔وہ مکہ ٹاور کے ساتھ بھی ان کی ایک برانچ ہے،عبدالعزیز والے گیٹ کے سامنے

والی سڑک......راستہ ہی۔ ہم اندر گئے تو ہم نے پوچھا مینیو کا پوچھا تو اس نے ہمیں سامنے لگا پوسٹر دکھا دیا۔ اس میں بس نگٹس ہی ملیں گے۔اس نے انگلش میں کہا تھا کہ یہ مینیو ہے۔

’’بس؟‘‘میں بے ساختہ بولا۔اردو میں۔

’’جی بس۔‘‘وہ بھی اردو میں ہی بولا۔اس نے ہاتھوں سے بس کا اشارہ کیا۔میری ہنسی نکل گئی۔

ھذا پنتالیس ریالؒ اور صرف نگٹسؒ تو ھذا بہت مہنگاتؒ۔

اسی فیر بار آ گئے۔اوکاتوں بارسی۔(ہم پھر باہر آ گئے۔اوقات سے باہر تھا۔)

خیر سامنے ہی مکڈونلڈز تھا۔میں نے کہا چلو وہاں پتا کر آتے ہیں۔توبہ توبہ۔مکڈونکڈر کو تو یہاں آگ لگی ہوئی ہے۔۳۰ ریال کی نِکی جئی (چھوٹی سی) برگری دے رہے تھے۔میں نے وہاں ہی پانچواں کلمہ استغفار، استغفر اللہ ربِ مِن کلِ ذنب ......سارا پڑھ لیا۔بھئی ویلنے (’’وَیل نے‘‘ایسے پڑھنا ہے) چہ باں(بازو) نہیں آئی ساڈھی (ویلنے کی اردو پتا نہیں کیا ہے؟ جیسے گول کوئی چیز گھوم رہی ہو،ایسے سمجھ لیں۔جیسے آپ نے چلتے ہوئے کپڑوں والے ڈرائیر میں ہاتھ دے دیا ہو) محاورہ ہے۔

اچھا خیر ہم گھر آ گئے۔مہنگائی شدیدؒ۔

☆☆☆☆☆

12اکتوبر......آخری دن......

سارا دن گزار کر ہم واپس ہوٹل آئے۔اس دن پاپا کے ماموں زاد ملنے آئے تھے ہمیں۔وہ تقریباً چالیس سالوں سے جدّہ میں قیام پذیر ہیں۔

رات کو میں جب گھر آیا تو وہ پہلے سے ہی موجود تھے۔عمرۃ کی مبارکباد وصول کی اور کئی باتیں ہوئیں۔میں اور باجی تو چپ کر کے ہی بیٹھے تھے۔اولڈ جنیریشن ہی باتوں میں مشغول تھی۔وہیں بچپن کے قصے بچپن میں۔ان کے قصے سننے کا بہت مزہ آ رہا تھا۔

"ہائے راشدہ کی بہن کی بہو کا بھائی پھر اس کی امی کے چاچو کی خالہ کی نند کی جیٹھانی کی ہمسائی کی پوپھی کی چھوٹی بیٹی میری کلاس فیلو تھی۔"اتنے لمبے رشتے یاد کیسے تھے؟

تایا ابو کہتے کہ میں نے ایک بار ایک جاننے والی عورت،ان کا ہماری فیملی میں بہت آنا جانا تھا، پوچھا کہ آپ ہماری امی کی کیا لگتی ہیں؟تو وہ کہتیں کہ پتا نہیں ہمارا کیا رشتہ ہے؟لیکن ان کا آپسی دوستانہ ایسا کہ جیسے سگا رشتہ ہو۔پرانے لوگ......سچے رشتے......منافقت سے دور......

تایا ابو نے وہ لطیفے سنائے کہ مجھے اب سب یاد نہیں۔ہنس ہنس کر ہمارا برا حال ہو گیا۔

پھر انہوں نے ہمیں کھانا کھلایا اور بہت کہا کہ ان کی طرف ضرور جائیں۔پاکستان سے جو بھی ادھر جاتا ہے تو وہ ان سے ملنے ضرور آتے ہیں۔کچھ ان کے گھر بھی جاتے ہیں۔وہ بہت ملنسار لوگ ہیں۔

ہم نے وہاں کا بروسٹ پہلی بار کھایا تھا۔اتنا زیادہ اور اتنا اچھا تھا کہ پیٹ بھر گیا پر دل کر رہا تھا اور کھائی جاؤ۔ویسے اس دن میں نے صحیح کھانے پہ فوکس کر کے کھانا کھایا تھا ورنہ باقی تو کھانا پوری ہی تھی۔ سب نے کھا لیا لیکن میں ان کی باتیں سننے کے ساتھ ساتھ ایک ایک چپس بھی کھاتا جاؤں۔ایسے جیسے میں کوئی شو دیکھ رہا تھا۔

اگلے دن مدینہ کی طرف روانگی تھی۔

المدینۃ المنورہ......

☆☆☆☆☆

وقت......

میں حرم میں ہوں......میں نے کعبہ دیکھ لیا ہے......آج میرا پہلا دن ہے......مجھے یہ احساس راحت بخش رہا ہے......میں سرزمینِ پیغمبر پہ ہوں......یہ پاک زمین ہے......بابرکت ہے......دنیا میں جنت ہے...... یہ اللہ کا گھر ہے......وقت شروع ہو چکا ہے......میں کہتا ہوں کہ میں ابھی ایک ہفتہ ادھر ہی ہوں......میں

بہت کچھ کروں گا......میں کعبہ کو اپنی روح کی نظروں میں بھی اتار لوں گا......میرے پاس بہت وقت ہے......ابھی بہت دن ہیں......ابھی بہت راتیں ہیں......ابھی بہت نمازیں ہیں......ابھی بہت نوافل ہیں......ابھی بہت طواف ہیں......ابھی ڈھیروں نیکیاں ہیں......لاکھوں برکتیں ہیں......کروڑوں رحمتیں ہیں......یہ سامنے ہی تو کعبہ ہے......یہ ادھر ہی تو حرم ہے......وقت میری مٹھی میں ہے......میں اسے اچھے سے گزاروں گا......اسے ضائع نہیں کروں گا......

پر......وقت......

وقت میری مٹھی میں نہیں ہے......وہ بس میری نظروں کے سامنے ہے......وہ بس سوئیوں کی ٹک ٹک میں سنائی دیتا ہے......وہ بس دن اور رات کے ڈھلنے میں نظر آتا ہے......وہ بس چلتا ہی رہتا ہے......بے آواز......چپ چاپ......بغیر آہٹ کے......اور ایک ہفتہ چھ دن رہ جاتا ہے......پھر پانچ دن......چار......تین......دو......ایک......اور پھر جدائی کا وقت آجاتا ہے......ایک ہفتہ پلک جھپکتے ہی گزر جاتا ہے......مکہ مجھ سے دور جارہا ہے......میں مکہ سے جدا ہورہا ہوں......میں حرم سے فاصلے پہ ہوں......وہ میری نگاہوں کے دائرے میں نہیں ہے......میں اسے دور سے بھی دیکھ نہیں پارہا......پر......میرا دل......میرا دل وہیں رہ گیا ہے......وہ مطاف میں ہی کھو گیا ہے......وہ مطاف میں محوِ طواف ہے......وہ ملتزم میں کھڑا ہو کر آہ وزاری کر رہا ہے......وہ مقامِ ابراہیم کو بار بار دیکھتا ہے......وہ حجر اسود کو چھونے کا منتظر ہے......وہ رکنِ یمانی کو چھو کر گزرتا ہے......وہ غلاف سے سر ٹکا کر کھڑا رہتا ہے......وہ اللہ کو پکارتا رہتا ہے......وہ حطیم میں رہ گیا ہے......وہ وہاں نفل پڑھ رہا ہے......ایک اور نفل......دو اور نفل......کہ اسے کوئی اللہ اور اس کے گھر سے جدا نہ کرے......وہ میرے ساتھ واپس نہیں آیا......وہ وہیں طواف کر رہا ہے......وہ وہیں نماز پڑھ رہا ہے......وہ وہیں گم ہے......وہ کھو گیا ہے......جیسے حرم مجھ سے دور ہوا، ویسے وہ بھی ہو گیا......میں نے چھوڑ دیا اپنا دل اُدھر ہی......رب کی عبادت کے لیے......اپنے اللہ سے ملاقات کے لیے دعا کرتا......اللہ سے باتیں کرتا......

اللہ کا قرب حاصل کرتا دل......دل......وہ اب میرے ساتھ نہیں ہے...... کیونکہ کعبہ دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے......پھر انسان بے دل سا ہو کر واپس آتا ہے......

وقت......

گزر گیا وہ وقت......

☆☆☆☆☆

المدینہ المنورۃ......

نبی علیہ صلوۃ واسلام کا شہر......

جو بیماریوں کا شہر تھا

کہ جس میں برکت نام کی شے نہ تھی

اور پڑے جب قدم مبارک رسولِ امین کے

تو آگئی بہار اس سرزمین میں

کہ ختم ہو گئیں بیماریاں وہاں سے

اور آگئیں بَرَکاتُ اللہ اس شہر میں

کہ ہو گیا وہ یثرب سے مدینہ

اور بن گیا وہ نبیؐ کا قرینہ

کہ چن لیا اللہ نے اس کو واسطے نبیؐ کے

اور بس گئے وہاں صحابہ نبیؐ کے

کہ بن گیا وہ مسلمانوں کا محبوب شہر

اور نہ رہ پایا ادھر جائے بنا کوئی زائر

کہ ملتا ہے سکوں اس شہر میں

اور آتا ہے قرار مسجدِ نبوی ﷺ میں

کہ میں نے دیکھی ہیں برکتیں اس سرزمین میں

اور میں نے دیکھی ہے بہار اس یثرب میں

کہ جب پڑے قدم مبارک رسولِ امین کے

تو آگئی بہار اس سرزمین میں

کہ آگئی بہار اس سرزمین میں

اس سرزمین میں......اس سرزمین میں......

☆☆☆☆☆

مدینہ کے مسافر......

فجر کے بعد بس نے آنا تھا۔ چھ سے آٹھ کے درمیان کا ٹائم تھا۔

نماز کے بعد ہم واپس آ گئے اور پھر کافی انتظار کے بعد بس صاحبہ اپنا بھاری جثہ ڈرائیور کے سپرد کرتیں، سڑک پہ مٹک مٹک کر چل کر ہماری طرف آئیں۔

آٹھ بج کر 38 منٹوں پہ بس روانہ ہوئی تھی۔ مدینہ کا راستہ شروع ہو چکا تھا۔ مدینہ جانے کے لیے میں بہت ایکسائٹڈ تھا پر مکہ چھوڑنے کا غم بھی ہو رہا تھا۔ ایک تسلی یہ بھی تھی کہ یہاں واپس ضرور آنا ہے۔ ہم نے ٹریول ایجنٹ سے کہہ کر مکہ کے دو وزٹس رکھوائے تھے۔ وہ تو ہمیں مدینہ سے جانے کا کہہ رہے تھے پر ہم نہیں مانے۔ شکر ہے۔

مکہ سے باہر نکل کر بھی مکہ ٹاور نظروں کے احاطے میں تھا۔ اس کی شان ہی الگ ہے۔

راستے میں میں تو باہر ہی دیکھتا رہا۔ سڑک بہت اچھی ہے لیکن ارد گرد......اللہ معاف کرے زندگی نام کی چیز نہیں ہے۔ کالے سیاہ پہاڑ۔ کوئی ایک چھوٹا سا شہر بھی نہیں آتا بیچ میں۔ درمیان میں سڑک ہے اور ارد گرد پتھریلے اور کالے پہاڑ......دیکھ کر خوف بھی آ رہا تھا اور حیرت بھی ہو رہی تھی۔ سوچ رہے تھے کہ نبی پاک کیسے اتنی گرمی میں مکہ سے مدینہ آتے جاتے تھے؟ ہم تو بسوں میں بیٹھ کر تھک جاتے ہیں اور وہ لوگ اونٹوں پہ اتنا لمبا سفر کرتے تھے۔ بس میں چھ گھنٹے لگتے ہیں تو سوچیں تب کتنا وقت لگتا ہو گا؟ دو تین دن تو لازمی۔ بہت ہمت والے لوگ تھے وہ۔ ہم نے پڑھا ہے کہ وہ کبھی مکہ ہوتے تو کبھی مدینہ......اس دور میں سفر کرنا آسان نہیں تھا۔ پھر کون سا تب سڑکیں بھی اتنی اچھی تھیں؟ یہی پتھریلی زمین اور پہاڑ تھے۔ انہوں نے صحیح محنت کی ہے اور ہمیں ایسا دین اسی محنت کی وجہ سے ملا ہے۔ اللہ نے ان کی محنت بھی رائیگاں نہیں کی تبھی تو آج تک ہم ان کا ذکر کرتے ہیں اور قیامت تک ان کا ذکر ہوتا رہے گا۔

سارے راستے تایا ابو نبی پاک کی باتیں بتاتے رہے۔ فلاں جگہ یہ جنگ ہوئی فلاں جگہ وہ۔ ایمان اتنا تازہ ہو رہا تھا۔ جو سب پڑھا اور سنا تھا، ان جگہوں کو آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے۔ راستے میں تبوک کا بورڈ آیا تو تایا ابو تبوک کی جنگ کا بتانے لگے۔ بڑا ہی اچھا لگ رہا تھا سن کر۔

کہتے ''میں نے سیرت کی کتابوں میں نبی پاک کا بچپن پڑھا تو اس مصنف نے لکھا تھا'' ننھے حضور'' ، مجھے اتنا پسند آیا یہ لفظ۔ ننھے حضور۔'' وہ محبت سے مسکرا دیے۔

ہمارے نبی ﷺ نے یہ کیا......وہ کیا......یہاں یہ فرمایا......وہاں وہ فرمایا......

مدینہ کے راستے تایا ابو یہی باتیں کرتے رہے۔ میں سنتا رہا۔

کئی سو گز کا سفر کر کے ہم ایک جگہ رکے۔ اس مقام کا نام ''حضر الموت'' تھا۔ توبہ اتنا خوفناک نام۔ بس نے وہاں آدھا گھنٹہ آرام کیا۔ اس دوران ہم فریش ہو گئے۔ کچھ کھا پی لیا۔ پتھریلے پہاڑوں کی

تصویریں بنائیں۔ گرمی بہت شدید تھی اور لو چل رہی تھی۔اس جگہ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم پاکستان میں ہی ہیں۔ وہی ڈھابہ ٹائپ ہوٹل۔ چائے والا اور سب پاکستانی۔

سفر دوبارہ شروع ہو چکا تھا۔

مدینہ سے آدھا گھنٹہ پہلے زندگی کے کچھ آثار نظر آنا شروع ہوئے۔ کچھ جانور جن میں سفید اونٹ بھی تھا اور سبزہ۔ پودے اور کچھ چھوٹے درخت بھی نظر آئے تھے۔

بس کا ڈرائیور اتنی سست روی سے بس چلا رہا تھا کہ میں تو تنگ ہی آ گیا۔ کتنی بسوں نے اسے کراس کر لیا تھا۔

''اس نے شرط لگائی ہوئی ہے کسی کو پیچھے نہیں رہنے دے گا۔'' تایا ابو نے کہا۔

اس نے شاید سن لیا تھا۔ پھر وہ اپنی مجبوریاں بتانے لگ گیا۔ چالان وغیرہ...... ہم بس صبر کے گھونٹ بھرتے رہ گئے۔ دل کر رہا تھا بس اب آ بھی جائے مدینہ۔ کتنا دور ہے۔

مدینہ کے مضافات دیکھ کر جسم میں تازگی بھر گئی۔ میں نے کیمرہ نکال کر تصویریں بنائیں۔ شہر شروع ہو چکا تھا اور واللہ...... کیا شہر ہے مدینہ۔ اتنا ترقی یافتہ کہ میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کشادہ سڑکیں، صاف ستھرا شہر، پر سکون فضا۔

''الٰی مسجدِ نبوی ﷺ۔''

مسجدِ نبوی ﷺ کی طرف......

بورڈ دیکھ کر اتنی خوشی ہو رہی تھی۔ اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ مسجد نبوی اب قریب ہی ہے۔ جیسے مکہ ٹاور کو دیکھ کر خوشی ہوئی تھی ویسی ہی۔

''یہیں کہیں سے مسجدِ نبوی کے مینار نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔'' تایا ابو نے بتایا اور میری نظریں بس سامنے ہی تھیں۔ کہیں سے مینار نظر آ جائے...... کہیں سے تو...... آ بھی جاؤ...... کتنا دور ہے......

”وہ رہے۔“شکر ہے مجھے نظر آ گئے۔میں نے کوشش کی کہ تصویر بنالوں لیکن بس کافی رفتار میں تھی۔ہم اتنا ہنسے کہ شہر میں اس نے بس تیز کر لی ہے اور راستے میں کسی کو پیچھے نہیں رہنے دے رہا تھا۔

پھر بس والے نے ہمارے ہوٹل واؤچرز لیے۔باری باری سب کو ان کے ہوٹلوں کے باہر اتارا اور ہمارا ہوٹل سب سے آخر میں آیا کیونکہ وہ مسجدِ نبوی کے بالکل قریب تھا۔ایک جگہ ایسی آئی جب مجھے مسجدِ نبوی واضح نظر آ گئی۔مسجد کے مینار...... گنبد......

اللہ اللہ کر کے ہمارا ہوٹل آیا۔

حیاۃ السلام فِضّی (حیاۃ السلام سلور(چاندی))

ہمارے ٹریول ایجنٹ مدینہ میں ہی رہتے ہیں۔وہ ہمارا استقبال کرنے ہوٹل آئے تھے۔ہم لابی میں تھے اور وہ ہمارے لیے کمرہ سیٹ کروا رہے تھے۔سفر کر کے ہم کچھ تھک گئے تھے۔عصر ہو چکی تھی۔

قاری صاحب (ایجنٹ) سے ملاقات ہوئی۔

”یہ میرا بھتیجا ہے عبداللہ۔یہ سافٹ ویئر انجینئر ہے۔اس نے دو کتابیں بھی لکھی ہیں۔“تایا ابو نے انہیں بتایا اور میں انہیں اشارہ کروں کہ بس کریں۔

”ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔“قاری نے مجھے دیکھ کر مسکراہٹ اچھالی۔

قاری صاحب ادھر کسی یونی میں پڑھاتے ہیں۔انہیں دیکھ کر ہی ٹیچر وائبز آ رہی تھیں۔ان کی شخصیت بہت باوقار لگی۔اچھے انسان ہیں وہ۔سچے ہیں......جو جو ہمیں انہوں نے ہوٹلوں اور فاصلے کے بارے میں بتایا عین ویسا ہی تھا سب۔حرم سے اگر ۳۵۰ میٹر دور ہوٹل تھا تو ایسا ہی تھا۔پانچ منٹ بھی نہیں لگتے تھے تو ہم حرم پہنچ جاتے تھے۔مکہ ٹاور کے بالکل عقب میں اور بالکل دوسرا ہوٹل۔کتنا ٹائم لگتا ہو گا؟ ہمارے ہوٹل سے پہلے ایک ہوٹل تھا ”مہاجرین“۔بھلا ہو ان لوگوں کا۔ان کا انٹرنیٹ اتنا اعلیٰ تھا کہ

ہمارے کمرے میں بھی سگنلز آتے تھے۔ ہمارے ہوٹل کا نیٹ تو بہت ہی گندہ تھا۔ مہاجر بھائی مہاجر بھائی۔ ہم اسے یہی کہتے تھے۔ عزت دیتے تھے ناں۔ نیٹ جو فری ملتا تھا۔ لافنگ۔

اچھا خیر۔ قاری صاحب نے ہمیں مشروبات دیے۔ جوس وغیرہ۔ کمرہ صاف ہو چکا تھا۔ انکل اور تایا ابو قاری صاحب سے باتیں کرنے لگ گئے۔ پھر تایا ابو ہماری طرف آئے۔

"قاری صاحب اتنے اچھے اور ڈیسنٹ انسان ہیں۔ قاری صاحب سے مہذب انداز میں بات کرنی ہے۔ صرف علمی باتیں کرنی ہیں، خبردار کسی نے کوئی فلمی بات کی۔" تایا ابو کا آخری جملہ سن کر ہمارا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ہم اتنا ہنسے کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تایا ابو ایسے ہی ہیں۔

"قاری صاحب نے پوچھا آپ کی کاسٹ کیا ہے؟"

"میں نے کہا، امانت چن، افتخار ٹھاکر، سہیل احمد۔" توبہ انہوں نے کہا تو...... ہنس ہنس کر دوہرے ہو گئے ہم۔ سب ہمیں دیکھنے لگ گئے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے؟ خود تایا ابو بھی ہنس پڑے۔ نہیں نہیں...... انہوں نے قاری صاحب کو یہ جواب نہیں دیا تھا۔ قاری صاحب سے فلمی باتیں منع ہیں۔

اچھا یہ سب مذاق کا حصہ ہے۔ پڑھنے والا مزاح پسند کرنے والا ہو۔ زندگی میں مزاح ہونا اچھی بات ہے۔ اس سے مزاج بہتر ہو جاتا ہے۔ اندر کی فرسٹریشن نکل جاتی ہے۔ خوش رہنے سے ویسے بھی خون بڑھتا ہے۔ اندر تلخی ہونے سے اچھا ہے مزاح ہو۔

تایا ابو ہمیں ایسے ہی ہنساتے رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ سفر کرنے کا بھی بہت مزہ آتا ہے۔ ہماری فیملی میں یہ ہے کہ جب ہم سب اکٹھے بیٹھتے ہیں تو سب ہی ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ ایسے سب کو اپنی بزی لائف سے کچھ وقت ریلیف مل جاتا ہے۔ یہ زندگی کے لیے بہت اچھا ہے۔ تلخ لوگوں سے لوگ بھی دور بھاگتے ہیں۔ حسِ مزاح کا ہونا دماغ کو جلدی بوڑھا ہونے سے بچاتا ہے۔

"ابو میں نے سفر نامے میں یہ باتیں ضرور لکھنی ہیں۔" میں نے کچھ دن پہلے انہیں کہا۔

"نہیں نہیں۔" وہ منع کرنے لگے۔

"نہیں میں نے لکھنی ہیں۔" میں نے پھر کہا۔

"تم سفر نامہ لکھ رہے ہو یا شغل نامہ؟" میں ہنس کر ہی رہ گیا۔

☆☆☆☆☆

کمرہ بہت ہی کلاس کا تھا۔

قاری صاحب نے تایا ابو کو ایک کارڈ دیا تو تایا ابو نے اسے جیب میں ڈال لیا۔ قاری صاحب جب جانے لگے تو تایا ابو نے ان سے کمرے کی چابی کا کہا۔

"جناب وہ کارڈ جو میں نے آپ کو دیا ہے وہی کمرے کی چابی ہے۔"

"اچھا؟ میں تو اسے ہوٹل کا کارڈ سمجھ رہا تھا۔" وہ ہنس کر کہنے لگے۔ قاری صاحب بھی ہنس دیے۔

مجھے پاپا اور ماما نے بتایا تھا کہ ہمارے ہوٹلوں میں بھی یہ کارڈ والا سسٹم تھا۔ مکہ میں جب چابی والا دروازہ دیکھا تو مجھے ہوا تھا کہ یہاں کارڈ والا سسٹم کیوں نہیں؟ نئی نئی چیزیں دیکھنے کا شوق ہوتا ہے ناں۔

"پنڈوں لیٹاں ویکھن آئے نے (گاؤں سے لائیٹیں دیکھنے آئے ہیں)، والا حساب ہو جاتا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ دنیا ہے۔ چلتا ہے۔

کمرے کا دروازہ کھولو تو سامنے ایک چھوٹی سی راہداری تھی۔ سامنے باتھ روم کا دروازہ تھا۔ اندر جا کر بائیں طرف دو قدم کے بعد کمرہ شروع ہوتا تھا۔ اس کمرے میں چھ بیڈ تھے اور مکہ کی نسبت بیڈ کی چوڑائی زیادہ تھی۔ ایک ٹی وی ٹرالی جس میں شیلف اور الماری بھی تھی اور ساتھ ہی ایک چھوٹی جگہ تھی جس میں چھوٹی سی فریج رکھی تھی۔ یہ سب اکٹھا ہی تھا۔

میں نے فوراً کھڑکی کے قریب والا بیڈ چن لیا تھا۔ دروازے کے اوپر ہی اے سی تھا۔ سینٹرل اے سی۔ کمرے میں ہر چیز تھی۔ یہاں تک کے باتھ روم میں بلوڈرائیر بھی تھا۔ ایک باتھ ٹب بھی۔

''موت دا کھو (موت کا کنواں)۔''تائی امی نے اسے لقب دے دیا تھا۔ گیزر بھی تھا۔ ہوٹل دیکھ کر دل خوش ہو گیا تھا۔

سامان وامان رکھ کر ہم مسجدِ نبوی ﷺ چلے گئے۔

ہمارے ہوٹل سے نکلو تو سامنے ہی مسجد غمامہ نظر آ جاتی ہے۔ یہ مسجدِ نبوی کی حدود کے ساتھ ہی ہے۔ ہمارے ہوٹل کے آگے صرف دو ہوٹلز تھے اور سامنے مسجد نبوی تھی۔ بہت ہی قریب تھا ہوٹل۔ الحمدللہ۔

واللہ...... مسجد نبوی میں پہلا قدم......

چھتریاں بند تھیں کیونکہ شام ہو چکی تھی۔ ہم نے ابھی دو نمازیں پڑھنی تھیں۔ کچھ تصاویر بنا کر ہم اندر چلے گئے۔ میں تو مسجد نبوی کے آرکی ٹیکچر کو اتنا متاثر ہو کر دیکھ رہا تھا۔ ہر چیز ہی پرفیکٹ تھی۔ حرم میں اور طرح کے آرائشی نمونے تھے اور ادھر اور طرح کے۔ کمال در کمال۔

نماز میں نے شروع کی تو ایک دم سے ہال میں روشنی ہو گئی۔ اب نماز میں تو میں دیکھ نہیں سکتا تھا کہ کیا ہوا ہے؟ نماز کے بعد دیکھا تو اوپر آسمان تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ اوپر ایک سلائڈر لگا ہے۔ بہت ہی کمال تھا۔

تایا ابو بھی نماز پڑھنے لگے اور پھر قاری صاحب سے کچھ معلومات لے رہے تھے۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگ گیا۔ وہاں کے ڈیزائنز بہت کمال تھے۔

"روضہ رسول ﷺ کی طرف چلتے ہیں۔" تایا ابو نے کہا تو ہم تینوں اٹھ گئے۔

باب السلام سے اندر داخل ہوئے۔ اس کا نمبر ا ہے۔

تصویر ٹھیک نہیں بنی تھی کیونکہ دروازہ کیمرے میں پورا نہیں آرہا تھا۔ پیچھے بیریئر تھے ورنہ میں پورا کھینچ لیتا۔ خیر کوئی بات نہیں۔

یہ راستہ ہے۔ایک طرف ستون ہیں اور دوسری طرف خطاطی کے نمونے۔ہزاروں لوگ اس راستے سے گزرتے ہوئے نبی پاک پہ درودوسلام پڑھتے ہیں۔

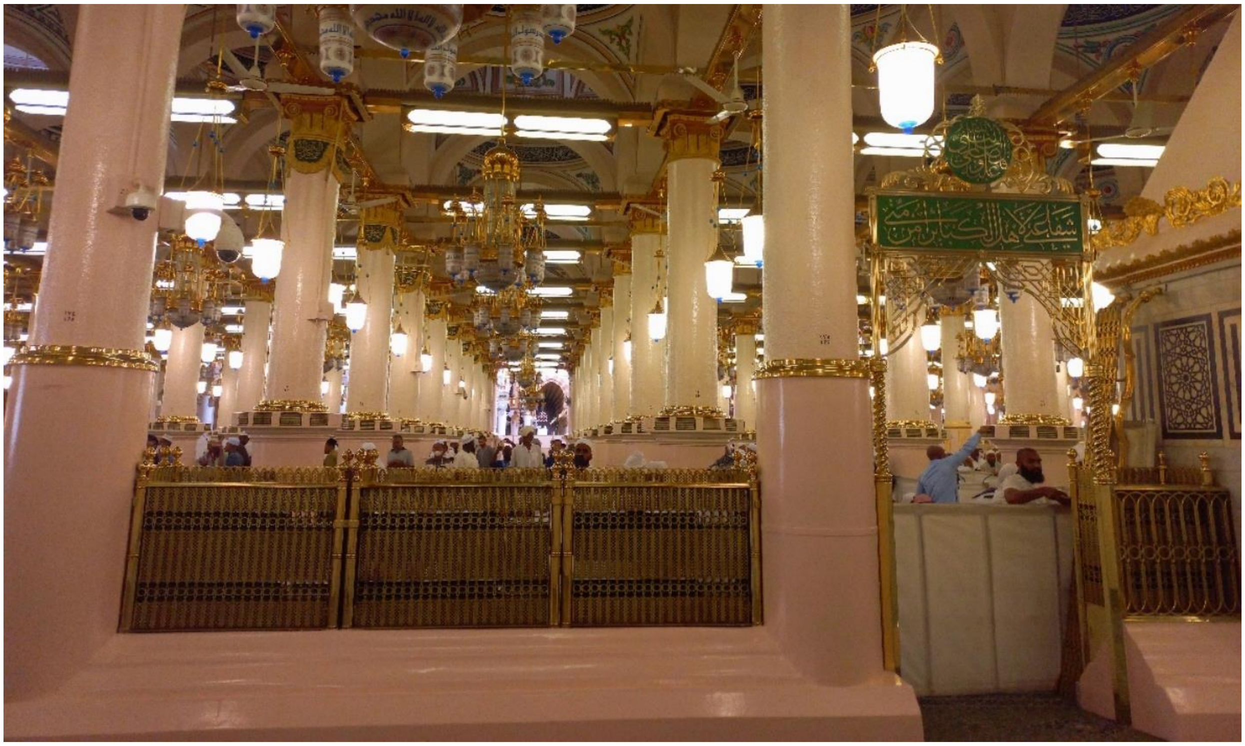

”بے شک اللہ اوراس کے فرشتے نبی ﷺ پہ درود بھیجتے ہیں (لہذا)اے ایمان والو! تم بھی ان پر درودو سلام بھیجو(القرآن)۔“

درود پاک کہ بغیر دعا بھی ادھوری ہے۔ایک صحابیؓ نے نبی پاک سے سوال کیا کہ

”اے اللہ کے نبی، میں اپنی دعا کاایک چوتھائی حصہ درود پڑھوں تو یہ کیسا ہے؟“

فرمایا”اچھاہے۔“

کہنے لگے کہ ”اگر دعا کا نصف حصہ درود پڑھوں تو یہ کیسا ہے؟“

فرمایا”بہتر ہے۔“

پھر پوچھاکہ ”اگر میں مکمل دعا میں درود ہی پڑھتا رہوں؟“

رحمتہ العالمین نے فرمایا”یہ سب سے اچھاہے۔“(المفہوم الحدیث)

اللہ ہمیں درود پڑھنے کی توفیق دے۔وہ درود جو نبی پاک نے ہمیں سکھایا ہے۔درودِ ابراہیمی افضل درود ہے۔جمعہ کے دن تو خاص درود کی تلقین کی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

مغرب سے قبل ہم ہوٹل چلے گئے۔کھاناوانا کھا کر ہم مغرب کی نماز پڑھنے مسجد آئے۔ادھر کی نمازیں بہت پر سکون ہیں۔سکون سے مراد یہ کہ ایک تو قاری بھی آرام اور تحمل سے قرات پڑھتاہے دوسرا یہاں کے اسپیکرز اتنے لاؤڈ نہیں ہیں۔یہاں تک کے مسجد کی حدود سے باہر نماز کی آواز جاتی ہی نہیں۔مسجد غمامہ اب کتنی دور ہے؟چند قدم ہی ہے لیکن وہاں بھی قرات کی آوازا تنی صاف نہیں آتی۔بس یہ پتا چلتاہے کہ قرات پڑھی جارہی ہے۔ان کا سسٹم ہی ایسا ہے۔مدینہ میں سکون کااحساس مجھے آج بھی یاد آتاہے۔

ابھی گروپ فیلو، رطابہ کہہ رہی تھی کہ اس کا دل اب مدینہ میں لگ گیا ہے اور کل وہ لوگ مکہ جا رہے ہیں۔ پھر میں نے اسے بتایا کہ یہ میرے ساتھ بھی ہوا تھا اور جب پاکستان آنا تھا تو تب تو...... بس اللہ پھر بلائے گا۔

نماز پڑھ کر ہم پھر واپس ہوٹل آ گئے۔ ہوٹل قریب ہونے کا یہ فائدہ تھا۔ مدینہ میں ہم ایسے ہی کرتے تھے۔ نماز پڑھ کر واپس ہم ہوٹل آ جاتے تھے۔

تایا ابو نے پلان کیا کہ کل ہم مسجد قبا جائیں گے اور مدینہ میں میرے دل کے سب سے قریب چیز یہی ہے۔ پیدل مسجد قبا کی طرف جانا۔

عشاء کے بعد بھی ہوٹل آ گئے۔ سفر کی تھکاوٹ بستر دیکھ کر سامنے آئی تھی۔ اس ہوٹل میں وائی فائی نہیں تھا۔ بندہ پوچھے اتنا لیوش ہوٹل ہے، آپ کم از کم وائی فائی تو دو۔ عجیب۔ خیر سوریال والا پیکج ادھر کام آ رہا تھا۔ میں نے اور باجی نے مدینہ میں یہی استعمال کیا۔

"ابوذرا ہاٹ سپاٹ دینا۔" میں نے کہا۔

"او کی ہونداا ے (وہ کیا ہوتا ہے)؟" انہوں نے کہا۔

"وہ آپ کا انٹرنیٹ ہم یوز کریں گے۔ ایم بیز شیئر کرنے ہیں۔"

"یہ چوری چکاری والا کام ہے؟ میں نہیں دینا۔" انہوں نے کہا تو ہم ہنس دیے۔

"کوئی چوری چکاری نہیں ہے۔ اب نیٹ نہیں ہے تو ہم کیا کریں؟"

"میں جاز چلا دینا اے (جاز مطلب جہاز)۔" جہاز سے ان کا مطلب فلائٹ موڈ تھا۔ انہیں پتا تھا کہ فلائٹ موڈ سے کم از کم ڈیٹا تو شیئر نہیں ہو سکتا ہمیں۔ ہم ان کی باتوں پہ ہنستے جا رہے تھے۔ آج بھی ان سے اگر ہاٹ سپاٹ مانگو تو کہتے دو منٹ بعد میں نے جہاز چلا دینا ہے بس۔ فلائٹ موڈ کو اب ہم جہاز ہی کہتے ہیں۔ جہاز نہیں بلکہ جاز ز...... پنجابی، یو نو۔

☆☆☆☆☆

اگلا دن...... مسجد قبا کی طرف پیدل جانا......

نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ وہ مسجدِ قبا کی طرف پیدل چل کر جاتے تھے۔ پیدل......

"وہ مسجد جس کی بنیاد

پہلے ہی دن تقویٰ پہ رکھی گئی ہے

(اس بات کی) زیادہ حق دار ہے کہ

آپ ادھر قیام کریں (یعنی نماز پڑھیں)۔" سورۃ التوبہ۔

مسجد قبا مدینہ سے تین میل کے فاصلے پہ ہے۔ ۳۰۹ نمبر گیٹ سے نکلو تو مسجد غمامہ کے عقب سے ایک راستہ ہے، وہ بالکل سیدھا مسجد قبا کی طرف جاتا ہے۔ پیدل یہ سفر تقریباً بیس منٹ کی واک کا ہے۔ یقین کریں راستہ اتنا صاف اور اچھا ہے کہ پیدل چلنا ذرا بھی مشکل نہیں لگتا۔ دو بندے ہوں تو ذرا پتا نہیں چلتا اور مسجد آ جاتی ہے۔

اس راستے میں ایک مارکیٹ ہے جہاں سے اچھی بھلی شاپنگ ہو جاتی ہے۔ وہاں زیادہ تر برقعے مل رہے تھے تو ہم نے خود ہی، سعودی حکومت سے پوچھے بغیر اس کا نام برقعہ مارکیٹ رکھ دیا تھا۔ وہاں اور بھی کچھ دکانیں تھیں۔ ایک دو فاسٹ فوڈ کے کارنرز بھی تھے اور کچھ پرفیوم شاپس بھی۔ میں نے باجی سے کہا کہ اپنے (خوَند (خاوند) کے لیے پرفیوم ہی لے لیں کوئی اچھا سا۔

"جتنی یہ دکان مہنگی لگ رہی ہے مجھے ایک پرفیوم خریدنے کے بعد مسجد نبوی کے باہر بیٹھنا پڑے گا کہ میں کچھ اور بھی خرید سکوں۔" میں ہنس دیا۔ شکل سے ہی مہنگی لگ رہی تھی۔

مدینہ آنے کے اگلے دن میں اور تایا ابو ظہر کے بعد مسجد قبا کی طرف گئے تھے۔ باقی سب ہوٹل میں ہی تھے۔ دھوپ بہت تیز تھی لیکن اس دھوپ میں گرمی نہیں تھی۔ یعنی یہ نہیں تھا کہ ذرا سا چل کر پسینہ آ

جائے۔ سارا راستہ ہم تقریباً دھوپ میں ہی رہے لیکن ذرا گرمی نہیں لگی۔ مسجد نبوی کے صفائی کارکنان سے راستہ پوچھا تو اس نے ہمیں یہ بتایا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ ٹیکسی پہ دو ریال کرایہ لگے گا لیکن ہم نے پیدل جانا تھا کیونکہ نبی پاک ﷺ پیدل آیا جایا کرتے تھے۔ سوچیں...... کہ اگر کبھی نبی پاک بھی اسی راستے سے وہاں جاتے ہوں؟ کیسی بات ہے۔

کرایہ کوئی بہت زیادہ نہیں ہے لیکن اگر کوئی صرف نبی پاک کی سنت کو زندہ رکھنے کے لیے پیدل آئے جائے تو کتنی خوش قسمتی ہے ناں۔ کیا پتا اللہ کو یہ عمل پسند آجائے اور ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے؟ کچھ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی اللہ کے دربار میں بڑی بڑی باتوں سے زیادہ وزن والی ہوتی ہیں۔

ایک کتے کو پانی پلایا تو معاف......

ایک بار کلمہ پڑھ کر گناہوں سے بھرے ہوئے ۹۹ رجسٹر صاف......

ایک آنسو بہایا تو معاف......

ایک بار معافی مانگی تو سمندر کی جھاگ برابر گناہ صاف......

اللہ چاہے تو کسی کی ایک نیکی کو اتنا پسند فرمائے کہ اس کی بخشش ہو جائے اور کسی کے حج بھی اسے اللہ کی بارگاہ میں عزت نہ دے سکیں۔ بات ساری نیت کی ہے۔

راستہ بہت صاف ہے۔ ٹائلیں لگی ہوئی ہیں۔ راستے میں بینچ بھی بنائے گئے ہیں کہ اگر کوئی تھک جائے تو بیٹھ کر آرام کر لے۔ جب آپ اس راستے پہ آجاتے ہیں تو دو منٹ کی واک کے بعد ہی مسجد قبا نظر آنے لگ جاتی ہے۔ جب منزل آنکھوں کے سامنے ہو تو لگن دوچند ہو جاتی ہے۔

ہم نے طے کیا تھا کہ راستے میں جو جو مسجد آئے گی ہم اس میں دو نفل ادا کریں گے۔

نبی علیہ اسلام نے فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ

'یہ مسجدیں باغ ہیں۔ تم جب بھی ان کے سامنے سے گزرو تو ان کے پھل کھالیا کرو یعنی دو رکعات نفل ادا کر لیا کرو۔''

اب پاکستان میں ہم میں سے شاید ہی کوئی یہ پھل کھاتا ہو۔ جو کھاتا ہے وہ بہت خوش قسمت ہے۔ جب ہم مکہ مدینہ جائیں تو کوشش کریں جہاں بھی یہ باغ ملیں وہاں سے پھل کھالیا جائے۔

دوپہر کا وقت تھا، ابھی ظہر ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔ بازار سارا بند تھا اور تھوڑا سا ہی چل کر ہمیں ایک مسجد نظر آ گئی۔ ہم نے دو رکعات نفل ادا کر لیے اور آگے بڑھ گئے۔

کچھ دور کر چل کر ہمیں ایک آدمی نظر آیا۔ ہمیں لگ رہا تھا کہ وہ پاکستانی ہے تو تایا ابو نے اس سے سلام لی اور ایسے ہی باتیں شروع کر دیں۔ وہ خالص کراچی کا رہنے والا تھا۔

''اپن (ہم) (لوگ) ایک ہفتہ پہلے ادھر آئے ہیں۔ میں (م کے نیچے زیر) نے سوچا کہ میں مسجد قبا روز جایا کروں گا۔'' میری ماما کا داد کا کراچی سے ہے تو میں نے ان کی بولی پہچان لی۔

''آپ کراچی سے ہیں؟''

''ہاں جی اپن لوگ کراچی سے ہیں۔''

''آپ کب آئے ہیں؟'' ہم دونوں نے ایک دوسرے کا بائیوڈیٹا لیا۔

''اپن لوگوں کو تین ہفتوں کا پیکج ملا ہے۔'' فلاں فلاں جگہ ہوٹل ہے۔ ایک تو کبوتر چوک ہی سب کو یاد ہے اور مزے کی بات یہ کہ کبوتر ہر جگہ ہی ہوتے ہیں۔ سب کو لگتا ہے ان کا والا ہی بس کبوتر چوک ہے۔

دھوپ بہت تیز تھی تو میں نے اپنا شولڈر بیگ اپنے منہ کو چھاوں دینے کے لیے استعمال کر لیا۔ مسجد بیگ لے کر ہی جاتے تھے ہم۔ مسجد سے یاد آیا کہ میں نے پینٹ شرٹ پہنی تھی۔ ظہر کی نماز سے پہلے ایک پاکستانی آدمی مجھے ملا۔ کہتا ٹائم کیا ہوا ہے؟ میں نے بتا دیا۔ پھر کہتا یہ پینٹ کیوں پہنی ہے؟ میں نے کہا ویسے ہی۔ کہتا شلوار قمیض پہنا کرو۔

واٹ اِز دِس ؟لوگوں کے بھی عجیب ہی مسئلے ہیں۔ بھئی میں پینٹ شرٹ میں ایزی ہوں تو میں نے پہن لی۔اللہ حافظ......اللہ ہی حافظ......میں نے کہا بھائی پاکستانی نہیں باز آ سکتے ٹچکریں کرنے سے۔ ٹچکر سمجھتے ہیں ناں؟ مین میخ نکالنا،اعتراضات کرنا۔ایسے کیوں ہے تو ویسے کیوں نہیں ہے؟ اللہ ہمیں ہدایت دے۔ اچھا بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ توبہ پینٹ شرٹ میں تو نماز ہی نہیں ہوتی۔پتا نہیں کون سی وحی نازل ہوئی تھی ان پہ؟ مجھے اتنی ہنسی آتی ہے ان کی بات پہ۔اسلام میں وہ لباس پہننا منع ہے جس میں آپ کا جسم نمایاں ہو یا جو بے ہودگی کو پروموٹ کرتا ہو۔پینٹ شرٹ جو نارمل پہنی جاتی ہے اس میں کوئی بے ہودگی کا عنصر نہیں ہے۔ہاں یہ جو پھٹی ہوئی پینٹ اور تنگ پینٹوں کا جو فیشن ہے وہ بے ہودگی ہے چاہے مرد نے پہنی ہوں یا عورت نے۔دوسرا یہ کہ مانا کہ یہ ویسٹرن لباس ہے لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ مطلب نہیں کہ مسلمان نے اگر یہ پہن لیا تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔بس اپنے جسم کی نمائش نہ کی جائے اور کسی بھی قسم کی بے ہودگی کا عنصر نہ ہو تو یہ ٹھیک ہے۔اتنی عقل اب سب کو ہی ہے کہ کون سا لباس بے ہودہ ہے اور کون سا نہیں۔وہ میں نے ایک پوسٹ پڑھی کہ آج کل تو باپردہ کو بھی پردہ کرنا چاہیئے،یعنی برقعے بھی ایسے ایسے آ گئے ہیں کہ برقعہ پہن کر بھی ایسے ہی لگتا جیسے برقعہ نہیں پہنا۔اللہ محفوظ رکھے۔

آج میں نے وہی پینٹ پہنی تو مجھے یاد آ رہا تھا یہ سب۔میں نے سوچا تھا کہ میں اس کا بھی ذکر کروں گا۔

خیر......

تھوڑا آگے جا کر ہمیں ایک اور مسجد نظر آئی۔وہ لال رنگ کی مسجد تھی۔ربیعہ بن مالک کے نام۔ شاید یہ کوئی صحابیہ تھیں؟

دیکھنے میں چھوٹی سی لگ رہی ہے مگر اندر سے بہت بڑی ہے ماشاء اللہ۔ ہم نے نفل پڑھنے کے لیے مسجد کا رخ کیا۔اندر سرخ قالین بچھے تھے۔ایک بوڑھا آدمی دروازے کے باہر تھا۔ ہم نے سلام دعا کی اور نفل پڑھنے لگے۔ میں نے اندر کی کچھ تصاویر بنائیں۔تایاابو نے نماز کے بعد بوڑھے آدمی سے پانی مانگا تو اس نے ہمیں ٹھنڈے پانی کی چار بوتلیں دے دیں۔ میں نے دو پکڑ لیں کہ ان میں زمزم بھروں گا۔ یہ ٹپ بھی میں بتاؤں گا۔ میں بہت تیز ہوں۔

ہم مسجد قبا کی طرف پھر سے رواں دواں تھے۔

راستہ بالکل سیدھا تھا تو ہمیں مسجد قبا بہت پہلے ہی نظر آنا شروع ہو گئی تھی۔ میں نے بہت پہلے ہی ایک تصویر بنائی تھی جس میں قبا کے مینار نظر آرہے تھے۔ راستہ اتنا اچھا تھا کہ بندے کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔اللہ کا شکر ہے ہمیں پیدل چلنے کی عادت تھی تو اس لیے بھی کوئی مسئلہ نہ ہوا۔

پہلے بازار کی وجہ سے ایک طرف سایہ تھا۔ ربیعہ بن مالک مسجد کے بعد ڈائیرکٹ دھوپ تھی۔ میں نے بیگ سے چہرے کو دھوپ سے بچا لیا۔ میں سن بلاک بھی لے کر گیا تھا پر لگایا ہی نہیں۔ میں نے سنا تھا واپس آؤ تو رنگ کالا ہو جاتا ہے دھوپ کی وجہ سے۔ میرا مشکل سے ہی ٹھیک ہوا تھا رنگ سرگودھا شریف سے آنے کے بعد۔ میں نے رسک ہی نہیں لیا۔ آہو تے ہور کی (ہاں تو اور کیا)؟

ایسے ہی باتوں کے درمیان ہم چل رہے تھے کہ میرے پیچھے ایک آدمی آیا اور اس نے میرے اوپر چھتری کر دی۔ مجھے دوسرے کندھے سے پکڑ لیا۔ میں ایک دم حیران ہوا کہ یہ کون ہے؟ وہ بھی پاکستانی تھا اور قبا مسجد ہی جا رہا تھا۔ غالباً وہ لاہور سے تھا۔ ایک دوسرے کو اپنا انٹروڈکشن ہم نے کروا دیا تھا۔ چھتری والے بھائی کی چھتری اب چھوٹی تھی۔ میں پورا آتا یا وہ؟ میں نے کہا بھائی میں بیگ سے ہی ٹھیک ہوں۔ ایسے تو آپ بھی پورے نہیں آرہے۔ اس کا خلوص تھا کہ اس نے پھر بھی چھتری کے نیچے ہی رکھا مجھے۔ ایسے مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

راستے میں ایک اور مسجد آئی۔ نام نہیں یاد۔ تایا ابو نے کہا کہ چلو ادھر بھی نفل پڑھ لیتے ہیں۔ یہاں ہم چاروں الگ ہو گئے۔ وہ آگے چلے گئے اور ہم مسجد پر...... مسجد بند تھی۔

"دوپہر کو شاید یہاں قیلولہ کا رواج ہے اسی لیے مسجدیں اور بازار بند ہیں۔" قیلولہ سنت بھی ہے۔ یہ ہم ہی پاگلوں کی طرح روٹینیں خراب کر چھوڑتے ہیں اپنی۔ میں خود خیر سے ابھی تک یہ مواد لکھ رہا ہوں جبکہ مجھے سونا چاہئے۔ تیرا کیا بنے گا کالیا؟

شاید سوا ایک ہوا تھا تب۔ تھوڑا آگے جا کر مین جی ٹی روڈ آیا۔ مسجد قبا کے مینار اب بالکل سامنے تھے۔ سڑک کراس کی تو بائیں طرف ہی کونے پہ سفید رنگ کی مسجد تھی۔ نفل کی نیت کی تو مسجد تک گئے پر وہ بھی بند تھی۔ نام پڑھا تو...... مسجد جمعہ......

وہ مسجد جہاں اسلام کا پہلا جمعہ پڑھایا تھا نبی پاک نے......

اللہ نے کیسے یہ مقدس مقامات کو ہمارے لیے محفوظ کر رکھا ہے ناں۔ جو پڑھا تھا وہ آنکھوں سے دیکھ کر ایمان کا لیول ہی بڑھ جاتا ہے۔ اتنی خوشی ہوتی ہے جب انسان وہاں ایسے تاریخی مقامات کو دیکھتا ہے۔ اللہ بار بار دکھائے۔

فضل اللہ...... اللہ کا فضل......

مسجد جمعہ

سوچا کہ واپسی پہ یہ مسجد اندر سے دیکھ لیں گے۔

قبا سامنے ہی تھی۔

یہاں سے راستہ اور خوبصورت ہو گیا تھا۔ درمیان میں آنے جانے کا ایک چھوٹا سا الگ راستہ تھا اور سائڈ پہ فٹ پاتھ بھی۔ چھوٹے راستے اور فٹ پاتھ کے درمیان سڑک تھی جہاں گاڑیاں آ جا سکتی تھیں۔ مسجد جمعہ کے دائیں طرف ذرا آگے کر کے کھجوروں کا ایک بہت گھنا باغ تھا۔

اب ظاہر ہے ہم نے اندر جانا تو تھا ہی۔

اندر ایک جگہ صوفے بھی رکھے تھے۔ اندر سے باغ کی تصویریں بنائیں اور باہر آ گئے۔

ابو کہتے ہو سکتا ہے کہ یہ اسی زمانے کا باغ ہو؟ واہ...... حیرت...... ہو بھی سکتا ہے...... نہیں بھی ہو سکتا......کسے علم؟...... صرف اللہ کو......

باغ......

وہ اندر صوفے رکھے ہیں۔

’’کیسا لائف ٹائم تجربہ اور ایڈونچر ہے۔‘‘ تایا ابو نے کہا۔

’’واقعی، کبھی نہ بھولنے والا۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

اور یہ سفر ایسا ہی تھا۔ کبھی نہ بھولنے والا۔ مجھے پتا ہے کہ اب میں نے یہ سفر نامہ اتنی بار پڑھنا ہے ناں۔ میں راتوں کو اکثر یہ ساری تصویریں دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ پھر بلائے۔ میں نے یہ ساری تصویریں ایک الگ فولڈر میں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں ایک کشش ہے۔ جو جاتا ہے صرف وہی سمجھ سکتا ہے۔ اللہ سب کو لے کر جائے اور بار بار۔

دو بندوں پہ مشتمل قافلہ آگے بڑھنے لگا۔

ھذا مسجد قبا......

ماشاءاللہ و سبحان اللہ......

اندر سے دیکھ کر تو اور حیرت ہوئی کہ اتنی خوبصورت ہے؟

دل خوش ہو گیا تھا۔

''نبی پاک نے اس مسجد کی تعمیر میں خود کھدائی کی تھی اور اس کی بنیاد بھی خود رکھی تھی۔'' ابو نے بتایا۔

ہمارے لیے تو یہ ایک اونر کی بات ہی ہے کہ ہمارے رول ماڈل نے ہمارے لیے ایک مسجد بنائی اور اس میں خود بھی عام مزدور کی طرح کام کیا۔

محمد ہمارے بڑی شان والے......

برآمدہ.....

یہ صحن ہے۔

اس کے پیچھے عورتوں کا حصہ ہے۔یعنی میں نے جہاں سے تصویر بنائی ہے وہ صحن کا آخر ہے۔

میرے پیچھے زنان خانہ ہے۔

مسجد قبا میں بھی زمزم موجود ہے۔

میں وہ پانی کی دونوں بوتلیں راستے میں گٹاگٹ پی کر ختم کرلی تھیں اور اب ان میں زمزم بھر لیا تھا۔

دو بج چکے تھے۔عصر میں گھنٹے سے زائد وقت باقی تھا۔

نفل پڑھے۔مقبول عمرے کا ثواب حاصل کیا۔الحمداللہ۔

پسِ منظر......

صحابہ نے عرض کی......

"مکہ میں بیت اللہ ہے۔ صفا مروۃ ہے۔ وہاں کے مسلمان تو باآسانی عمرۃ کر سکتے ہیں اور طواف کر سکتے ہیں۔ مدینہ والے ان سے ثواب کے اعتبار سے پیچھے رہ گئے ہیں۔"

فرمایا......

"جو شخص مسجد قبا تک پیدل یا سواری پہ جائے اور دو رکعات نفل ادا کرے تو اسے مقبول عمرے کا ثواب ملے گا۔"

صحابہ کا سوال کرنا ہمیشہ خیر کی خبر ہی لایا ہے۔

اللہ تعالی نے اسلام میں چھوٹے چھوٹے کاموں کے بدلے بہت نیکیاں رکھی ہیں۔ جیسے یہ نفل ہیں، ویسے ہی جب کوئی (کہیں بھی ہو) اور گھر سے وضو کر کے مسجد جائے تو احرام باندھے کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جماعت سے پہلے دو نفل ادا کرے اور ان دو نفل میں کوئی افرا تفری اور جلدی نہ ہو، یعنی خشوع و خضوع سے پڑھے جائیں تو اس سے انسان پہ جنت واجب ہو جاتی ہے۔ سوچیں جو بندہ پانچ وقت ہی یہ نفل ادا کرتا ہو تو دن میں پانچ بار اس پہ جنت واجب ہوتی ہے۔ ایسا وہ روز ہی کرے تو جنت کا واجب ہونا بڑھتا ہی جائے گا اور جو چیز بھی زیادہ ہو وہی مانی جاتی ہے۔ کیسی خوش نصیبی ہے۔

ایسے مسجد قبا کی فضیلت اور بڑھ گئی۔

مسجد قبا کے قالین گہرے سبز رنگ کے ہیں اور چھت کا رنگ ہلکا سبز ہے۔ دیواروں کا رنگ سفید ہے۔ ان دیواروں پہ الماریاں بنی ہیں جن میں قرآن پاک رکھے گئے ہیں۔ مسجد کا ماحول اتنا پر سکون ہے کہ کیا بتاؤں؟ مدینہ میں ہم نے زیادہ مساجد دیکھیں کیونکہ مکہ میں تو حرم کے علاوہ ہم کہیں نہیں گئے۔ ساری مساجد میں سکون ہے، اطمینان، دل کا سکون ہے۔ کوئی شور و غل نہیں۔ علم ہی نہیں کہ باہر ایک پُر شور دنیا آباد ہے۔ حتی کہ مسجد میں بھی بہت لوگ ہوتے ہیں پر پھر بھی وہاں کے سکون میں رتی برابر بھی کمی نہیں ہوتی۔ مسجد قبا کی حدود کے ساتھ ہی سڑکیں ہیں مگر مجال ہے جو کسی گاڑی کی آواز آتی ہو؟ یہاں تو اللہ

معاف کرے نماز کے دوران کسی سائیلنسر کے بغیر سکوٹر کا شور، تو کسی کے اونچے اونچے گانوں کی آواز میں نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ سکون کہاں سے آئے؟ پتا نہیں لوگوں کو اتنی گھٹیا حرکتیں کر کے ملتا کیا ہے؟ سمجھ سے باہر ہے۔

میں نے اندر باہر سے تصویریں بنالی تھیں۔ یہاں بھی کبوتروں کا مجمعہ لگتا ہے۔ میں وہاں بھی بھاگ بھاگ کر کبوتروں کو اڑاتا تھا۔ میں نے ایسے کیا کہ کیمرہ کھول کر ویڈیو بناتے ہوئے بھاگنے لگ گیا۔ بڑا پیارا لگتا ہے جب کبوتر اڑتے ہیں۔ وہاں ایک بچہ تھا وہ مسلسل ایسا کر رہا تھا۔ اب ایک بار کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں تو بہت میچور انسان ہوں۔ ایسا کرتا اچھا نہیں لگے گا۔ ھذا باز آ۔ پر دل تو ننھا ہے جی۔

عصر ہونے کو تھی۔ اذان کی آواز اتنی خوبصورت تھی کہ اندر تک سکون بھرتا جا رہا تھا۔

عصر کی نماز شروع ہونے لگی تو......لو جی......میرے ناک صاحب کو کسی نے یاد کروادیا کہ دو ہفتے بغیر چھینکوں کے گزر گئے ہیں خیر سے۔ یہی صحیح موقع ہے۔ نماز شروع ہونے لگی ہے۔ عبداللہ کے ساتھ ساتھ باقیوں کو بھی ڈسٹرب کرو۔ پھر کیا؟ ایک، دو، تین......آٹھ، نو، دس...... چھینکیں یہ آ، وہ آ......آ ہی لکھوں گا کیونکہ جانے کا تو وہ نام نہیں لے رہی تھیں۔ اوپر سے اقامت شروع۔ میری آنکھوں میں پانی اور میں شرم سے سارا پانی پانی ہو رہا تھا۔ کرونا کرونا کی صدائیں مجھے آ رہی تھیں۔ نہ میرے پاس ٹشو نہ کوئی کپڑا۔ تھا بھی میں پہلی صف میں کہ باہر بھی نہ جا سکتا۔ سارے مقتدی (امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے) پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہو گئے۔

قد قامت الصلوۃ

قد قامت الصلوۃ

"یااللہ......پلیز......" دل سے دعا......

اللہ اکبر اللہ اکبر

''یااللہ ابھی نہیں۔ پلیز......''

لاالہ الااللہ

''ٹشو آگیا۔''

اللہ جانے کہاں سے ٹشو مجھے مل گیا۔ پچھلی کسی صف سے ٹشو مجھے دیا گیا تھا۔ قسم سے میرے لیے تو معجزہ ہی ہوا تھا۔ میں نے فوراً آنکھیں اور ناک صاف کیا اور اتنے میں نماز شروع ہو گئی۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا نہیں تھکتا۔ مجھے ویسے ہی زکام کا مسئلہ ہے۔ لازمی ہے کچھ دنوں کے بعد یہ سیٹی بجنی ہی ہوتی ہے۔ خیر...... اللہ صحت دے۔ میں تو کئی بار تنگ ہی آجاتا ہوں۔ میں نے تو ڈاکٹر سے کہہ دیا تھا کہ میری جان چھڑوادیں اس سے۔ ہر وقت ہی چھینکتے رہو اور شوں شوں کرتے رہو۔ عجیب......

نمازِ عصر ادا ہو گئی۔

بھوکٌ شدیدٌ...... ھذا پیٹ میں گڑ گڑ......

"ایسا کرتے ہیں کچھ کھا پی لیتے ہیں۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے مسجد سے نکلتے ہی تایا ابو سے کہا تھا۔

"ہوٹل جا کر ہی سب کھا لیں گے ایک ساتھ ہی۔ پتا نہیں انہوں نے کھانا کھایا ہو گا کہ نہیں؟" انہوں نے جواب دیا تھا۔

"یہاں سے ہی ہم کچھ لے جاتے ہیں ان کے لیے بھی۔" میں نے کہا۔

"یہاں قریب میں کوئی پاکستانی ہوٹل ہوا تو یہ بہت اچھا ہو گا۔" انہوں نے کہا اور پھر ہم نے کسی اردو سمجھنے والے کو تلاش کیا۔ اس سے پاکستانی ہوٹل کا پوچھا۔

"سڑک کے اس طرف ہوٹل ہے۔" ایک نے کہا۔

ہم نے شاید "اس" طرف کو کسی اور طرف سمجھ لیا تھا۔ یہ جو تصویر میں نے اوپر لگائی ہے، اس کے مخالف ایک سڑک تھی ہم اس طرف چلے گئے۔ وہاں تو کوئی ہوٹل نام کی چیز نہیں تھی۔ ایک لڑکا جا رہا تھا۔ مجھے لگا وہ پاکستانی ہے۔ میں نے اسے کہا "اردو اردو؟"

"لالالالا...... عربی عربی۔" اس نے کہا۔ میں ہنس دیا۔ ابھی اسے لکھتے ہوئے بھی مجھے اس کا منہ اور لہجہ یاد آ رہا ہے۔

ہم آگے چلنے لگے۔

تھوڑا آگے چل کر دائیں طرف ایک دکان تھی۔ میں نے کہا کہ چلو یہاں سے کچھ دیکھ لیتے ہیں۔

"Menu?" وہاں ایک لڑکا تھا۔ وہ چھوٹی سی دکان تھی۔ دائیں اور سامنے تو کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے اس کا کچن تھا۔ دروازے کی بائیں طرف فریزر تھے۔

"اونلی سانڈوتچ۔" اس نے کہا کہ صرف سینڈوچ ہی ہیں۔ پھر اس نے ایک طرف اشارہ کیا جہاں ساری لسٹ لگی تھی۔ خیر سے ساری شدید عربی میں تھی۔

''انگلش؟''

''لالالالا...... عربی عربی۔'' وہی جواب۔

''پتا نہیں چکن سینڈوچ ہے یا کوئی اور؟'' میں نے ابو سے کہا۔

''جیہڑا وی اے بس لین آلی گل کر(جونسا بھی ہے بس لینے والی بات کرو)۔''

اب مجھے چکن لفظ کی عربی آتی تھی۔ دجاج۔ میں نے بہت شوخا بن کر اسے کہا۔ ''فیہ دجاج؟'' اس میں چکن ہے؟

اللہ معاف کرے بھائی تو غصہ ہی کر گئے تھے۔ پتا نہیں عربی میں کیا مضمون سنانے لگ گئے۔ میں نے تو منہ ہی پھیر لیا تھا۔ وہ تو چپ ہی نہیں کر رہا تھا۔ اسے لگا مجھے عربی آتی ہے۔ اگر اسے پتا چل جاتا کہ مجھے کیسی عربی آتی ہے تو......؟ یہ تو آپ کو ہی پتا ہے بس۔

''ایسا کرتے ہیں آس پاس کہیں اور کوئی پاکستانی ہوٹل ہی دیکھ لیتے ہیں۔ پتا نہیں کیسا ہوگا؟ پیسے ہی نہ ضائع ہو جائیں کہیں۔'' میں نے کہا۔ پیسوں کا بچاؤ پردیس میں بہت ضروری ہے بھئی۔ بے شک وہ صرف چار ریال کا سینڈوچ تھا لیکن پھر بھی۔ آہو......

خیر ہم اس بھائی کی امیدوں پہ واٹر پھیر کر باہر آ گئے۔ تھوڑا آگے گئے تو ایک آدمی ہمیں ملا۔ وہ پاکستانی تھا۔ کنفرم۔ سلام دعا کے بعد علم ہوا کہ وہ فیصل آباد سے ہے اور یہاں کام کرنے آیا ہے۔ ہم نے اس سے ہوٹل کا پوچھا اور سینڈوچ کے حوالے سے اپنے تحفظات سامنے رکھے۔

''اچھا ہی ہوتا ہے ہم بھی وہی کھاتے ہیں، ابھی تک زندہ ہی ہیں۔'' فیصل آبادی سارکاسٹک جواب نہ دے، ایسا تو کسی کتاب میں نہیں لکھا۔

ہم نے چار ریال کا وہ سینڈوچ خرید لیا۔ اف...... کیا سینڈوچ تھا۔ اس نے لمبی بریڈ لی۔ اس میں ابلا ہوا انڈہ چھوٹے چھوٹے پیس کر کے رکھا۔ کھیرے اور ٹماٹر کو چھوٹا چھوٹا کاٹ کر بریڈ بھر دی اور پھر ایک

عدد کیچپ کی لائن اور ایک ساس (انگلش والی ساس، اردو والی نہیں) کی لائن لگائی۔ کاغذ میں رول کر کے ہمیں دے دیا۔ پانچ ریال کا نوٹ دیا تھا۔ ابو کے پاس ڈیڑھ ریال کے سکے تھے۔ ڈھائی ریال سے ہم نے ڈیو کا ایک ٹن کین لے لیا تھا۔ اتنا مہنگا ٹن کین...... بینک بیلنس......

ویسے سینڈوچ بہت ہی کمال کا تھا۔ بہت مزے کا تھا۔ مجھے تو ابھی تک یاد آتا ہے۔ واپس آ کر میں نے باجی کو بھی بڑا تنگ کیا، سڑا سڑا کر کہ واہ کیا سینڈوچ کھایا ہے ہم نے۔

واپسی پہ ہم نے مسجد جمعہ اندر سے دیکھی تھی۔ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے کیونکہ عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا گیا ہے۔ واپسی پہ سارا راستہ رونق تھی۔ بازار بھی کھل گیا تھا اور اس کے علاوہ الیکٹرک چنگچیاں بھی چل رہی تھیں۔ وہ دو دو ریال والی شاید یہی تھیں۔ واپس آ کر ہم نے اس مارکیٹ کا بتایا۔ عورتانہ خصوصیات پہ پورا اترتے ہوئے اگلے روز وہاں جانے کا پلان بنا لیا تھا ان دونوں نے۔

باقی سارا دن ایسے ہی کھانے اور آرام میں گزر گیا تھا۔ ہاں ہاں...... مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجدِ نبوی میں ہی ادا کی تھیں۔ کیا ہو گیا ہے؟ ھذا......

☆☆☆☆☆

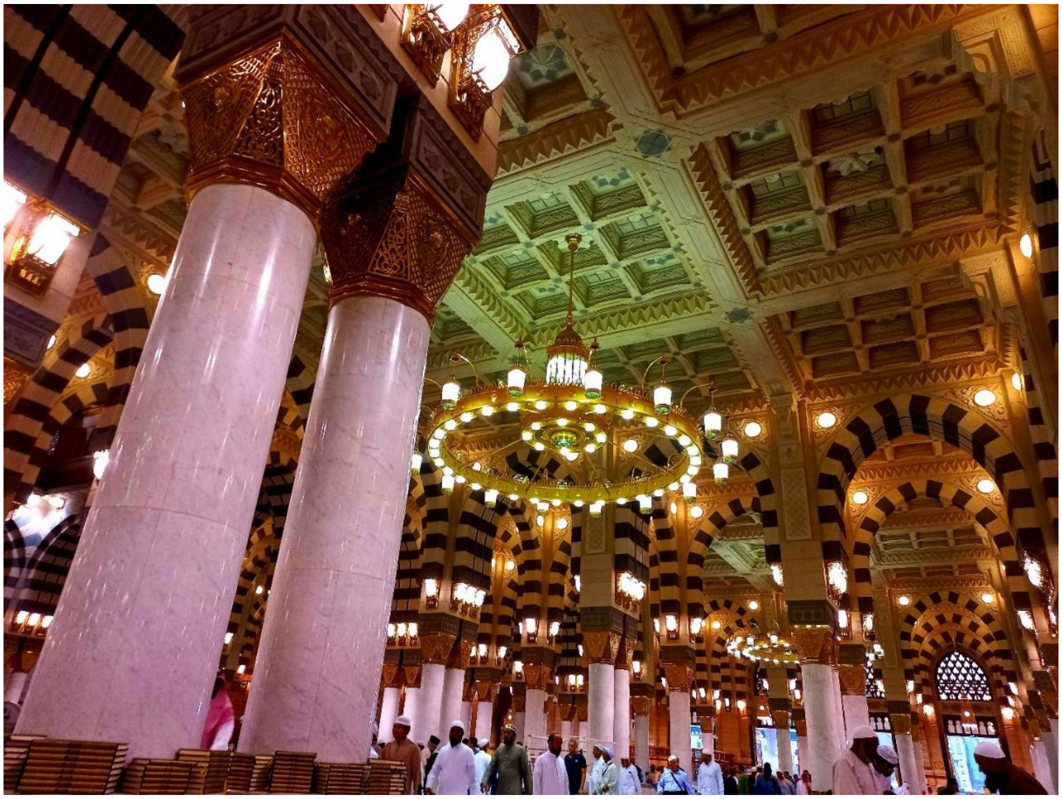

مجھے مدینہ آکر سورۃ الرحمٰن کی ایک آیت بہت یاد آرہی تھی۔ میں نے مکہ میں تو چلو ہجوم دیکھا ہی تھا لیکن مدینہ کا ہجوم بھی میرے لیے حیران کن تھا۔

"اے جن وانس کی جماعت، اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ تم آسمان وزمین کی حدود سے باہر نکل سکتے ہو، تو نکل جاؤ، تم نہیں بھاگ سکتے مگر بغیر طاقت کے، تم نہیں نکل سکتے (المفہوم)۔"

میں دیکھ رہا تھا کہ کتنی تعداد میں دنیا حرمین میں ہمہ وقت موجود رہتی ہے۔ مسجد نبوی تو پھر بھی رات کو بند کر دیتے ہیں لیکن حرم کو تو ایک لمحہ بھی بند نہیں کیا جا سکتا۔ اب جیسے ہم بھی رات ۲ بجے ہی مکہ پہنچے تھے اور اسی وقت عمرہ کیا تھا۔ ایسے ہی ہم جب بھی نماز کے لیے حرم جاتے تھے تو تقریباً ہر بار ہی کوئی نہ کوئی قافلہ اونچی آواز میں تلبیہ پڑھتا ہوا حرم کی طرف جا رہا ہوتا تھا۔ یہ سب سوچتے ہوئے مجھے یہ آیت بہت یاد آتی تھی کہ انسان کیا ہے؟ کیسا غرور؟ کیسا تکبر؟ کیسی انا؟ کیا سمجھتا ہے وہ خود کو؟ اللہ نے اسے اتنا بڑا چیلنج دیا ہے کہ اگر تم خود کو اتنی ہی توپ چیز سمجھتے ہو تو یہاں سے باہر نکل کر تو دکھاؤ؟ اچھا اب زمین سے باہر جایا جا سکتا ہے لیکن آسمان سے کیسے؟ یعنی ادھر آکر تو انسان چپ ہی کر جاتا ہے ناں کہ اب اس کا کیا جواب دیا جائے؟ کیسی بات کی جائے اس کے بدلے میں؟ انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ غرور اور تکبر کر کے وہ کسی ایک کے سامنے تو توپ چیز بن جاتا ہے مگر اللہ کے سامنے کیا ہے وہ؟ انا میں رہ کر کسی کو بڑا بن کر دکھا تو سکتا ہے مگر اللہ کے سامنے کیسی انا؟

یہ جو خود کو توپ چیز سمجھنا ہے یہی فساد کو ہوا دیتا ہے۔ ایسے انسان میں تکبر اور انا بڑھتی ہے۔ میں ہی میں ہوں۔ مجھ سے برتر کوئی نہیں۔ سب مجھ سے کم تر۔ ایسا رویہ انسان کو ایک پل کے لیے شاید عروج دے سکتا ہے مگر اس عروج کے بعد جو زوال کی گہری کھائی ہے وہاں سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ اصل میں یہ دنیا ہے۔ یہاں سب ہی مقابلے بازی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ میں آگے نکل جاؤں بس باقی پیچھے رہ جائیں سب۔ بحیثیت مسلمان ہمیں دور اندیش ہونا چاہئے کیونکہ ہماری منزل صرف اس دنیا میں عروج

حاصل کرنا ہی نہیں ہے بلکہ آخرت میں بھی عروج حاصل کرنا ہے۔اس کے لیے انسان کو ''میں'' کو مٹی میں دفن کرنا پڑتا ہے کیونکہ جس کی میں دفن ہو جاتی ہے تو پھر اس کا عروج شروع ہو جاتا ہے۔وہ لوگوں کا بھلا سوچنے لگتا ہے اور پھر اللہ تعالی انہی لوگوں کو اس کے لیے سیڑھیاں بنا دیتا ہے جن پر چڑھ کر وہ دنیا اور آخرت میں عروج حاصل کر سکتا ہے۔

سب مٹی ہے۔

ابھی مٹی میں جان ہے۔

پھر مٹی بے جان ہے۔

ابھی مٹی میں زندگی ہے۔

پھر مٹی میں ہی زندگی ہے۔

ابھی مٹی میں سختی ہے۔

پھر مٹی کی سختی ہے۔

ابھی مٹی میں انا ہے۔

پھر انا ہی مٹی ہے۔

پھر انا ہی مٹی ہے۔

پھر ''میں'' ہی مٹی ہے۔

میں ایک بار یونی جا رہا تھا تو بس میں سورۃ الواقعہ بمع ترجمہ چل رہی تھی۔اس میں ایک آیت کا ترجمہ سن کر میں دنگ رہ گیا۔وہ بھی انسان کو اللہ نے چیلنج کیا تھا۔

''اور کیا تم اس پانی کو نہیں دیکھتے جو تم پیتے ہو؟

کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارا ہے یا ہم نے؟

اگر ہم چاہیں تو (تمہارے گناہوں کی وجہ سے) اسے کڑوا کر دیں، پھر بھی تم شکر نہیں کرتے۔“

سورۃ ملک کی آخری آیت تو......

”بھلا دیکھو تو سہی اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے لیے اس صاف پانی کو لے آئے گا؟“

کسی انا پرست انسان کا تکبر توڑنے کے لیے یہ الفاظ کافی نہیں؟

سب نے مر جانا ہے ایک دن۔ سب کو یہ بات پتا ہے۔ پتا نہیں پھر اختلافات کی چکی کیوں پیستے ہیں لوگ؟ یہ وہ فلانا ٹمکانا...... سب کچھ یہیں رہ جانا ہے۔ زندگی اس کا نام نہیں ہے۔ زندگی کا مقصد کچھ اور ہے۔ جس سے کوئی اختلاف بھی ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ اپنے برے عمل کا خود جواب دہ ہے، ہم نہیں۔ اور اگر کوئی آپ کی زندگی میں اختلافات کھڑے کرتا ہے تو اس کو بھی اللہ کے حوالے کر دو کیونکہ وہ بہتر بدلہ لینے والا ہے۔ اختلافات میں زندگی نہیں ہے۔ اختلافات میں موت ہے۔ رشتوں کی، احساس کی، انسانیت کی...... اور انسان کی۔ زندگی اس سے بہت بہتر اور زیادہ اہم چیز کا نام ہے۔ زندگی امن کا نام ہے۔ امن میں اچھی زندگی ہے۔

اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ ہم سب کو انا پسندی سے بچائے۔ ہمیں زندگی کا اصل مقصد سمجھنے کی توفیق دے۔

☆☆☆☆☆

مجھے مدینہ میں طواف بہت یاد آ رہے تھے کیونکہ حرمِ مکی میں سب سے زیادہ پسندیدہ کام یہی تھا۔ ایسا ہوتا تھا کہ جیسے ہی نماز میں تقریباً چالیس منٹ ہونے یا آدھا گھنٹہ ہونا، دل کرنا فوراً طواف شروع کر دوں۔ مطاف میں تو آدھا گھنٹہ ہی لگتا تھا۔ اب جیسے عصر کی نماز پڑھ کر ہم نیچے طواف کرنے جاتے تھے تو کسی دن تائی امی اور باجی نے واپس چلے جانا تو میں تو پھر مطاف میں چلا جاتا تھا۔ بس ایک اور طواف ہو جائے۔

ایک اور ہو جائے۔ اچھا بیس منٹ ہیں ابھی؟ چلو شروع کرلیتا ہوں۔ نماز سے پہلے ہو ہی جائے گا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ عصر کے بعد ہم نے اوپر والے حصے میں طواف شروع کیا۔ یہ شاید آخری دن کی بات ہے۔ ہم حرم دیر سے آئے تھے۔ پتا نہیں کیا ہوا کہ ہم تینوں الگ ہو گئے۔ ہاں...... میں وہ تصویر بنا رہا تھا۔ میں دکھاتا ہوں۔

یہ والی۔

وہ میں نے پوسٹ میں بتایا تھاناں کہ چند فوٹو گرافر آئے تھے تو میں بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔

اب اوپر والا جو ایریا ہے وہاں حدود سے قبل پلاسٹک کے بیریئر رکھے ہیں تاکہ بالکل کونے تک نہ جائیں۔ فوٹو گرافر آئے تو کسی نے انہیں نہیں روکا۔ بیریئر پیچھے ہوا تو میرا دل مچل گیا۔ اوپر سے ویو بھی کمال تھا۔ ٹاور اور بیت اللہ دونوں ہی آسکتے تھے۔ میں نے ایک بھائی کو آواز دی پر اس نے کان نہ دھرے۔ میں نے پھر ادھر ادھر یلا یلا حاجی حاجی بولنے والے شرطہ برو کو دیکھا۔ وہ نظروں سے اوجھل تھا۔ میں نے پھر آو دیکھا نہ تاؤ، آگے تک چلا گیا۔ جلدی جلدی ایسی تین تصویریں بنالیں۔ ھذا...... مشن پورا ہو گیا...... میں بہت تیز ہوں۔

اتنے میں ہی باجی اور امی پتا نہیں گاڑی میں جا رہی تھیں کہ اچانک غائب ہو گئیں۔ رش ماشاءاللہ اتنا بڑھ گیا اچانک کہ تیز چلنا محال تھا۔ خیر میرے ابھی تین چکر رہتے تھے۔ میں نے کہا چلو اب طواف تو پورا کرلوں۔ مغرب بالکل قریب تھی۔ سورج کی زرد روشنی آسمانِ دنیا کو خدا حافظ کہہ چکی تھی۔

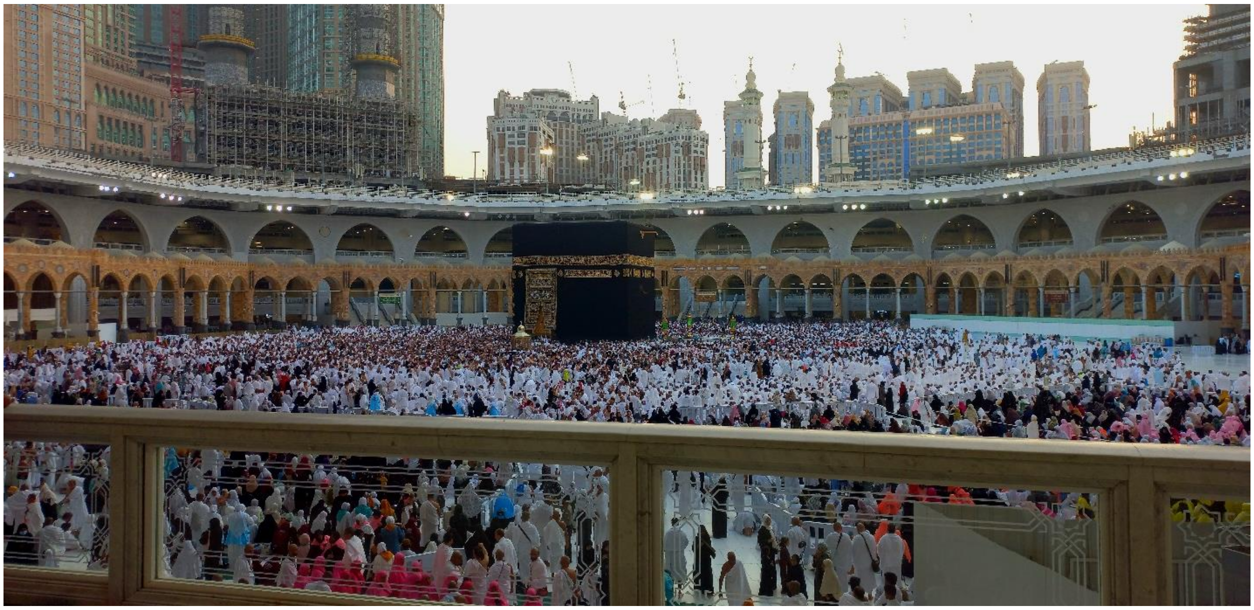

یہ دیکھیں۔ اف...... سبحان اللہ......

ایسی میرے پاس چار پانچ تصویریں ہیں مگر میں ڈیلیٹ نہیں کرتا۔ بے شک ایک جیسی ہیں پر ہیں تو اللہ کے گھر کی ناں......

رش اور نماز کا وقت قریب ہونے کی وجہ سے وہ لوگ انتظام کرنے لگے۔ وہ پہلے سیکشن میں لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں تا کہ ایک طرف سے صف بندی ہو۔ میں نے پھر سپیڈ تیز کر دی۔ مغرب سے پندرہ منٹ پہلے میرا ایک طواف رہتا تھا۔ آخری چکر......ابھی شروع ہی ہوا تھا۔ میں نے آگے جا کر ذرا سا آبِ زمزم پیا اور وہی ہاتھ منہ وغیرہ پہ لگایا۔ مجھے تھا کہ پندرہ منٹ ابھی ہیں تو میرا ایک چکر آسانی سے لگ جانا ہے۔ پھر میں چلنے لگا تو بس تھوڑا سا آگے جاتے ہی شرطوں نے راستہ بند کر دیا۔ ہائے......میں تو رونے والا ہو گیا۔ میں نے کہا بھائی آخری چکر......لاسٹ راؤنڈ......آخری آخری......بالکل پہلا بندہ میں ہی تھا تو بند کر دیا اس نے۔

"بعد الصلاۃ المغرب......" اس نے کہا۔

توبہ میرا سارا "وہ" خراب ہو گیا۔ میں پھر چپ کر کے ادھر ہی بیٹھ گیا۔ پندرہ منٹ مجھے یہی سوچتا رہا کہ بھلا میں زمزم بعد میں پی لیتا۔ ایک لمحہ ہی تو لگا تھا۔ شکر ہے وہاں سے کعبہ صحیح نظر آتا تھا۔ میں نے پھر زمزم پیا اور وہی منہ اور ہاتھوں پہ لگایا۔ ساتھ اللہ سے صحت اور تندرستی کی دعا بھی کی۔ جب تک نماز نہیں ہوئی مجھے طواف کی ہی ٹینشن لگی رہی تھی بھلا میں ایک سیکنڈ پہلے آ جاتا تو......مجھے بس یہ تھا کہ نماز سکون سے پڑھی جائے اور وضو نہ ٹوٹے ورنہ حرم سے باہر جانا پڑتا ہے۔ پھر خامخواہ ہی ٹائم اتنا لگ جاتا آنے جانے میں۔ پہلی بار بھی ایک ڈیڑھ گھنٹہ ایسے ہی اندر باہر ہونے میں لگا تھا۔ وہاں ٹائم کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں رہتا۔

نماز کے بعد پھر میں نے طواف مکمل کیا اور مقامِ ابراہیم کے سامنے دو نفل بھی پڑھے۔ باجی لوگ نہیں ملے پھر میں نے سوچا کہ اب عشاء پڑھ کر ہی واپس جاؤں گا۔ اب اس دوران فارغ بیٹھنے سے اچھا تھا کہ میں ایک طواف اور کر لیتا۔ ظاہر ہے حرم میں ہی رہنا تھا۔ میں پھر مطاف میں چلا گیا۔ رش بہت زیادہ تھا۔

اب واپس آکر بھی مجھے سب سے زیادہ طواف کرنا ہی یاد آتا ہے۔اتنا سکون ملتا ہے کہ کیا بتاؤں؟ سوچ سوچ کر میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ایسے اللہ کا گھر بالکل سامنے ہو...... طواف کر رہے ہوں...... دعائیں پڑھ رہے ہوں...... التجائیں کر رہے ہوں......بیت اللہ کو دیکھتے رہیں......اللہ سے باتیں کرتے رہیں......بس گھومتے رہیں......اللہ کا گھر......بیت اللہ......دعائیں......اور آپ......

وہ ایک طواف جو مجھ سے مِس ہو گیا تھا وہ مجھے آج تک یاد آتا ہے۔اب مجھے ہوتا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ بلائے تو میں نے ایک بھی ایسا کام نہیں کرنا جس کا مجھے بعد میں افسوس ہوتا رہے۔ایک طواف چھوڑنا اور دوسرا وہ زمزم سے منہ ہاتھ نہ دھونا۔میں نے سوچا تھا کہ ان دونوں باتوں کا ذکر نہیں کروں گا لیکن میں نے سوچا کہ ایسے کسی پڑھنے والے کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ وہ جب وہاں جائے تو موقع نہ ضائع کرے کوئی۔میرا مقصد سمجھانا ہی ہے۔

اوہ......مجھے یاد آیا ہم تو مدینہ میں ہیں۔

مدینہ کی اور بہت سی باتیں اور اسباق ہیں جو میں لکھوں گا۔

مدینہ میں سب سے یادگار مسجد قبا جانا تھا اور پھر زیارتیں کرنا۔

مسجدِ نبوی کا تو ایک الگ ہی چارم ہے۔اس کا کوئی موازنہ ہی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

شاپنگ کہانی......عبداللہ کی زبانی......

رات کی مارننگ واک کرنے ہم چاروں مدینہ میں بھی جاتے رہے۔ہمارے ہوٹل سے پیچھے ایک سڑک کراس کر کے پاکستانی ہوٹل تھا۔ہم رات کو چائے پینے جاتے تھے۔دو ریال کا ایک کپ تھا۔ہم نے تین کپ پانچ ریالوں میں اسے منا لیا تھا۔بچت پیک...... نہیں نہیں لیمن میکس کا نہیں......پیسوں کا بچت پیک......

تین کپوں کو ہم بہت کفایت شعاری سے چار کپوں میں تقسیم کرتے تھے۔

مدینہ میں ہم نماز کے بعد فارغ ہی ہوتے تھے تو ہم نے آس پاس کے بازاروں کی چھان بین کر لی تھی۔ مدینہ ویسے مہنگا ہے مکہ کی نسبت۔ دس ریال کی چیز وہاں پندرہ میں ہے اور ایٹی ٹیوڈ اتنا ہے کہ بس...... لینا ہے تو لو ورنہ نہ لو۔ ایک دو بار ہم نے پاکستانی حربہ اپنایا کہ ریٹ پہ نہیں مانا تو ہم دکان سے باہر آ گئے کہ ابھی پیچھے سے آواز دے گا۔ پر نہ جی......اس نے ایک بار نہیں کہا۔ ھذا رجل عجیبؒ۔ یہ ٹرک کام نہیں کی۔

ہمیں ایک جیولری کی چیز پسند آئی۔ کہتا اتنے پیس لو گے تو میں پچاس ریال لگا دوں گا۔ ہم نے پیس پسند کر لیے تو اسے کہا کہ چالیس ریال لے لو۔

"ایک ری یال بھی کم نئ کرے گا۔" اس نے کہا۔ عُردو پہ اسے ابور ہاسل تھا۔

"چلو کچھ تو کم کر لو۔ ہم پاکستان سے آئے ہے۔ ہم مہمان ہیں۔" انموشنل (ایموشنل) کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں خود غلط اردو لکھ رہا ہوں جیسے وہ بول رہا تھا۔

"تمہارا ویلکم پر ایک ری یال کم نئ ہوگا۔"

"دیکھو بھائی اب ہم ساری دکانیں چھوڑ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔" ایک اور کوشش۔

"ابھی تم سامنے گولڈ کی دکان پہ یہ ڈیزائن لے گا تو ایک ہزار ری یال میں ملے گا۔" اس نے کہا۔ سامنے گولڈ کی دکانیں تھیں۔

"ہم پاگل تھوڑی ہیں۔ نرے پانچ سو ریال بچے ہیں۔ گولڈ کا چھلکا بھی نہیں آنا۔" آخری دو جملے میں نے باجی سے کہے تھے۔ "گولڈ جتنے پیسے ہوتے تو دس ریال کے لیے لڑتے ہم؟" یاد کر کے ہنسی آرہی ہے۔

"چلو اب پینتالیس ریال پہ مان جاؤ۔ اس سے زیادہ نہیں دیں گے ہم۔"

"لاؤ لاؤ۔" شکر ہے اس نے لاؤ کہا تھا۔ لا لا لا نہیں کہا تھا۔ ہماری ڈیل ہو گئی تھی۔

ایسے ہی فارغ وقت میں ہم برقعہ مارکیٹ بھی چلے جاتے تھے۔ ویلیاں نواور کم کی (فارغ لوگوں کو کام کیا)؟

وہاں بڑامزہ آیا۔

اتنی دکانیں پھر پھر کر ہم پاگل ہوگئے۔ باجی کی بہن نے کہا تھا کہ برقعہ لے آنا۔ ویڈیو کال کر کر کے اور برقعوں کے ڈیزائن دکھادکھا کر تھک گئے۔ کسی کا سٹف نہیں تھا اچھا تو کسی کا سٹائل۔ عورتوں کے الگ ہی مسائل ہیں۔ مجھے تو سارے ہی اچھے لگ رہے تھے۔

تائی امی نے باجی سے کہا کہ اپنی بیٹیوں کے لیے بھی برقعے لے لو۔ ایک دکان پہ ہمیں برقعے پسند آ گئے۔ ایک برقعہ پتا نہیں شاید پچاس ریال کا اس نے کہا تھا۔ اس کی ٹوٹی پھوٹی اردو بہت اچھی تھی۔ مجھے اس کا ایکسنٹ بہت یاد آتا ہے۔

"بچوں کے برقعے دکھائیں۔ طفلؒ۔"

"پانچ سال......فائیوائیرز۔" ہم نے اسے سمجھایا۔ "خمسہ خمسہ۔" "میری عربی یونو۔

اس نے ایک برقعہ دکھایا۔ وہ بہت بڑا تھا۔

"چھوٹا سائز دکھائیں۔" ہم نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"چھوتا...... چھوتا بچہ؟" اسے سمجھ آ گیا۔ پھر اس نے چھوٹا سائز دکھایا۔ میں اور باجی اندازہ لگانے لگے کہ ان کی بیٹیاں کتنی کتنی ہیں؟

"اس سے بھی چھوٹا۔"

"اور چھوتا؟ کیتنا بچہ؟"

وہاں ایک مینیکوین تھی تو ہمیں اندازہ ہو گیا تھا۔ دونوں کے صحیح سائز مل گئے۔ اب باری تھی ریٹ کروانے کی۔

"کتنے پیسے؟"

"۱۰۰ ریال۔"

"نہیں نہیں یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ کوئی لیس کرو۔ ہم پاکستان سے ہیں۔ مہمان ہیں۔ پردیس میں آئے ہیں۔" وہی جملے۔

"پاکستان......پاکستان زندہ باد۔ آئی لو پاکستان۔ آپ ہدیہ ہدیہ۔ تحفہ لے لو۔ No riyal۔"
بیچارہ۔ کہتا ایسے ہی لے جاؤ۔ اس نے پیک بھی کر دئے۔

"وی لو سعودیہ۔" میں نے کہا۔ "پر مناسب کریں آپ۔ ہم مہمان ہیں۔"

"اچھا تم بتاؤ کیتنا ریال دے گا؟" اس نے پوچھا۔

"ایک برقعہ بیس ریال کا لگائیں۔" جمپ دیکھی آپ نے ہماری؟ پچاس سے سیدھا بیس پہ۔ ہم نے فوراً کیلکولیٹر مار لیا کہ اگر یہی چیز پاکستان سے لیں تو کتنے کی ہو گی اور کتنے کی ہونی چاہئے۔

"لالالالا۔" یہ لوگ فوراً ہی لالالالا کرنے لگ جاتے۔ "پنتالیس ریال کا ایک۔"

بحث ہوتی گئی۔ بیچ میں ہم ہنستے بھی رہے۔ خیر......پاکستانی ہونے کا پورا پورا ثبوت دیتے ہوئے ہم دونوں نے ایسا ریٹ کروایا اس سے۔ میں دونوں برقعوں کے چالیس ریال پہ اڑ گیا۔ وہ اب ساٹھ کہی جائے کہ تیس کا ایک لگا لوں گا۔ اتنی بحث ہوئی۔ ہم چھوڑ کر جانے بھی لگے پر وہ اچھا بندہ تھا۔ اس نے روک لیا ہمیں۔ اب اچھا بھی نہیں لگتا کہ اتنی بحث کے بعد ایسے چھوڑ کر جاتے۔ کوئی عزت ہوتی ہے یار۔ میں نے چالیس ریال نکال بھی لیے۔ پھر باجی نے سارا کام خراب کر دیا۔

انہوں نے کہا "اچھا بھائی پچاس ریال ڈن کریں۔"

"ٹھیک ہے۔"

اف مجھے اتنا دکھ ہوا کہ میں نے اسے منا لینا تھا چالیس پہ۔ چلو، پینتالیس سے زیادہ نہیں پر باجی نے سارا...... آہ...... میں انہیں اتنا کہا کہ چلو آپ نے ضرور کہنا تھا پچاس۔ اچھا بھلا وہ مان رہا تھا۔ گھر آ کر بھی میں انہیں بار بار وہ چالیس ریال یاد کرواتا رہتا کہ انہوں نے زیادہ دے دیے۔ اللہ بخشے ماما ایسے کہتی تھیں۔ بازار سے آنا تو گھر آ کر کہنا، بھلا میں اسے اتنے پیسوں پہ منا لیتی۔ اس نے لوٹ لیا مجھے۔ میری کزن ماما کو بڑا تنگ کرتی تھی اس معاملے میں۔ اب آنٹی نے آ کر یہی کہتے رہنا کہ بھلا میں اتنے پیسے کہہ دیتی۔ وہ تو آرام سے ہی مان گیا تھا۔ بعض دفعہ مجھے بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ بھلا اتنے پہ مان جانا تھا اس نے۔ میں نے ایویں اسے اتنا کہا۔ ابھی میں بتاتا ہوں پرسوں کا قصہ۔ میں نے جرابیں لینی تھیں۔ میں نے پیسے پوچھے تو کہتا ایک سو بیس روپے۔ مجھے اتنی اچھی لگی وہ گرم بھی تھیں تو میں نے کہا نہیں نہیں یہ تو بہت مہنگی ہیں خان بھائی؟ کہتا تو سستی والی دیکھ لو۔ میں نے کہا نہیں مجھے یہی چاہئے تم تھوڑا مناسب کرو۔ وہ مجھے اس کی خصوصیات بتانے لگا۔ میں نے کہا ستر روپے لگا لو۔ کہتا اب بس اسی روپے لگاؤں گا اب تم کچھ نہ بولنا۔ میں معصوم چپ کر گیا۔ اب مجھے آ کر اتنا ہوا کہ میں اسے ساٹھ کہتا تو وہ ستر پہ مان جاتا۔ چلو خیر۔ ادھر پردیس میں، سو ریال سے چالیس پہ لے آیا تھا اور ادھر...... دنیا ہے چلتا ہے۔ پر...... اب میں نے سوچ لیا ہے کہ اس پٹھان بھائی سے ایک اور چیز لینی ہے اور اس کے پیسے اس سے بھی کم دوں گا۔ Criminal Mindset

پھر ایک دن ہم طیبہ مال بھی گئے اور بنگالی مارکیٹ بھی گئے۔ توبہ بنگالی مارکیٹ اتنی فضول ہے۔ سب نے کہا کہ وہ سستی ہے پر نہیں۔ وہی ریٹ ہیں ان سب چیزوں کے۔ ہم نے وہاں سے بچوں کے لیے عربی لباس لیے تھے۔ اور طیبہ مال سے کچھ نہیں۔ ایک تو مہنگا اوپر سے بس برقعے ہی برقعے۔

برقعہ مارکیٹ سے ہم نے ایک بار چکن سینڈوچ لیا۔ میں نے اسے پیسے دیے۔ تب میرے پاس بس پانچ سو ریال کا ایک آخری نوٹ تھا۔ میں نے سوچا کہ چلو چینج بھی مل جائے۔ اس نے نوٹ دیکھا اور اوپر نیچے چیک کرنے لگ گیا۔ میری تو جان ہی نکل گئی۔ اکلوتا نوٹ تھا میرے پاس۔ ہائے میں پردیس میں کیا

کروں گا۔ ٹینشن شروع ہوگئی تھی۔ ایک رنگ آئے ایک جائے۔ اس نے دوسرے لڑکے کو چیک کروایا تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ میری جان میں جان آئی یار۔ سکھ کا سانس لیا میں نے۔ اچھا سینڈ وچ تھا وہ۔ پھر مجھے وہاں ایک شرٹ اتنی پسند آئی پر میں نے لی ہی نہیں۔ پتا نہیں کیوں؟ میری قسمت میں نہیں تھی۔ ہر بار نظر آتی تھی پر وہی آبِ زمزم والا حساب ہوا کہ میں لے ہی نہ سکا۔

کھجوروں کا سین بھی بہت کمال تھا۔ ہمارے ٹریول ایجنٹ کا ایک دوست تھا جو کھجوروں کا کام کرتا تھا۔ ان سے تایا ابو کی جان پہچان ہوگئی تھی۔ تایا ابو کو بعد میں بھی ان کا فون آیا تھا کہ آپ کے ساتھ بڑا اچھا وقت گزرا تھا میرا۔ تایا ابو ان کے ساتھ بھی مذاق کر لیتے تھے۔ قاری صاحب بہت انجوائے کرتے تھے ہاں مگر تایا ابو نے ان سے کوئی فلمی بات نہیں کی تھی۔ میں جتنی بار یہ بات سوچتا ہوں مجھے بڑی ہنسی آتی ہے۔

میں اور ابو ان کے ساتھ چلے گئے۔ میں نے زندگی میں آج تک کھجور نہیں کھائی۔ مجھے پسند ہی نہیں تھی۔ نو اوفینس۔ اللہ نے اجازت دی ہے کہ جو پسند ہو صرف وہی کھاؤ۔ سب نے مجھے کہنا کہ ایسے مدینہ شریف کی سوغات ہے کھایا کرو۔ افطاری ٹائم کھایا کرو۔ میں نے کہنا مجھ سے کھائی ہی نہیں جاتی۔ میں کوئی اللہ معاف کرے کھجور سے نفرت نہیں کرتا بس پسند کی بات ہے۔

قاری صاحب کے دوست نے گاڑی اور اپنا ڈرئیور بھیج دیا۔ ہم ان کے ساتھ ان کے گودام چلے گئے۔ وہاں جاتے ہی انہوں نے پہلے اے سی چلایا۔ وہ لوگ اے سی کے بغیر نہیں جی سکتے۔ پھر انہوں نے طرح طرح کی کھجوریں ہمارے سامنے رکھیں۔ عجوہ، کلمی، سخاوی، امبر، مبروم، چھوٹی عجوہ، بڑی عجوہ، درمیانی مبروم، ایک نمبر مبروم، چھوٹی مبروم۔ توبہ اتنی زیادہ۔ مجھے تو بس یہی پتا تھا کہ ایک کھجور ہوتی ہے پر یہاں تو پورا باغ تھا۔ میں نے کبھی نہیں کھائی تھی۔ ان بھائی نے کہا یہ چیک کریں۔ تب میں نے زندگی میں پہلی بار دل سے کھجور کھانے کا سوچا۔ میں نے کلمی ٹرائے کی تھی۔ مجھے اتنی پسند آئی کہ کیا بتاؤں؟ میرا تو جیسے دل ہی آ گیا۔ میں نے پھر اتنی زیادہ کھجوریں کھائیں۔ چیک چیک میں ہی میں نے، تایا ابو اور قاری

صاحب نے کلو کے قریب قریب کھجوریں کھا ہی لی ہوں گی۔ توبہ...... یار کھجور بہت مجھے کی چیز ہے۔ میں نے واپس آ کر آتے جاتے فرج میں نے کھجوریں نکال نکال کر کھائیں۔ میرے ماتھے پہ دانے نکل آئے تھے۔اوپر سے فنکشن تھا تو میں نے پوچھا کہ دانوں کا کیا علاج ہے؟ کہتے کھجوریں کھائی ہیں؟ میں نے پھر فنکشن تک کھجوروں سے پرہیز کیا۔آج سردی کی وجہ سے دھیان نہیں جارہا پر جب بھی ذہن میں آتا ہے تو کھالیتا ہوں۔اچھی چیز ہے کھجور۔ نائس......

قاری صاحب ڈائیبیٹک تھے اور ایسے کھجوریں کھا کھا کر انہوں نے اگلے دن اپنی شوگر بڑھالی تھی، مجھے کہتے، عبداللہ بیٹا اب مجھے کھجوریں کھانے سے روکنا ہے آپ نے۔ میں نے منع کرنا تو کہتے بس ایک اور۔

میں نے اور تایا ابو نے وہیں سے کھجوریں لیں اور ہم واپس آ گئے۔

انہوں نے ایک کھجور دکھائی وہ بغیر گٹلی کے تھی۔ میں نے کہا یہ آرٹیفیشل ہے؟ میری بات پہ قاری صاحب اتنا ہنسے۔ کہتے نہیں بیٹا یہ بھی نیچرل ہے۔

واپسی پہ ایسے ہی باتیں چلتی رہیں تو تایا ابو نے کہا۔ "میں نے کالم میں پڑھا تھا کہ ۱۹۲۳ میں ترکی سے آئی ہوئی ریل گاڑی کا انجن ابھی بھی مدینہ سٹیشن پہ ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں جی۔ وہ تو روڈ سے نظر بھی آتا ہے۔" ڈرائیور نے بتایا۔ وہ بھی پاکستان سے تھے اور پٹھان تھے۔

"قاری صاحب یہ عبداللہ بہت کہہ رہا تھا کہ انجن دیکھنا ہے۔" تایا ابو اتنے تیز ہیں میرا نام لے لیا۔ چلو کوئی نہیں۔

"ہاں تو دکھا دیتے ہیں یہ پاس میں ہی ہے۔"

ہم سٹیشن جانے لگے۔ پٹھان بھائی کا بیٹا ادھر اسٹیشن میں کام کرتا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ ہمیں اندر جانے دیں گے؟ تو اس نے ایک عربی کا لفظ بتایا کہ اگر گارڈ نے آپ یعنی ہم سے پوچھا تو آپ یہ کہہ دینا۔ کوئی پاسپورٹ کا مسئلہ تھا شاید۔ وہ لفظ مشکل تھا۔

''میں تو آرام سے گونگا بن جاؤں گا۔'' تایا ابو نے کہا تو گاڑی میں قہقہے گونجے۔ ''مجھ سے پوچھے گا تو میں نے اوں اوں کرنے لگ جانا ہے۔'' ہم سب ہنس دیے۔

خیر ہم اندر نہیں گئے کیونکہ اگلے دن واپس جانا تھا۔ ایویں کوئی رولا نہ بن جاتا۔ باہر سڑک سے ہی ہم نے انجن دیکھ لیا تھا۔ میرا فون ہوٹل میں تھا ورنہ میں نے تصویر بنانی ہی تھی۔

پھر وہ ہمیں واپس ہوٹل چھوڑ گئے۔ بھلا ہو ان کا۔ بہت اچھے ہیں۔ اچھی سروس کے ساتھ ساتھ اس طرح سے بھی مدد کی انہوں نے ہماری۔ زیارتوں کی بس بکنگ بھی انہوں نے ہی کروا کر دی تھی۔ بعض لوگ حرم میں اپنے ٹریول ایجنٹ کو گالیاں دے رہے تھے۔ بد عائیں دے رہے تھے۔ تایا ابو کہتے بھلا پہلے وضو ہی توڑ لیتے۔ پھر کہتے گالیاں نکالنے سے ہی ٹوٹ گیا ہوگا۔

پاپا کا ٹریول ایجنٹ ان کے ساتھ حج کرنے گیا تھا اور اللہ معاف کرے اتنے جھوٹ بول کر گیا تھا۔ توبہ لوگوں میں کوئی حیا اور موت کا خوف ہی نہیں ہے۔ ایسے جھوٹ بول کر اس نے کیا کمائی کی ہے؟ اور کیسا حج ہے یہ؟ اللہ عقل دے۔

باقی جائے نماز میں نے مکہ سے ہی لیے تھے۔

شاپنگ کہانی میں بس اتنا ہی۔ آپ سے ملاقات ہو گی ان شاءاللہ زیارتوں کے پروگرام میں۔ ٹھیک ایک سین ختم ہونے کے بعد...... تب تک کے لیے اپنا خیال رکھیے گا۔ اللہ نگہبان۔ آپ کا ہوسٹ عبداللہ وسیم۔

ھذا ٹیلنٹٌ شدیدٌ۔

☆☆☆☆☆

ایک دو دن ایسے ہی نارمل روٹین میں گزر گئے۔ کبھی بازار چلے جاتے تھے تو کبھی ہوٹل میں ہی بس۔ایک دو بار جنت البقیع بھی گئے تھے۔ وہاں کی قبریں دیکھ کر پتا چل رہا تھا کہ جس طرح نبی علیہ اسلام کا حکم تھا بالکل ویسے ہی قبریں بنائی گئی ہیں۔ایک بالشت بھی نہیں ہوں گی۔ بس ایک ڈھیری سی بنی ہے۔ایسے انسان کو دیکھ کر اتنا سبق حاصل ہوتا ہے کہ آخر میں وہ بس ایک مٹی کی ڈھیری ہی رہ جاتا ہے۔اکڑ غرور وہیں ہوا میں اڑ جاتے ہیں اور بس،سب ختم ہو جاتا ہے۔

سب ختم ہو جاتا ہے۔ پیچھے بس یہی رہتا ہے۔

پھر ایسے ہی ایک رات کو قاری صاحب ہوٹل آئے تو کہتے عبداللہ کدھر ہے؟ تایا ابو نے مجھے بلایا۔ میں اتنا حیران کے قاری صاحب نے مجھ سے کیا بات کرنی ہے؟

سلام دعا کے بعد۔

"ہاں جی۔ایم ایس ورڈ، پاور پوائنٹ کا پتا ہے؟"میں نے سوچا چلو جی اب کوئی ٹیسٹ شروع ہونے لگا ہے۔ قاری صاحب تو ویسے بھی ٹیچر ہیں۔

"جی۔"یک لفظی جواب۔

"کمپیوٹر میں انسٹال کرنا آتا ہے؟"

چلو جی۔ لڑکا سافٹ ویئر انجینئر ہے۔ اسے ونڈو کرنی تو ضرور آتی ہوگی۔ میرے میموری کارڈ میں وائرس ہے تم اسے ختم کر دو گے؟ یار موبائل ٹھیک سے چل نہیں رہا۔ تم تو سافٹ ویئر انجینئر ہو، تمہیں تو پتا ہی ہوگا؟ یہ میٹا ورس کیا ہے؟ ہاہ، سافٹ انجینئر ہو اور یہ ہی نہیں پتا؟ یار گانے کیسے ڈاؤنلوڈ کرتے ہیں؟ مجھے سکرین لاک لگانا تو سکھا دو۔ ھذا شیئ عجیب۔

"ہاں جی آتا ہے۔"

"میں نے واؤچرز بنانے ہوتے ہیں تو ایم ایس ورڈ چاہیے۔ میں لیپ ٹاپ لایا ہوں مسجد نبوی میں ہے۔ آؤ ادھر چلتے ہیں۔"

ہم تینوں پھر وہاں چلے گئے۔ اب میں وہ steps دھرا رہا تھا جو ضروری تھے۔ اچھا یہ، وہ، ہاں پھر یہ کرنا ہے، فلانا فلانا۔ میں نے فوراً اپنے دوست فیضان کو میسج کیا کہ جو جو میں سوچ رہا ہوں وہ ٹھیک ہے ناں؟ اوپر سے پاکستان میں رات کا ایک بجا ہوا تھا۔ مجھے تھا کہ اب اگر وہ آن لائن نہ ہوا تو میں کچھ مس نہ کر دوں۔ شکر ہے وہ آن لائن تھا اور میرے ذہن سے ایک دو چیزیں نکل گئی تھیں جنہیں اس نے ریوائز کروا دیا۔

مسجد نبوی کے باہر ہی قالینوں پہ ہم بیٹھ گئے تھے۔ اب مجھے نیٹ چاہیئے تھا۔ قاری صاحب نے ہاٹ اسپاٹ آن کر دیا۔ میں نے پیکچ کی مقدار کا پوچھا تو وہ کم تھی۔ پھر ہم واپس ہوٹل آگئے۔ پہلے تو چارجنگ ہی نہیں تھی۔ کہتے ایک دم ہی بند ہو جاتا ہے۔ بیڑا ہی تر جائے، اب اس کی کیا وجہ ہوگی؟ اللہ کی قسم آٹھ سمسٹرز میں کسی کتاب میں کمپیوٹر کے ایک دم سے بند ہونے کے بارے میں نہیں لکھا۔ مجھے ہنسی بھی آئی جا رہی تھی۔ پر شکر ہے اللہ نے عزت رکھی۔

ہوٹل کے مین آفس میں ہم دونوں چلے گئے۔ وہاں بیٹھ کر اتنا کمال کا نیٹ آ رہا تھا۔ میں نے تو فون پہ بھی تھوڑے تھوڑے کام کر لیے تھے نیٹ سے۔ پھر اللہ اللہ کر کے سافٹ ویئر چل گیا۔ خیر سے ونڈو کی اپ ڈیپ آگئی۔ سال ہی لگ گیا تھا۔ ٹائم بھی اتنا ہو رہا تھا۔

"عبداللہ بیٹا کتنی دیر ہے؟"

قاری صاحب کو دیکھ کر مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ونڈو کی اپ ڈیٹ میری وجہ سے لیٹ ہو رہی ہے۔ ایڈونچر تھا یہ بھی۔

آخری ۹۷ فیصد پہ آ کر رک ہی گیا۔ پتا نہیں آگے ٹریفک جام تھی۔ میں نے بھی تنگ آکر بند کر دیا۔ میں نے کہا کل چلے گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اگلے دن مجھے ہرا سگنل مل گیا تھا کہ سافٹ ویئر بالکل ٹھیک ہے۔

اچھا ٹائم گزرا تھا مدینہ میں بھی۔ جب ایسے مکہ جانے میں دو دن تھے تو میرا دل چھوٹا ہو رہا تھا کہ اب مدینہ سے چلے جانا ہے پر مکہ کی خوشی بھی بہت تھی۔ طواف کعبہ کو یاد کر کر کے مجھے جو خوشی مل رہی تھی وہ اس دل چھوٹا ہونے سے کہیں زیادہ پر سکون تھی۔

☆☆☆☆☆

مقدس مقامات کی زیارت......

قاری صاحب کی کروائی ہوئی بکنگ سے ہمیں صبح صبح آٹھ بجے ہی زیارتوں پہ نکلنا تھا۔ فجر کے بعد ہم سوئے نہیں بس ایسے ہی لیٹے رہے۔ بس والا ٹائم پہ آ گیا تھا۔

سب سے پہلے ہم احد پہاڑ گئے تھے۔ احد پہاڑ کو دیکھنے کا مجھے سب سے زیادہ شوق تھا۔ نبی پاک کی متعدد احادیث ہیں اس پہاڑ سے متعلق۔ مجھے وہ باتیں یاد آ رہی تھیں اور جو ہماری بس کا گائڈ تھا وہ بھی احد پہاڑ کی فضیلت اور ان احادیث کا ذکر کر رہا تھا۔ اشتیاق اور بڑھ رہا تھا۔

"احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم احد سے محبت کرتے ہیں۔" نبی پاک کی حدیث ہے۔

اور اس کے علاوہ بھی وہ بہت سی باتیں بتا رہے تھے۔ پھر جنگ احد کا ذکر کیا کہ کیسے جیتتے جیتتے انہیں شکست ہوئی تھی۔ ایسا کہنا ٹھیک ہو گا کہ شکست بعد از فتح۔

اب وہ سارا پسِ منظر بتا رہے تھے۔ تھوڑا سا لکھ دیتا ہوں۔

نبی پاک نے کچھ صحابہ کو ایک چھوٹی پہاڑی پہ رہنے کا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ جب تک میں نہ کہوں وہاں سے نہ ہلنا۔ مدینہ شہر اس چھوٹی پہاڑی کے عقب میں تھا۔ بظاہر جنگ میں فتح ہو گئی تھی اور صحابہ کو لگا کہ اب جبلِ رُما پہ کھڑے ہونا ضروری نہیں تو مالِ غنیمت کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے وہ پہاڑی چھوڑ دی۔ دشمن اسی تاک میں تھا۔ اس نے فوراً موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پیچھے سے وار کر دیا اور احد میں بعد از فتح شکست ہوئی۔ انسان خطا کا پُتلا ہے۔

یہ تو بہت اچھا ہو گیا کہ یہ پینورامااد ھر پورا آ گیا۔ یہ سارا احد پہاڑ ہے۔

احد......

سبق......

احد پہاڑ سات کلو میٹر لمبا ہے اور چار کلو میٹر چوڑا ہے۔ یہ سن کر میں اتنا حیران ہوا کہ کیا بتاؤں۔ مجھے نبی پاک کی وہ حدیث یاد آ گئی جس کا مفہوم یہ ہے۔

"جو شخص اللہ کی راہ میں ایک سکہ بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ پاک اس سکے کو احد پہار جتنا بڑا کر دیتے ہیں۔"

میں تو بس حیران ہی ہو گیا اللہ کی محبت پہ۔ اب سات کلو میٹر لمبا اور چار کلو میٹر چوڑا پہاڑ کہاں اور ایک سکہ کہاں؟ کوئی کمپیریزن ہے؟ نہیں؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اللہ کو انسان سے محبت ہی اتنی ہے کہ ایک سکے کو اتنے بڑے پہاڑ کے برابر کر دیا۔ اچھا اللہ کس سکے کو احد پہاڑ جتنا بڑا کرے گا؟

روزِ آخرت سب سے پہلے جہنم میں جس کو ڈالا جائے وہ بہت سخی انسان ہو گا۔ دنیا میں اس کے پاس مال و دولت تھی اور وہ لوگوں پہ بہت خرچ کرتا تھا۔ وہ سب غریبوں کی مدد کرتا تھا۔ صدقہ خیرات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔ پھر اس کا ٹھکانہ جہنم کیوں؟ اس کا ایک سکہ احد پہاڑ جتنا بڑا کیوں نہیں ہوا؟

وجہ تھی محبت...... کیا اللہ کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ انسان جہنم واصل ہو جائے؟

اس نے جتنے سکے خرچ کیے وہ اللہ کی محبت میں نہیں تھے۔ وہ انسانوں کی محبت میں خرچ کیے گئے تھے۔ وہ دنیا میں شہرت حاصل کرنے کے لیے خرچ کیے گئے تھے۔ وہ ریاکار تھا۔ اس نے سکوں کو احد پہاڑ جتنا نہیں کرنا تھا بلکہ اس نے لوگوں کی زبانوں میں اپنے نام کو احد پہاڑ جتنا کرنا تھا۔ وہ قیامت والے دن کہے گا کہ میں کیوں جہنم میں ڈالا جا رہا ہوں؟ میں نے تو اللہ کے دئے ہوئے مال سے خرچ کیا ہے جو مومن ہونے کی نشانی ہے۔ اس پہ اللہ فرمائے گا کہ "نہیں، تو نے لوگوں میں اپنا نام بنانے کے لیے خرچ کیا تھا اور تیری یہ مراد پوری ہو گئی لہذا اب تمہیں جہنم واصل کیا جا رہا ہے۔" کہاں گئے وہ سکے؟ کہاں گیا احد پہاڑ؟ ملیامیٹ......

کھوٹ......

اس کی نیت میں اللہ کی محبت نہیں تھی۔ وہ لوگوں سے عش عش سننا چاہتا تھا۔ اسے احد پہاڑ کی لالچ نہیں تھی۔ اسے اپنا نام بنانا تھا۔ اللہ نے اس کی نیت دیکھی تھی۔ اللہ کی محبت انسان کی نیت پہ منحصر ہے۔ جس کی نیت میں کھوٹ ہو گا اس میں اللہ کی محبت نہیں ہو سکتی۔ کھوٹ اور محبت ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ یہ اللہ کا قانون نہیں ہے۔

اللہ طہر دیکھتا ہے۔ طہر پاکیزگی کو کہتے ہیں۔ اللہ انسان کی نیت میں موجود طہر کی قدر کرتا ہے۔ اللہ سکے نہیں دیکھتا۔ اللہ نیت دیکھتا ہے۔ سکے تو اس جہنمی نے بھی خرچ کیے تھے پر اللہ کو سکوں سے مطلب نہیں۔ اللہ پاک نیت کو قبول کرتا ہے۔ ناپاکی کی اس کے ہاں کوئی اہمیت نہیں۔ وہ پاک ذات ہے۔ اسے اپنے معاملات میں بھی پاکی چاہیے۔

اب ریاکار کی بات چل ہی پڑی ہے تو مجھے ایک اور بات یاد آگئی ہے۔

ریاکاری شرکِ مخفی ہے۔ چھپا ہوا شرک۔ ایک تو کھلم کھلا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے اور دوسرا ریاکاری۔ یعنی وہ کام جو اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے مگر اس میں انسانوں کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ شرکِ مخفی ہے۔ اللہ شرک کبھی معاف نہیں کرتا چاہے وہ بظاہر ہو یا چھپا ہوا۔ جو لوگ شو آف کرتے ہیں کہ ہم بہت نیک ہیں ان کی نیکیاں کیا انہیں اللہ کے سامنے سرخرو کر پائیں گی؟

اللہ ہمیں ہدایت دے۔

یہ جبلِ رُما ہے۔ یہاں وہ صحابہ کرام کھڑے تھے۔ اس کے عقب میں شہر ہے۔ وہاں سے حملہ ہوا تھا۔

اس کے علاوہ احد کے شہدا کی قبریں بھی یہاں موجود ہیں۔ایک بہت بڑی قبر ہے جہاں 69 شہید دفن ہیں۔ایک اور قبر میں دو صحابہ ہیں اور نبی پاک کے چچا حضرت حمزہ کی قبر بھی یہیں ہے۔اللہ ان شہیدوں کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ہندہ نامی عورت (ابو سفیان کی بیوی) نے حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو آقا نے فرمایا کہ ''جب تم میری محفل میں آؤ تو میرے سامنے نہ بیٹھا کرو۔مجھے میرے چچا حمزہ کی یاد آجاتی ہے۔''اور پھر ہندا ہمیشہ ان کے عقب میں ہی بیٹھا کرتی تھیں۔حضرت خالد بن ولید بھی اس جنگ کے بعد مسلمان ہوئے تو کہتے کہ ''مجھے بہت افسوس ہے میں نے اسلام کے اتنے جید صحابہ کو قتل کیا ہے احد میں۔اب اللہ مجھے ایسا موقع دے کہ میں کسی بہت بڑے کافر کو قتل کروں تاکہ میری تکلیف کم ہو جائے۔''

ان کی باتیں کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں۔جنگ احد کے بارے میں ہی اگر تفصیل سے لکھوں تو کہاں بات چلی جاتی ہے۔اصل مقصد وہ سبق تھا جو ہم نے سیکھنا ہے۔

یہ جنگ کا نقشہ کھینچا ہوا ہے۔اس کو ویسے opposite direction میں ہونا چاہئے تھا کیونکہ احد پہاڑ اس کے عین سامنے تھا۔اگر احد اس کے پیچھے ہوتا تو زیادہ اچھے سے نقشہ سمجھ آتا۔مجھے تو یہی لگا تھا۔

یہ مسجد اندر سے بھی اتنی ہی خوبصورت ہے۔اس کا نام نہیں لکھا تھا۔شاید مسجد احد ہی ہو گا۔

☆☆☆☆☆

مسجد قبا......

مسجد قبا کے بارے میں میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔

☆☆☆☆☆

مسجد قبلتین......

دو قبلوں والی مسجد......

"(اے رسولؐ!)(تحویل قبلہ کی خاطر) آپ کا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا ہم دیکھ رہے ہیں تو ضرور اب ہم آپ کو موڑ دیں گے اس قبلہ کی طرف جو آپ کو پسند ہے

پس اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ لیجئے

اور (اے اہل ایمان) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے منہ (نماز پڑھتے وقت) اسی طرف کیا کرو

جن لوگوں کو (آسمانی) کتاب (تورات وغیرہ) دی گئی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ (تحویل قبلہ کا فیصلہ) ان کے پروردگار کی طرف سے ہے

اور یہ حق ہے، اور جو کچھ (یہ لوگ) کر رہے ہیں اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔(144 سورۃ البقرۃ)''

اس کا پس منظر تو آپ جانتے ہی ہیں۔

میرے پاس اس کی باہر والی اچھی تصویر نہیں ہے۔ مجھے کوئی اچھا اینگل نہیں ملا تھا۔ چلو کوئی نہیں۔

یہ اب بیت اللہ کی طرف ہے۔

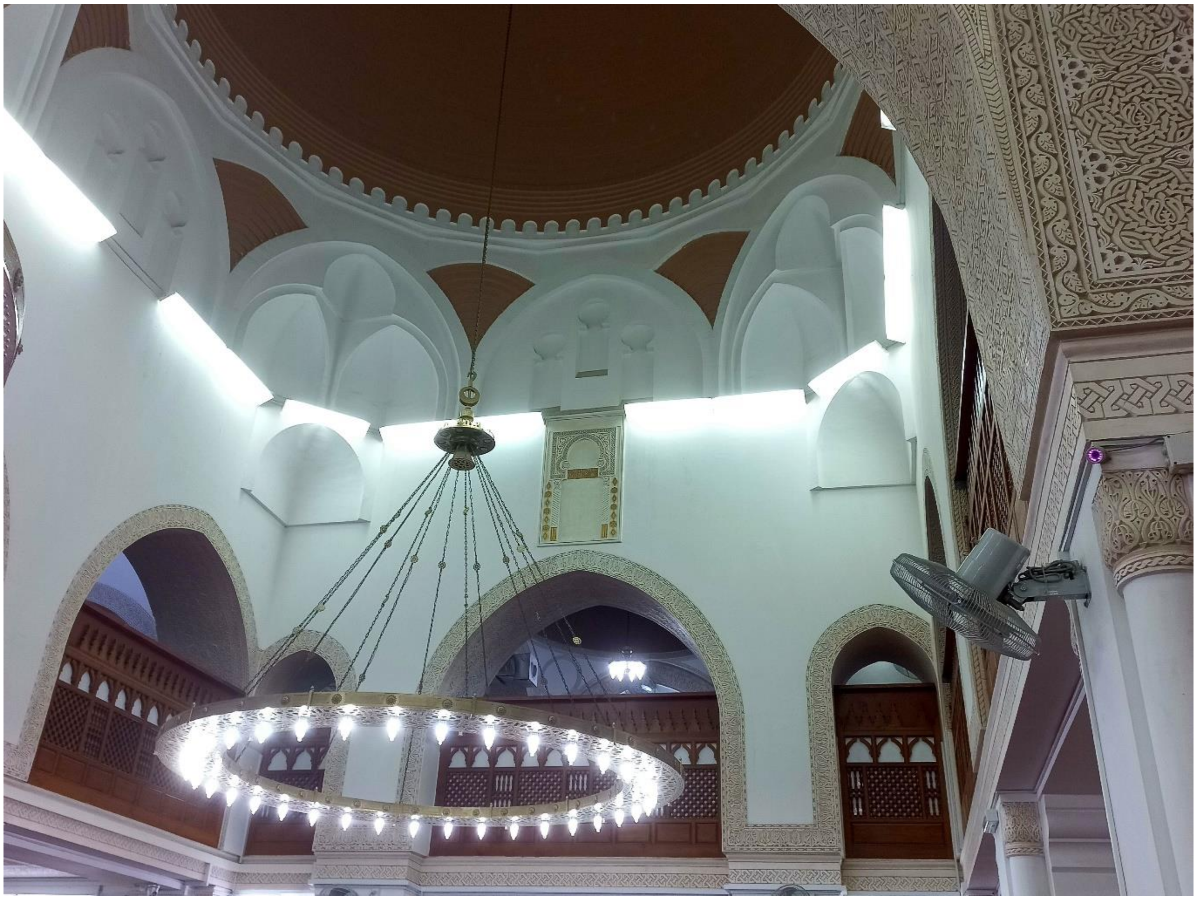

وہ اوپر دیکھیں، وہاں ایک جائے نماز بنا ہے۔ وہ پرانا قبلہ تھا۔

سبق......

یہ سبق تایا ابو نے مجھے بتایا تھا۔

دیکھیں نبی پاک نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ امام تھے۔ پیچھے ان کے صحابہ مقتدی تھے۔ دورانِ نماز ہی اللہ کا حکم ہوا کہ اپنا قبلہ بدل لیں تو انہوں نے یہ نہیں کیا کہ اگلی نماز میں قبلہ بدلا، بلکہ اسی وقت اپنا رخ بیت اللہ کی طرف موڑ لیا تھا اور اسی طرح مقتدیوں نے بھی۔ نماز کے بعد نبی پاک نے پوچھا کہ

"تم لوگوں نے کیوں اپنا رخ بدل لیا؟ حکم تو مجھے ہوا تھا، میں نے ابھی تم لوگوں کو تو بتایا ہی نہیں تھا۔"

تو وہ کہنے لگے۔ "نبی پاک، آپ ہی ہمارا قبلہ ہیں۔ جس طرف آپ ہوں گے اسی طرف ہم۔"

ایک تو ان کی فرمانبرداری بھی ہمارے لیے سبق ہے۔

دوسرا یہ کہ جب اللہ کا حکم آجائے تو اس پہ کوئی تاویل دینا قطعاً درست نہیں۔ اچھا ایسے بھی تو ہو سکتا ہے؟ اچھا میرا دل تو ایسے کہہ رہا ہے۔ ہمارے داداپردادا اتنے سالوں تک یہی کرتے آئے ہیں۔ سوسائٹی کیا کہے گی؟ نہیں اس طرح بھی ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ مجھے ٹھیک لگتا ہے۔

ہم اپنے معاملات میں کئی بار ایسا کرتے ہیں۔ تاویلیں ڈھونڈتے ہیں۔ قیل و قال کرتے ہیں۔ یہ سب حیلے بہانے ہیں۔ جو حکم ہمیں آسان لگتے ہیں وہ ہم کر لیتے ہیں اور جو ذرا روٹین سے ہٹ کر کرنا پڑے اس میں ہم ایسے کرتے ہیں۔ بات ہی ختم ہو جاتی ہے جب اللہ اور اس کے رسول کا حکم سامنے آجاتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اللہ نے ہر بات اس دین میں ہمیں سکھلائی ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمارے مسائل اور ہماری روزمرہ روٹین کے کاموں کے بارے میں اسلام ہمیں گائیڈ نہ کرے۔ کوئی نہ کوئی نقطہ ایسا ہوتا ہی ہے جو ہمیں گائیڈ کرتا ہے۔ یہ داداپردادا والی تاویل تو کفارِ مکہ کی تھی تو اللہ نے قرآن میں ان کے لیے کہا ہے کہ "نہ تمھیں عقل ہے اور نہ ہی تمہارے آباؤ اجداد کو۔"

ہم نے مسلمان بننا ہے...... کفارِ مکہ نہیں......

سوسائٹی کے پریشر میں آکر بھی ہم بہت سے غلط کام کر دیتے ہیں۔ قیامت والے دن سوسائٹی نے ہمیں نہیں بچانا۔ ہم نے خود کو دنیا میں سوسائٹی سے بچانا ہے تاکہ آخرت میں بھی ہم بچ سکیں۔

دین ہمیں راہنمائی دیتا ہے۔ اللہ کا حکم ہمارے لیے زیادہ احسن ہے۔

اللہ ہمیں ہدایت دے۔

مسجد قبلتین کے باہر بنگالنوں سے ہم نے اثمد سرمہ لیا تھا۔

☆☆☆☆☆

میدانِ خندق......

بس گائیڈ ہمیں جنگ خندق کے بارے میں بتا رہا تھا۔ سب سے اچھا اور منفرد سبق میں نے خندق جا کر سیکھا تھا۔ اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے اور میں یہاں لکھ کر آپ کو بھی بتاؤں گا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس واقعہ کو اس طرح بھی سوچا جا سکتا ہے۔

یہ خندق کی مسجد ہے۔رش کی وجہ سے میں مکمل مسجد کی تصویر نہیں بنا سکا کیونکہ فریم میں بسیں آ رہی تھیں۔ جہاں جہاں بھی ہم جا رہے تھے وہاں پہلے سے ہی بہت رش ہوتا تھا۔ یہاں پہلے دو علیحدہ علیحدہ مسجدیں تھیں مگر اب ان دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔

غزوہ خندق کے وقت ادھر پہاڑوں پہ خیمے لگائے گئے تھے۔ان میں ایک خیمہ پیارے نبی کا تھا اور باقی کچھ صحابہ اکرام کے۔ جیسے حضرت علیؓ کا، شاید حضرت عمرؓ کا بھی (مجھے اب ٹھیک سے یاد نہیں)۔ حضرت فاطمہ کا بھی خیمہ تھا۔وہ مقامات محفوظ کر دیے گئے ہیں اور ان پہ چھوٹی سی مسجد نما عمارت بنا دی گئی ہے۔

یہ رسول پاک کا خیمہ ہے۔

میں نے اور بہت سی تصویریں بنائی تھیں لیکن اب مجھے نام نہیں یاد تو کہیں غلط نہ ہو جائے۔ میں بغیر ریفرنس کے شیئر کر دیتا ہوں۔ رسول پاک اور فاطمہؓ کا خیمہ بس مجھے یاد ہے۔

یہ ان کا خیمہ ہے۔

کہتے ہیں یہاں کوئی نفل نہیں پڑھنے چاہئے کیونکہ یہ مسجد میں شمار نہیں ہوتے مگر لوگ پھر بھی وہاں نفل ادا کرتے ہیں۔ واللہ عالم۔

میں باجی اور تایا ابو اوپر پہاڑ پہ چڑھنے لگے۔ سورج کی تپش میں اضافہ ہو چکا تھا۔ تھوڑا سا ہی چڑھ کر ہم گہرے گہرے سانس لینے لگ گئے۔ میں نے سوچا کہ ہم ذرا سا چل کر ہی اتنا تھک گئے ہیں اور وہ لوگ ان

پہاڑوں پہ جنگیں لڑتے تھے۔ سوچ کر ہی انسان دنگ رہ جاتا ہے۔اب اگر آج کے مدینہ کو دیکھا جائے تو گرمی کم کرنے کے لیے ہر جگہ اے سی ہیں۔ میں نے ایک سٹال دیکھا،وہ لوہے کا ایک ڈبہ تھا۔ پیچھے دروازہ اور سامنے کھڑکی تھی۔ایک الماری کہہ لیں آپ،اس تک میں اے سی لگا ہوا تھا۔میں حیران رہ گیا کہ اب اے سی کے بغیر گزارا نہیں ہے اور تب وہ لوگ بس اللہ اور دین کے لیے یہ سب کرتے تھے۔اسلام کی خاطر یہ سب کرتے تھے۔اتنا سب برداشت کرتے تھے۔ہم سے تو ایک دوسرے کی چھوٹی سی بات بھی برداشت نہیں ہوتی اور وہ دشمن کے کیسے کیسے ظلم برداشت کرتے تھے۔ایمان میں تازگی آجاتی ہے دیکھ کر۔

بعض لوگوں کو میں نے کہتے سنا ہے کہ کاش ہم بھی نبی پاک کے زمانے میں ہوتے تو ایسے کرتے ویسے کرتے۔اب اتنا سا پہاڑ چڑھ کر ہم جیسے ہانپنے لگ جاتے ہیں کجا اس پہاڑ پہ جنگ لڑنا؟اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس انسان کو کس زمانے میں پیدا کرنا ہے۔بس اللہ ہمیں ایمان کی دولت دے۔مجھے تو سوچ سوچ کر بس حیرت ہی ہو رہی تھی کہ وہ لوگ کتنے بہادر تھے۔اللہ ان کے درجات بلند کرے۔

میں ایک خیمہ دکھاتا ہوں وہ پہاڑ کے اوپر تھا۔نبی پاک کا خیمہ بھی اوپر تھا جہاں تک ہم چڑھ کر تھک گئے تھے۔اس سے بھی کافی اوپر ایک خیمہ تھا۔میں سوچ رہا تھا کہ جس کا بھی تھا وہ بہت بہادر تھا۔اب مجھے یاد آرہا ہے کہ اس خیمہ کے عقب میں مکہ کا پرانا راستہ تھا۔وہ خیمہ ضرور دشمن کی آمد پہ نظر رکھنے کے لیے بنایا گیا ہوگا۔میں نے سوچا تھا کہ جیسے تیسے کر کے اوپر جاؤں مگر بس گائیڈ نے کہا تھا کہ جلدی واپس آنا کیونکہ احد میں ہی بہت دیر ہو گئی تھی۔وہ تو یہاں رکنا ہی نہیں چاہتا تھا مگر سواریوں نے انسسٹ کیا تھا۔

یہ ہے وہ خیمہ۔ یہ پہاڑ اتنا پتھریلا ہے۔ایک بھی جگہ ایسی نہیں کہ پاؤں سیدھا کھڑا ہو جائے۔ کوئی نہ کوئی پتھر ضرور پاؤں کا زاویہ ہلا دے گا۔

مجھے یاد آیا جب زیارتوں سے واپس آئے تھے تو اس رات کو مجھے یہی خواب آیا تھا کہ میں ضیف الرحمٰن لکھ رہا ہوں اور اسی خیمے کو ایسے ہی بیان کر رہا ہوں۔ تب بھی یہی تصویر میرے خواب میں تھی۔

اب میں کچھ اور تصویریں لگاتا ہوں پھر میں سبق کی طرف آتا ہوں۔

ھذا مدینہ شہر......

یہ جو سڑک ہے وہاں ہی خندق کھودی گئی تھی۔ میں نے کہا بھلا خندق بھی ایسے ہی رہنے دیتے پر شہری معاملات بھی تو ضروری تھے۔ حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے ہی خندق کھودی گئی تھی۔ اور خندق اتنی بڑی اور گہری تھی کہ وہاں سے باہر نکلنا ناممکن کے برابر ہی تھا۔

یہ میں نے اسی خیمہ کی طرف جاتے ہوئے تصویر بنائی تھی۔ وہ نیچے جو خیمہ ہے شاید وہ حضرت علی کا ہے۔ کمی بیشی معاف۔

یہ پہاڑ دیکھیں۔ چڑھتے چڑھتے ہی......

میں لیٹ ہو گیا۔ میں حضرت فاطمہ کا اور اس طرف ایک اور خیمہ تھا دیکھنے چلا گیا۔ تایا ابو مسجد میں تھے اور باجی پھر امی کے ساتھ چلی گئی تھیں۔

مجھے پہلے وہ کہیں نہیں ملے تو میں نے کہا شاید بس میں ہوں۔ میں وہاں گیا تو بس گائیڈ مجھے دیکھ کر کہتا۔ ”آجاؤ بھائی، آپ کا ہی انتظار تھا۔“

خیر سے ساری سواریاں واپس آچکی تھیں اور میں اکیلا ہی وہاں تصویر سازی کر رہا تھا۔

سبق آموز سفر......

پرانے وقتوں میں واپس جائیں۔

مدینہ بہت چھوٹا تھا۔ یہ جو مدینہ اب ہے یہ بہت بڑا ہو گیا ہے جیسے ہمارا لاہور۔ میرے خیال سے مسجدِ نبوی اور اس کے مضافات ہی مدینہ تھے کیونکہ قبا کو بھی ایک الگ جگہ ہی بتایا گیا ہے۔ اب قبا وہاں ایک ٹاؤن جیسا ہے۔

مدینہ میں جب مسلمان آباد ہوئے اور پھر یہ جنگوں کا سلسلہ جو شروع ہوا، اس کا مقصد اسلام اور اپنے وطن کی دشمن سے حفاظت کرنا تھا۔ اسی لیے جب غزوہ خندق ہوئی تو حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے خندق کھودی گئی۔ عرب میں اس کا رواج نہیں تھا۔ نبی پاک کو ان کا مشورہ پسند آیا تو انہوں نے خندق کھودی۔ خندق کی کھدائی میں بھی نبی پاک نے بذاتِ خود حصہ لیا تھا۔

پہلا سبق......

پہلا سبق جو خندق سے ہمیں ملتا ہے وہ مشورہ کرنا ہے۔ جنگ سے پہلے مدینہ کی حفاظت کے لیے نبی پاک نے صحابہ سے مشاورت کی تھی کہ کون سا ایسا طریقہ استعمال کیا جائے کہ دشمن مدینہ میں داخل نہ ہو پائے۔ حضرت سلمان نے کہا تھا کہ ”میں فارس سے ہوں تو وہاں یہ طریقہ رائج ہے۔“

اب حضرت سلمان فارسی بالکل دوسرے ملک سے آئے تھے۔ عرب کے طور طریقے ان سے بہت مختلف تھے۔ جب وہ صحابہ بنے تو نبی پاک نے انہیں یہ نہیں کہا کہ تم غیر ملکی ہو لہذا تم نہیں بول سکتے یا تمہیں یہاں کے اطوار کا علم نہیں، بلکہ ان کو بولنے کا موقع دیا اور ان کی بات کو مناسب جانتے ہوئے اس پہ عمل بھی کیا۔ اسی لیے نبی پاک کا فرمان ہے کہ ''مشورے میں برکت ہے (الفہوم)۔''

آج کل بھی ہم ایسے ہی بہت سے حالات سے گزرتے ہیں جہاں ہم اکیلے فیصلہ یا کام نہیں کر سکتے تو اپنے ارد گرد کسی سنجیدہ انسان سے اپنا مسئلہ ڈسکس کرنا اور اس سے مشورہ مانگ لینا چاہیے۔ ایسے کسی کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا ناں ہی کوئی مشورہ مانگنے والے کو کم عقل سمجھے گا۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار جب بھی سجتے تھے تو وہ اپنی سلطنت کے بڑے عہدوں پہ فائز بندوں سے مشورہ کرتے تھے۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے بلکہ اس سے ذہن کھلتا ہے۔ ایک اکیلا اور دو گیارہ والا حساب ہے۔

اصل میں غلطی بندہ تب کرتا ہے جب وہ کسی غلط انسان کے پاس جاتا ہے۔ اتنی تو انسان کو عقل ہوتی ہے کہ کون سا بندہ اسے کیسا مشورہ دے گا؟ لوگوں کو پہنچاننا اور سمجھنا ایک ہنر ہے۔ یہ بہت کم لوگوں کو ملتا ہے اور یہ جس کو مل جاتا ہے تو اس کے لیے یہ کسی نعمت سے کم نہیں۔

اور اگر ہم سے کوئی مشورہ مانگے تو اسے بھی اچھے سے گائیڈ کرنا چاہیے کیونکہ مشورہ امانت ہے۔ اللہ خیانت کرنے والے کو دوست نہیں بناتا اور نہ ہی پسند کرتا ہے۔ کسی کے مسئلے کو سن کر ہمیں خود کو اس کی جگہ رکھنا چاہیے، اس کے بعد ہی کوئی مشورہ دینا چاہیے۔ اور مشورہ دینے میں بہت جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ پہلے مسئلے کو صحیح طرح سمجھنا چاہیے۔ مشورہ مانگنے والا جس سے بھی مشورہ کرنے کی نیت سے جاتا ہے تو اس کے دل میں مشورہ دینے والے کی ایک اہمیت اور مقام ہوتا ہے، اس مقام کی قدر بس عقل والے ہی کرتے ہیں۔

مشورے والا سبق مجھے تایا ابو نے بتایا تھا۔

اور یہ والا اللہ نے......

خندق قدیم مدینہ شہر سے باہر کھودی گئی تھی۔اس کا کیا مقصد تھا؟

تاکہ دشمن مدینہ میں داخل نہ ہوسکے۔

ایسا بھی تو کر سکتے تھے کہ وہ خندق نہ کھودتے اور مدینہ شہر میں ہی لڑائی کرتے۔اس سے کیا نقصان ہونا تھا؟

مدینہ ان کا گھر تھا۔ان کا وطن تھا۔ان کا مسکن تھا۔

اسلام کے بعد وہ بس مدینہ کی حفاظت ہی کر رہے تھے کیونکہ انہیں قدر تھی اس مدینہ کی۔وہ جانتے تھے کہ وہ مکہ ،جو ان کا گھر تھا، کو چھوڑ کر یہاں آباد ہوئے ہیں اور اس مدینہ کو اپنا گھر بنایا ہے۔انہیں اپنے گھر کی فکر تھی۔وہ اپنا گھر بچا رہے تھے۔اپنا آشیانہ......اپنی چھت......

کیا ہمیں اپنے گھروں کی بھی اتنی ہی فکر ہے؟

شاید ہاں؟اور اگر ناں ہے تو؟

گھر وہ جگہ ہے جہاں انسان سکون تلاش کرنے آتا ہے۔دن بھر باہر کی سرد گرم فضا کو جھیلنے کے بعد وہ گھر آتا ہے اور اس میں رات کی نیند ڈھونڈتا ہے۔گھر میں انسان کی ایک الگ دنیا ہوتی ہے۔وہ اپنی مرضی سے اٹھ بیٹھ سکتا ہے۔کھا پی سکتا ہے۔اپنے گھر میں وہ کسی کا ملازم نہیں ہوتا۔وہ کسی کا پابند نہیں ہوتا۔دن بھر کی تھکان کے بعد جس کو گھر نصیب ہوتا ہے وہ دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہے۔

ہم نے اپنے گھروں کو کیسے محفوظ کرنا ہے؟

دشمن سے اپنے گھر کی حفاظت کر کے۔

پر ہمارے دشمن کون ہیں؟ ہم کسی کے دشمن نہیں اور ہماری کسی سے لڑائی بھی نہیں تو ہم نے کن دشمنوں سے اپنے گھر کو بچانا ہے؟

یہ کہنے کے لیے معذرت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ حقیقت ہے۔

ہمارے دشمن ہمارے اپنے ہیں۔ ہمارے خون اور احساس کے وہ رشتے جن کی نظروں میں ہمارے لیے حسد، دلوں میں کینہ اور بغض ہے۔ وہ بظاہر ہم سے بہت اچھے طریقے سے ملتے ہیں۔ خود کو ہمارا خیر خواہ کہتے ہیں۔ ہمیں یہ احساس دلاتے ہیں کہ وہ ہمارے مخلص ہیں۔ ہمارے مسیحا ہیں۔ مگر گہرائی میں دیکھا جائے تو وہ ہمارے ساتھ مخلص نہیں ہوتے۔ وہ حسد کرتے ہیں اور ان کی نظروں میں ایک کاٹ ہوتی ہے۔

ایسے لوگوں کا کیسے پتا لگایا جا سکتا ہے؟

جو بندہ آپ کے ساتھ مخلص ہے وہ کبھی زبان سے ہر بار یہ گردان نہیں پڑھے گا کہ میں تمہارا مخلص ہوں اور تمہیں ضرورت ہوئی تو بس تم نے سیدھا میرے پاس آنا ہے۔ ہاں ایسا وہ کبھی کبھار کہہ بھی دیتا ہے لیکن اصل مخلص وہی ہے جو اپنے کردار اور اپنے رویے سے اپنے دل کی صفائی ظاہر کرے گا۔ وہ مشکل میں سب سے آگے کھڑا ہو گا آپ کی مدد کے لیے۔ اسے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہو گی کہ آپ مشکل میں ہیں اور آپ کو مدد چاہئے بلکہ وہ آپ کے انداز اور چہرے سے ہی اس بات کا پتا لگا لے گا۔ وہ آپ کے دل میں جھانک سکتا ہے۔ وہ آپ کو سمجھتا ہے۔ وہ آپ کو جانتا ہے۔ آپ کے رویوں کی وجوہات اس کے سامنے ہیں۔ وہی آپ کا مخلص ہے۔ وہی خیر خواہ ہے۔

ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو پہچان نہیں پاتے اور ہم صرف باتیں کرنے والے اور بار بار خود کو ہمارا مخلص گردانئے والے کو ہی اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ آج ہی میں کسی کو کہہ رہا تھا کہ جس نے کام کرنا ہوتا ہے وہ چپ چاپ کر جاتا ہے۔ وہ شور نہیں مچاتا۔ ایسا ہی ان رشتوں میں بھی ہوتا ہے۔ وہ چپ چاپ آپ کے مخلص بن جاتے ہیں اور بنے رہتے ہیں۔ وہ شور نہیں کرتے۔ وہ خود کی برینڈنگ نہیں کرتے۔ وہ خاموشی سے اپنے حصے کا کام کر جاتے ہیں۔

''یہ جو تم بھاگ بھاگ کر فلانے انسان کے پاس جاتے ہوناں، یہی تمہاری غلطی ہے۔ وہ تو تمہارے بارے میں ایسی ایسی باتیں کر رہا تھا کہ میں کیا بتاؤں؟ میں تو کچھ بھی نہیں بولا۔ اگر تم نے مجھ سے یہ بات کی ہوتی ناں تو پھر یہ نہ ہوتا۔ وہ نہ ہوتا۔'' ایسے جملے بولنے والے آپ کے مخلص نہیں ہیں۔

''اچھا چلو چھوڑو، ہو گیا جو ہونا تھا۔ اب بھول جاؤ ساری باتیں۔ اب ہم نے وہ کرنا ہے جو آگے کے لیے ٹھیک ہے۔ ہم نے اس مسئلے کو ایسے حل کرنا ہے۔ تم کام شروع کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اب تم نے ہر ایک سے اپنی باتیں ڈسکس نہیں کرنیں۔'' اب آپ دیکھیں، دونوں کے لہجوں میں ہی فرق ہے۔ انداز میں فرق ہے۔ مخلص بندے کا انداز ایسا ہوتا ہے۔ اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ اب تم نے صرف مجھے ہی بتانا ہے۔ وہ بس اپنا کام کر رہے ہیں۔ وہ آپ کی مدد کر رہے ہیں۔

ہمارے گھروں میں مسائل رہتے ہیں۔ گھر کے اندر ہی کتنی لڑائیاں ہو جاتی ہیں۔ شیطان کا کام پورا ہو جاتا ہے اور آپس میں چپقلش ہو جاتی ہے۔ اب جب ہم اپنے گھر کے مسائل خود حل کرنے کے بجائے دوسروں کے پاس بھاگے چلے جاتے ہیں تو یہاں کام خراب ہوتا ہے۔ یہاں پھر وہ لوگ اپنے دلوں میں موجود بغض ہمارے دلوں میں ٹرانسفر کرتے ہیں اور ہمارے گھروں کو توڑتے ہیں۔ ان کی نظروں میں حسد اور دلوں میں کینہ، جب ہمارے گھروں کی دیواروں کو ٹوٹتے دیکھتے ہیں تو ان کے دل خوش ہوتے ہیں۔ شیطان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ہمارے گھر میں موجود دس لوگوں کے دل بھی آپس میں کھٹے ہو جاتے ہیں۔ بھائی بھائی دشمن بن جاتے ہیں۔ بہنوں میں محبت نہیں رہتی۔ ماں باپ سے بچے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ گھر ٹوٹ جاتے ہیں۔ مسکن چھن جاتا ہے۔ مدینہ میں دشمن داخل ہو جاتے ہیں۔ جنگ میں شکست ہوتی ہے۔ دشمن کو مدینہ مل جاتا ہے۔ گھر کے مکینوں کی زندگی پھر ختم ہو جاتی ہے۔

اپنے گھر، اپنے وطن، اپنے مدینہ کو ہم نے خود بچانا ہے۔ ہم نے دشمن کو مدینہ سے باہر ہی رکھنا ہے۔ ہم نے مدینہ سے باہر ایک گہری خندق کھودنی ہے تاکہ دشمن مدینہ تک نہ پہنچ سکے۔ ہم نے باہر سے

آنے والے دشمن سے خود لڑائی کرنی ہے کیونکہ...... کیونکہ مدینہ ہمارا مسکن ہے۔مدینہ ہماری چھت ہے۔گھر ہمارا سکون ہے۔گھر ہماری جنت ہے۔

اللہ ہم سب کے گھروں کو دشمنوں سے محفوظ رکھے۔آباد رکھے۔محبت قائم رکھے۔آمین!

☆☆☆☆☆

کھجوروں کا وہ باغ......جو نبی پاک کا ایک معجزہ تھا۔

خندق کے بعد ہم حضرت سلمان فارسی کے باغ گئے تھے۔

پس منظر......

حضرت سلمان فارسی پہلے فارس (ایران) میں رہتے تھے۔انہیں بھی حضرت ابراہیمؑ کی طرح حق کی تلاش تھی۔شاید وہ لوگ بھی آتش پرست تھے۔یہ کیا آگ خود جلائی،اس کی پوجا کی اور بجھادی۔ابراہیمؑ بھی ایسے ہی سوال کرتے تھے۔ابراہیمؑ کو بھی خدا کی تلاش رہی اور انہیں بھی۔وہ ایران سے ہجرت کر کے عرب گئے تھے اور ابراہیمؑ بھی شام سے ہجرت کر کے عرب گئے تھے۔ابراہیم نے بھی اپنا گھر بار چھوڑا اور سلمان فارسی نے بھی۔جسے حق کی تلاش ہو اسے دنیا کی خاک چھاننی ہی پڑتی ہے۔

ایران سے جب وہ مدینہ آئے تو انہوں نے عیسائیت اختیار کی۔اس زمانے میں ابھی اسلام کا اتنا چرچہ نہیں ہوا تھا۔اس وقت عیسائیت میں بہت حق پرست لوگ موجود تھے جو اسلام اور نبی آخرزماں کے منتظر تھے۔کہہ سکتے ہیں کہ تب عیسائیت ہی دین حق تھا۔انہیں ایک عربی نے غلام بنا لیا تھا۔اس عربی کا کھجوروں کا باغ تھا۔جب اسلام کی ہوائیں مدینہ میں بھی چلنے لگیں تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔جس حق کی انہیں تلاش تھی وہ انہیں مل چکا تھا۔حضرت سلمان ایسے خوش قسمت صحابی ہیں جن کے منہ میں نبی پاک کا لعاب لگا تھا۔

کہتے ہیں انہیں ایران سے مدینہ آنے میں دس سال لگے تھے۔جب نبی پاک نے ان کے مالک سے انہیں آزاد کرنے کا کہا تو مالک نے عجیب سی شرط رکھی۔کہنے لگا کہ ''یہ میری زمین ہے، پہلے یہ خود اس پہ کھجوروں کے بیج بوئے، ان کی دیکھ بھال کرے، اور جب یہ بیج لمبے درخت بن جائیں اور پھل دینے لگ جائیں، اس کے بعد ہی اسے آزاد کروں گا۔''

حضرت سلمان کہنے لگے ''آقا، میں پہلے ہی بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔پتا نہیں عمر کتنی باقی ہے۔ان کھجوروں کے بیج پتا نہیں کب پھل دیں گے۔میں کب تک انتظار کر پاؤں گا؟''

سنا ہے کھجوروں کے بیجوں کو باغ بنتے بنتے پندرہ سے اٹھارہ سال لگ جاتے ہیں۔

نبی علیہ اسلام نے اس زمین میں خود بیج بوئے اور وہ مالک دیکھتا ہی رہ گیا کہ کب بیج بوئے گئے اور کب اللہ کے حکم سے وہ باغ تیار ہو گیا۔اس باغ میں تیرہ سو درخت ہیں جو نبی پاک نے خود لگائے تھے۔

ایسے حضرت سلمان آزاد ہوئے اور اس باغ کو ان کے حوالے سے جانا جانے لگا۔آج بھی اس کو اسی نام سے جانتے ہیں۔

تصویر کچھ خاص نہیں بن سکی۔ ہم سارا باغ نہیں گھومے تھے کیونکہ بس کا ٹائم اوور ہو رہا تھا۔

اسی باغ میں حضرت عثمانِ غنی کا کنواں بھی موجود ہے۔ وہ کنواں انہوں نے اسلام کی راہ میں وقف کیا تھا۔ اب وہاں جدید نظام متعارف کروا دیا ہے۔ اب ٹیوب ویل لگ گئے ہیں جو زمین سے پانی کھینچتے ہیں۔

ھذا......

اس کنویں سے کاریزوں میں پانی جاتا ہے اور پھر یہ پانی سارے باغ کی آب پاشی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہاں کھجوروں کے سٹالز بھی لگتے ہیں۔ کہتے ہیں یہاں سے سستی کھجوریں مل جاتی ہیں مگر ہم نے نہیں لی تھیں۔ لوگ ڈبے بھر بھر کھجوریں خرید کر بس میں رکھ رہے تھے۔

یہ سارے تاریخی مقامات دیکھ کر ایمان کی تازگی دوچند ہو جاتی ہے۔ اللہ بار بار ایسے مقامات کی زیارت نصیب فرمائے اور اپنے گھر بلائے تاکہ ہم مزید برکتیں اور رحمتیں اپنے ساتھ جوڑ لیں۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

زیارت سیشن ختم ہوا۔

مدینہ میں سب سے دلچسپ دن یہی تھا۔

ہم نے میدانِ بدر جانے کا بھی سوچا تھا پر کسی وجہ سے ہم جا نہ سکے۔ مکہ کی زیارتیں بھی بس رہ گئیں۔ میں نے اب پکا ارادہ کیا ہوا ہے کہ جب بھی جائیں گے تو مکہ کی زیارتیں بھی کریں گے انشاءاللہ۔ بس کچھ بھی مکمل نہیں ہوتا ناں۔ یہ سفر بھی مکمل نہیں تھا۔ اصل میں مکہ میں ایسا تھا کہ حرم سے باہر جانے کا دل ہی نہیں کرتا تھا۔ جتنی دیر بھی جاگتے تھے تو حرم میں ہی رہتے۔ تایا ابو کا ایک دوست طائف میں رہتا ہے۔ اس نے ہمیں لارے لگائے کہ وہ ہمیں اپنی کار پہ زیارتیں کروادے گا مگر وہ بھی نوکری پیشہ انسان تھا، نہ آ سکا۔ ہم بس اسی کے انتظار میں رہ گئے۔ یہاں تک کے ہم مسجد جن بھی نہ جاسکے۔ تایا ابو کہہ رہے تھے کہ وہ حرم سے قریب ہی ہے۔ اللہ پھر بلائے تو دیکھیں گے۔ آمین۔

اب میں مدینہ کی کچھ تصاویر یہاں لگانے لگا ہوں اور پھر اس کے بعد حرم کی طرف واپسی کا لکھوں گا۔ مگر مگر مگر......اس سے پہلے ایک بات آپ کو ضرور بتاؤں گا۔ ھذا کمالٌ......وہ مدینہ جانے سے ایک رات پہلے ہمیں انعام ملا تھا......کمالٌ کمالٌ......

مدینہ سے واپسی سے ایک رات پہلے ایسے ہی میں کسی کام سے نیچے گیا تھا۔ یا شاید عشاء کی نماز پڑھ کر واپس آیا تھا۔ لفٹ میں میرے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی۔ اس نے چھٹے فلور کا بٹن دبادیا۔ مجھے آٹھویں پہ جانا تھا۔ ایسا نارملی ہوتا ہے کہ ایک لفٹ میں مختلف منزلوں پہ رکنے والے لوگ ہوں۔ مکہ والی لفٹ تو تیرہ منزلہ تھی تو جب لفٹ بھری ہوئی تو ایسے ہی ہوتا تھا۔ چھٹا فلور آیا تو عورت باہر نکل گئی۔ میں نے لفٹ

فریش کرنے کی نیت سے بٹن پہ ہاتھ رکھا ہی تھا کہ سامنے ایک لڑکا آیا اور اس نے لفٹ کے دروازے پہ ہاتھ رکھ لیا۔ لفٹ کے senser نے دروازے بند نہ کیے۔ مجھے اتنی کوفت ہوئی۔ مجھے ذرا جلدی تھی۔

"آپ ایک منٹ اس دروازے کو پکڑیں گے؟" اس نے مجھے کہا۔ میں اب اسے منع کرتا ہوا اچھا تو نہ لگتا لہذا میں نے دروازہ پکڑ لیا۔

"آپ کتنے بندے یہاں آئے ہو؟" ایک انتہائی غیر متوقع سوال تھا یہ میرے لیے۔

"جی؟" میں نے نا سمجھی سے کہا۔

"ہوٹل میں آپ کتنے بندے ہو؟"

"پانچ۔" پتا نہیں وہ کیوں پوچھ رہا تھا۔

"یہ لیں آپ کے لیے۔" اس نے اپنے عقب میں پڑے البیک کے ڈبے میری طرف بڑھائے۔ "ہم ہوٹل میں البیک distribute کر رہے ہیں۔"

اتنی خوشی......اتنی خوشی......البیک کے ڈبے میرے ہاتھوں میں تھے کہ لفٹ بند ہو گئی۔ مجھے اتنی ہنسی آرہی تھی۔ خوشی بھی ہو رہی تھی۔ میں نے ایک دن پہلے ہی البیک کی انسٹا آئی ڈی پہ ان کی ڈیلز دیکھی تھیں۔ جبلِ عمر کے فوڈ کورٹ میں البیک تھا تو میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ضرور البیک کھاؤں گا۔ میں نے انسٹا پہ ایک دو لوگوں سے البیک کا پوچھا بھی تھا۔ ایک مکہ کا رہائشی تھا اور ایک مدینہ کا۔ اب بندہ اتنی دور جا کر بھی یہ "چا" پورے نہ کرے؟ چا، سمجھتے ہیں؟ پنجابی میں شوق کو کہتے ہیں۔

اللہ کو پتا تھا ناں کہ ہم پردیسی ہیں تو اللہ نے ہمیں مفت میں ہی یہ چا پورے کروا دیے تھے۔

میں ڈبے لے کر کمرے میں آگیا۔ اچھا کھانا دیکھ کر ویسے بھی خوشی ہوتی ہے۔ میں فوڈی ہوں۔ مجھے کھانا بہت پسند ہے۔ ایسے ہی چلتے پھرتے فریج کھول کھول کر دیکھتا رہتا ہوں۔ ایک مزے کی بات بتاتا ہوں۔ میں ایک شادی پہ گیا۔ وہ بہت ہی امیر کبیر خاندان کی شادی تھی۔ وہاں اتنا کھانا تھا کہ مجھے ٹھیک سے

یاد نہیں۔اوپر سے مجھے بھوک بھی شدید تھی۔ کھانا کھلا تو میری آنکھیں بھی کھل گئیں۔چائینیز رائس اور منچورین بھی تھا وہاں۔ میں نے عزم کر لیا تھا کہ کھانے کی ایک ایک آئیٹم کھانی ہے چاہے تھوڑی ہی سہی۔ منچورین کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا۔کڑاہی، باربی کیو، بروسٹ، دس طرح کے تو میٹھے تھے اور کیک پیسٹری علیحدہ۔میں نے سوچ لیا تھا کہ بوتل نہیں پینی ورنہ پیٹ بھر جائے گا۔مجھے وہ شادی بہت یاد آتی ہے۔ایسی شادیاں ہونی چاہئیں۔میری کزن کہتی کہ "شادیاں ایسی ہوتی ہیں، ہم لوگ تو شاید عرس کرتے ہیں۔" اللہ معاف کرے۔جسٹ فَن......

"مدینہ آنے سے ایک رات پہلے بھی ہم نے بروسٹ کھایا تھا اور اب مکہ جانے سے پہلے بھی یہی۔" باجی نے کہا۔

"دونوں بار مفت کا۔" میں نے ہنس کر کہا۔اللہ کا شکر ہے۔آہو......

بروسٹ کافی تھا۔ہم نے وہی اگلے دن راستے میں بھی کھایا۔

☆☆☆☆☆

اب میں مدینہ کی فوٹو گرافی آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

میری سادگی دیکھ کہ میں کیا چاہتا ہوں۔

عائشہؓ کا حجرہ......

یہ شام کا منظر ہے۔ میں نے مغرب کی نماز باہر ہی ادا کی تھی اور سامنے آسمان کے ایسے رنگ دیکھ کر فوراً تصویر کھینچ لی۔ دیکھیں کتنے رنگ ہیں اس میں۔ سبحان اللہ۔

خیر سے ایک رنگ اور بھی ہے۔ کھٹا پیلا جو اس بھائی نے پہنا ہوا ہے۔ توبہ یہ حبشیوں کے کپڑوں کے رنگ اتنے کھٹے ہوتے تھے۔ توبہ توبہ، یہ بڑے بڑے جثے اور اوپر یہ کھٹے مالٹے والا رنگ، کھٹا مجنڈا رنگ، پنک رنگ، نیلے، ہرے، جامنی، دیکھ کر اتنا عجیب لگتا تھا۔ خیر ان کا کلچر ہی اب ایسا ہے۔ ہمارے لیے تو عجیب ہے۔

مجھے اب کپڑوں سے ایک بات یاد آگئی۔ جب ہم نے مکہ واپس جانا تھا تو میں نے کالی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ ظہر (مدینہ میں ہماری آخری نماز) پڑھنے ہم مسجدِ نبوی گئے۔ وہاں میرے آگے ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا، اس نے شرٹ پہنی تھی اور اس کے نیچے ٹراؤزر ٹائپ شلوار۔ یعنی وہ اوپر والے حصے سے شلوار تھی

جیسے ازار بند ڈالا ہوا اور نیچے آ کر پینٹ کاٹ ٹراؤزر تھا۔اس نے شرٹ کو شلوار یا ٹراؤزر، جو بھی تھا، میں اڑس رکھا تھا۔پتا نہیں یہ کون سے ملک کا کلچر ہے۔مدینہ میں ہی ہم نے دوسرے ملکوں کے لوگوں کے کپڑے غور سے دیکھے تھے کیونکہ مکہ میں تو سب احرام میں ہی ہوتے تھے۔

نماز مکمل ہوئی تو وہ لڑکا کسی عربی سے بات کر رہا تھا۔اس دوسرے لڑکے نے مجھے بھی دیکھا۔میں حیران ہوا کہ یہ مجھے کیوں دیکھ رہا ہے؟ پھر وہ مجھ تک آئے۔

"سلام، آپ نے یہ کیا پہنا ہوا ہے؟ اسے کیا کہتے ہیں؟" اس لڑکے نے انگلش میں مجھ سے پوچھا تھا۔اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ عربی ہے۔

"یہ شلوار قمیض ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے اس کے کتنے پیسے دیے ہیں مدینہ میں؟" اسے لگا میں نے یہ سوٹ مدینہ سے لیا ہے۔

"نہیں، یہ مدینہ سے نہیں لیا۔یہ پاکستان سے لیا ہے۔میں پاکستان سے ہوں۔"

"پاکستان......" اسے جیسے اسی کی توقع تھی۔اس نے دوسرے والے کو بتایا۔اس کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہوں کہ دیکھا میں نے کہا تھا ناں کہ یہ پاکستان سے ہے۔

"تھینک یو برادر۔" اس نے کہا اور وہ دونوں چلے گئے۔ایسی باتیں بڑی یاد رہ جاتی ہیں۔ایک بار ہم لاہور ریلوے سٹیشن پہ تھے۔وہاں چند چینی خواتین موجود تھیں جو پاکستان کی سیر کرنے آئی تھیں۔انہوں نے یہاں کے کلچر کو دیکھتے ہوئے شلوار قمیض پہنی تھی اور سروں پہ ڈوپٹہ بھی لیا تھا۔یہ کوئی دس سال پرانی بات ہے۔اس کے ساتھ ہی بنچ پہ ایک عام پاکستانی خاتون تھی جو زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھی۔میں نے اس چینی عورت سے بات چیت کی۔وہ انگلش میں ہی بات کر رہی تھی۔

"وٹس یور نیم؟" اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا۔

"عبداللہ۔"

’’عب دولا۔‘‘اس نے توڑ موڑ کر میرا نام لیا۔

’’اینڈ وٹس یورز؟‘‘میں نے اس سے پوچھا۔

”chen۔“اس نے کہا۔

”hen?“مجھے ہین سمجھ آیا تھا۔

’’نو نو، چین چین۔‘‘ مجھے اس کا انداز آج بھی یاد ہے۔اچھا لگتا ہے ایسے مختلف کلچر اور ممالک کے لوگوں سے ملنا۔

ایسے ہی ایک بار مجھے کال کرنی تھی۔ میں مسجد نبوی میں ہی تھا۔میرے ساتھ ایک لڑکا تھا۔اس نے یونی فارم پہنا ہوا تھا۔میں نے اس سے کال کا کہا تھا۔ پھر میں نے تایا ابو کا پیکج چیک کرنا تھا تو اس کے لیے بھی ایسے ہی میں نے کسی لڑکے سے انٹرنیٹ مانگا تھا۔ایک بار پھر کال کرنی تھی تو ایک عرب عورت سے کہا تھا۔ یہ والی کال کا پس منظر میں لکھوں گا۔اتنا میرا ٹائم ضائع ہوا تھا۔

یہ میں چھت پہ نماز پڑھنے جارہا تھا تو سیڑھیوں سے یہ نظر آیا تھا۔ چھت پہ نماز پڑھنے کا بھی ایک الگ مزہ ہے۔

یہ والی تصویریں مجھے بہت پسند ہیں۔

اب میں مدینہ شہر کی عمارتوں کی تصویریں دکھاتا ہوں۔ مکہ گھوما ہوتا تو وہ بھی دکھاتا۔ چلو خیر۔

ہلٹن ہوٹل۔

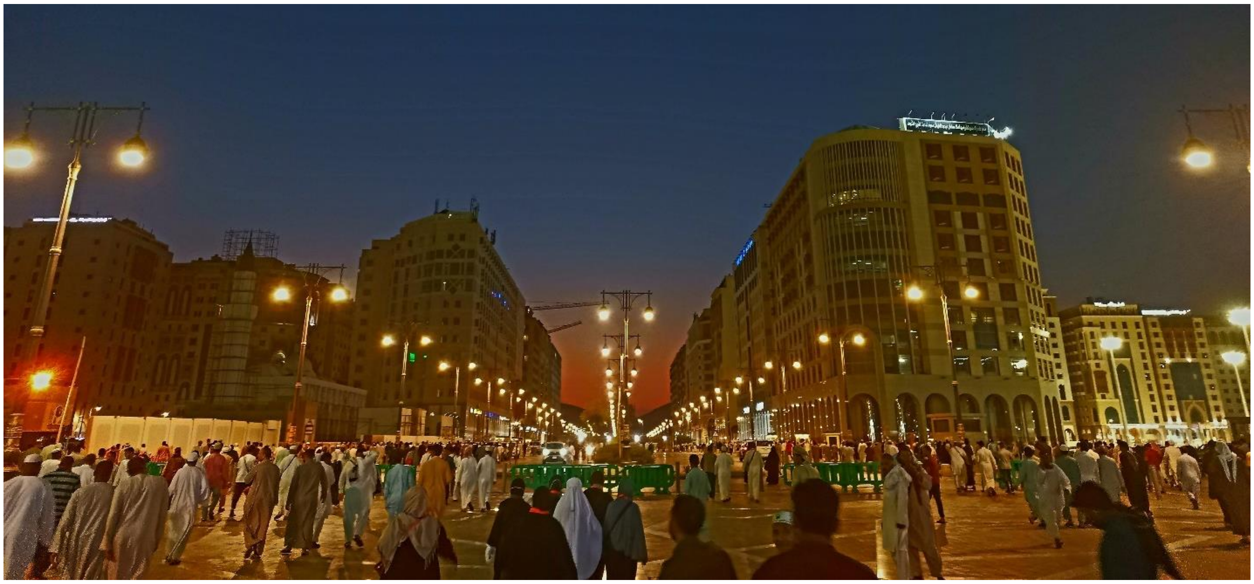

TAIBA MADINAH HOTEL
ELAF AL TAQWA HOTEL

یہ میں نے اوپر چھت سے بنائی ہے۔

یہ جو بائیں طرف اوپر بادل سا محسوس ہو رہا ہے، وہ دراصل بادل نہیں ہے بلکہ پھوار ہے جو پنکھوں میں سے نکلتی ہے۔

ایک بار توبہ، میں عصر کی نماز میں لیٹ ہو گیا۔اب اندر کی مسجد ساری بھری ہوئی تھی اور ویسے بھی اندر جاتے جاتے میری نماز چلی جاتی۔ میں نے وہیں فرش پہ نماز شروع کر دی۔ میرے ذہن میں یہی تھا کہ جیسے حرم کے فرش ہمیشہ ٹھنڈے رہتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہو گا پر نہیں...... یہاں بالکل الٹ ہوا۔ قالین والی جگہ بھی مکمل بھری ہوئی تھی۔ توبہ نماز تو شروع کر بیٹھا مگر...... ہائے...... اتنی گرم تپتی ہوئی زمین، ایسے جیسے انگاروں پہ کھڑے ہوں اللہ معاف کرے۔ ایک لمحے کے لیے بھی پورا پاؤں نیچے نہیں لگ رہا تھا۔اب میرے پاس کوئی رومال وغیرہ بھی نہیں تھا کہ پاؤں میں بچھالیتا۔آدھی نماز رہتی تھی۔ نہ سجدہ ہو نہ کھڑا ہوا

جائے۔ایسے جیسے جل رہا تھا سارا جسم۔ میرے دائیں بائیں لوگوں کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ نماز کی طرف تو دھیان لگا ہی نہیں بس ایسے ہی کبھی پاؤں اٹھاؤ کبھی رکھو۔ میرے ساتھ والے آدمی نے رومال لیا ہوا تھا۔ بھلا ہو اس کا،اس نے رومال نیچے زمین پہ بچھا لیا اور آخری رکعت میں ہم تین لوگوں نے کچھ سکون سے پاؤں رکھا۔اللہ معاف کرے۔ مطاف میں بھی نمازیں پڑھی ہیں الحمدللہ اور ادھر بھی یہی وقت ہوتا ہے لیکن وہاں کا فرش گرم نہیں ہوتا۔وہ سفید رنگ کا ہے اور سفید رنگ روشنی کو اپنے اندر جذب نہیں کرتا (جماعت نہم کی فزکس میں پڑھا تھا)۔ وہاں سرمئی رنگ کا پتھر تھا اور توبہ انگارے کی سی صورت۔ایسے سجدے میں جاتے تھے تو نہ ناک زمین پہ لگے نہ ہی ہاتھ رکھے جائیں۔اوپر سے گھٹنے الگ سڑیں۔ میں نے تو نماز کے بعد بس ''اللھم اجرنی من النار'' پڑھا۔حدیث میں آتا ہے کہ جو یہ کلمات تین بار ادا کرے تو جہنم خود اللہ سے کہتی ہے کہ اس بندے کو مجھ سے نجات دے دے۔

اللھمہ اجرنا من النار۔

اے اللہ ہمیں آگ سے نجات دے دے۔آمین۔

ان پھوار والے پنکھوں کے نیچے کھڑے ہوتے تھے تو اکثر دن کے ٹائم ایسا ہوتا کہ پھوار محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔آتے آتے ہی وہ ختم ہو جاتی تھی۔شام میں ان کا پتا چلتا تھا۔

ھذا گرمیٌ شدیدٌ۔ھذا صحرائی علاقہ ثٌ۔

☆☆☆☆☆

میں مسجدِ نبوی کا ارکیٹیکچر دیکھ کر بہت متاثر ہوا ہوں۔ حرم کا بھی بہت کمال ہے لیکن یہاں سارا کا سارا ایک جیسا ہی ہے۔ مسجد کے اندر کے سارے ستون ایک سے ہیں۔ایسی کمال مہارت سے تیار کیا گیا ہے کہ ایک اینٹ بلکہ اینٹ تو زیادہ ہو گیا ہے،ایک انچ کا بھی فرق نہیں نظر آتا کسی ستون میں بھی۔رنگ و شکل بس ایک جیسی ہے ایسے جیسے فوٹو کاپی کر کے لگایا ہو۔کمال مہارت کا کام ہے۔

حرم میں ایسا ہے کہ مختلف کام ہوا ہے۔ جیسے برآمدوں میں اور ہے اور باہر اور ہے۔ بابِ فہد کی بائیں جانب جو توسیع ہے اس کا تو بالکل ہی الگ ہے۔ وہاں ہم نے ایک نماز توپڑھی تھی مگر میرا موبائل گھر تھا۔ میں ورنہ پکچر بنالیتا۔

ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ نے ان معماروں کے اوپر کچھ سپیشل رحمت رکھی ہے کیونکہ یہ حرمین اللہ کو بہت عزیز ہیں۔ ان کا نظام بھی بہت اعلیٰ ہے۔ ایسے جیسے اللہ کی کچھ سپیشل مدد ملتی ہے منتظمین کو۔ ہو بھی سکتا ہے۔ یا شاید ایسا ہی ہے۔

☆☆☆☆☆

"ھذا عربی سہلٌ۔" ہم لفٹ میں تھے جب تایا ابو نے یہ کہا۔ ہم ظہر پڑھنے جا رہے تھے۔ یہ مکہ جانے سے ایک دن پہلے کی بات ہے۔ ہم چاروں لفٹ میں تھے اور اب ہمارا پلان تھا کہ ظہر پڑھ کر ہم مسجد قبا جائیں گے۔ مسجد قبا جانا مجھے سب سے زیادہ پیارا لگتا تھا۔

"عربی آسان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔" میں نے اپنے طور پہ ترجمہ کیا مگر میں تایا ابو کی عربی کے تراجم بھول چکا تھا۔

"نہیں نہیں۔ اس کا مطلب ہے میری عربی سہہ لوگے؟" سہل اور سہہ کا جو ملاپ تایا ابو نے کیا تھا میں تو ہنس ہنس کر رہ گیا۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ ایسا کچھ بولیں گے۔

ہم ظہر پڑھ کر مسجد قبا کی طرف رواں دواں تھے۔ ہم نے سوچا تھا کہ چلے ہم پیدل جاتے ہیں اور واپس اس الیکٹرک چنگچی پہ آئیں گے۔ مسجد قبا جاتے سمے ہم نے وہ ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ صحیح بات ہے ہم تایا ابو کی عربی نہیں سہہ سکتے۔

ایک بات اب یاد آئی۔ مسجد جمعہ بھی راستے میں ہی آتی تھی۔ مسجد جمعہ کے عین مخالف سمت، روڈ کراس کر کے اب ایک سکول ہے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں بچیوں نے نبی پاک کو مدینہ کی طرف آتے دیکھ کر نظمیں پڑھی تھیں۔

واپسی پہ وہ چنگچی ہمیں نہیں ملی۔ ہم نے تائی امی کی ریڑھی تریک تریک کے ہی سارا آنا جانا کیا۔ چنگی محنت مزدوری کی۔ اچھا ویسے یہ ہے جب وہیل چیئر پہ آپ کسی کو طواف کروا رہے ہوں تو وہ چکر جلدی ختم ہو جاتا ہے بجائے اس کے کہ آپ پیدل چلیں۔ اب ایسا ہوتا تھا کہ ایک چکر میں لگواتا اور ایک باجی۔ کئی بار ایسے ہونا کہ ہم آگے پیچھے ہو جاتے تھے حالانکہ ہم نارمل ہی چلتے تھے۔

ھذا......سامنے مسجدؓ......

یہ ہمارا ہوٹل تھا۔ کمال کا ہوٹل تھا۔ ایک ایک چیز بہت کمال تھی۔ ہمارے ساتھ والے کمرے میں ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان سے مسلمان بھائی بہن آئے تھے۔

ہوٹل کا سٹاف کسی کام سے آیا تو لڑکی تو اس پہ برس اٹھی۔

’’ارے یہ کوئی ہوٹل ہے؟ یہاں روم سروس کب ہوتی ہے؟ کسی کو صفائی کی ہوش نہیں ہے؟ ایسا کب ہوتا ہے؟آپ کو خود آکر کمرہ صاف کرنا چاہئے۔ہمارے ساتھ بچے ہیں۔‘‘اس نے کہا۔

’’میڈم ہم ایسے نہیں آتے۔آپ کو ہمیں بلانا چاہئے جب آپ میں سے کوئی ایک ادھر ہو۔‘‘سٹاف بوائے نے کہا۔

’’اب ہم یہاں عبادتیں کرنے آئے ہیں۔آپ خود آکر کمرہ صاف کر دیا کریں۔ہم تو مسجد میں ہی رہتے ہیں۔‘‘لڑکی نے اضافہ کیا۔

’’ہاں ایسے اکیلے آئیں اور پھر آپ لوگ ہم پہ چوری کا الزام لگا دیں کہ ہماری فلاں چیز غائب ہے فلاں نہیں ہے۔‘‘میں ان کی بحث انجوائے کر رہا تھا۔اس لڑکے کو اتنی اچھی اردو نہیں آتی تھی۔اس کے جملے ٹوٹے پھوٹے ہی تھے۔لڑکی کچھ اور بول کر اندر چلی گئی۔

’’عجیب پاگل لوگ ہیں۔‘‘اس نے عجیب سے لہجے میں کہا تو میں ہنس دیا۔بیچارا ہف گیا تھا۔

پھر ہمارے سارے فلور پہ ہی انڈین تھے۔توبہ ان کے بچوں نے اتنا تنگ کیا۔اتنا شور کیا کہ کیا بتاؤں۔ہمارا کارڈ یا تو انکل کے پاس ہوتا تھا یا ابو کے پاس۔اب اگر کوئی جلدی آئے اور کارڈ والا لیٹ آئے تو باہر ہی انتظار کرتے رہو۔اتنے میں بچوں نے لابی میں وہ مچھلی منڈی لگائی ہوتی تھی کہ بس۔ان کی دادی باہر آئی کمرے سے اور یہ پٹاخ پٹاخ دو دو چانٹے بچوں کو رسید کیے اور اندر چلی گئی۔

’’کب سے کہہ رہی ہوں چپ ہو جاؤ چپ جاؤ۔مجال ہے جو یہ اثر کریں۔اور تم بھی تو ان کو کچھ نہیں کہتی۔‘‘آخری جملہ اس نے اپنی بہو سے کہا تھا۔وہی ساس بہو نوک جھوک......

اب اتنی باتیں یاد آرہی ہیں۔

ہمارے ہوٹل سے مسجد کی طرف جاؤ تو راستے میں ایک فاسٹ فوڈ کی دکان آتی ہے۔ہم نے سوچا چلو یہاں سے کوئی سینڈوچ یا برگر کھا لیتے ہیں۔میں نے اس سے مینیو مانگا تو اسے اب سمجھ نہ آئے۔

"انگلش؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"لالالالا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر اس نے ایک دوسرے لڑکے کو میری طرف کیا۔

"ہاں بھوئی؟" وہ بنگالی تھا۔

"اردو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"آتا ہے۔ اووورددوآتا ہے۔" اس نے اردو بیچاری کو گول گول کر کے بولا۔ اووور......ڈُووو......

"ایک چکن سینڈوچ کر دیں۔" میں نے اس سے کہا۔

وہ بنانے لگا اور ٹائم کافی لگ گیا۔ ادھر ایک اور عورت بیچاری اسی language barrier کا شکار تھی۔ اس نے ڈونٹ کا پوچھا تو اسے سمجھ نہ آئے۔

"کتنے......پیس؟ پیسس......ٹکڑے......" وہ پوچھ رہی تھی کہ اس ڈیل میں ڈونٹ کے کتنے پیس ہیں؟ وہ تو اردو بول سکتی تھی مگر سامنے والا نہیں۔ وہ بووووونگالی (بنگالی) کچن میں چلا گیا تھا۔ وہ اشاروں سے اسے سمجھا رہی تھی۔ وہ بیچارا بے بسی سے نفی میں سر ہلا رہا تھا کہ پتا نہیں کیا پشتو بول رہی ہے۔

"ہاں بھائی کتنا ٹائم ہے؟"

"بوس پونچ منٹ۔" اس نے کہا بس پانچ منٹ......ہر لفظ کو گول گول......

جب سینڈوچ بن گیا تو اس نے ہمیں دے دیا۔

"دیکھا......اووردوو آیا ناں۔ پورا اووورلڈ کا لینگووج آتا ہے۔" اس نے کہا ورلڈ......لمبا اور گول کر کے پڑھیں۔

میں نے ہنس کر شکریہ ادا کر دیا تھا۔ اتنا خاص نہیں تھا وہ۔ برقعہ مارکیٹ سے اس سے سستا اور اچھا مل گیا تھا۔

ایک بار ہم بنگالی مارکیٹ گئے تو ہم نے سوچا چلو کچھ کھا لیتے ہیں۔ مجھے اور باجی کو تو سب کھانے پینے کا ہوتا تھا۔ بھلا ہو البیک دینے والوں کا۔

ہم ایک ہوٹل گئے اور وہاں ہم نے بریانی منگوائی۔

"اچھا چائے ہے؟ چائے چائے چائے۔ ہائے...... چھ ریال...... اچھا...... کتنے بنے؟" باجی خود سے باتیں کر رہی تھیں۔

"تین سو ساٹھ......" ہم دونوں بیک وقت بولے اور ہنس دیے۔

"پاکستانی بس ادھر آکر پیسوں کا ہی حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اتنے ریال اور اتنے روپے۔" تائی امی نے کہا۔

"تے باجی عامرہ اسی کیہڑا کوئی لین لارڈ دے پُتر آں؟" ہم کون سا کوئی لینڈ لارڈ کی اولاد ہیں۔ ہم سب ہنس دیے۔

ہم نے بریانی کھائی اور وہ کسی نہ کام کی تھی۔ بریانی کے نام پہ ابلے چاول۔ مدینہ میں کھانا نہیں مزے کا ملا ہمیں۔ یہ تھا کہ مدینہ میں مقدار زیادہ تھی مگر ذائقہ نہیں تھا کہیں بھی۔ قیمہ مٹر ہی اچھا تھا بس۔ ایک اور جگہ سے بھی ہم نے بریانی کھائی تھی اور وہ بھی بے ذائقہ ہی تھی۔ مکہ کی بریانی صحیح معنوں میں بریانی تھی۔ مدینہ میں سب سے اچھا کھانا ہم نے بس البیک ہی کھایا تھا۔ لافنگ آؤٹ لاؤڈ......

☆☆☆☆☆

مسجد نبوی کے اندرون حصے میں آب زمزم ملتا ہے۔ باہر ٹونٹیوں میں عام پانی ہے۔ ہم بوتلیں لے کر آتے تھے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ مسجد میں بوتلیں نہیں لانے دیتے کیونکہ پانی مکہ سے آنا ہوتا ہے اور پھر سفر اتنا طویل ہے۔ پھر بھی ان کی ہمت ہے کہ وہ آب زمزم یہاں ہمیشہ دستیاب رکھتے ہیں۔ ایک بار میں بوتل لے کر مسجد میں جانے لگا تو باہر گارڈ نے مجھے روک لیا۔

”بوتل اندر نہیں۔“اس نے نفی میں سر اور ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ مجھے بڑا عجیب لگا کہ ایسے مکہ میں تو کسی نے منع نہیں کیا تھا۔ پس منظر مجھے نہیں پتا تھا۔ خیر میں دوسرے دروازے سے اندر چلا گیا اور اس بار میں نے بوتل شولڈر بیگ میں چھپالی تھی۔ اندر جا کر بس جیسے تیسے میں نے بوتل بھر لی تھی کہ چلو زمزم ہی پیا جائے جتنا بھی پیا جاتا ہے۔

میں نے وہاں پاکستانی صفائی کے عملے سے پوچھا تو اس نے مجھے یہ بات بتائی۔ میں محتاط تو ہو گیا مگر اب مجھے تھا کہ چلو بوتل بھر لی جائے۔ میں نے بوتل کو بیگ کے اندر ہی رکھا اور ایک ایک گلاس بھر بھر کر بوتل میں انڈیلتا گیا۔ دو جگہیں بدلنے کے بعد میری بوتل بھری گئی۔ اور لوگ بھی چھوٹی چھوٹی بوتلیں بھر رہے تھے اور مسجد کا عملہ انہیں آکر کہہ رہا تھا مگر کچھ میرے جیسے ڈھیٹ باز نہ آئے۔ اب ہم بھی مجبور ہیں۔ میری بوتل ویسے کسی نے دیکھی نہیں تھی ورنہ مجھے تو باہر ہی نکال دیتا۔ اچھی بات ہے ویسے کہ زمزم ادھر سے اتنی بڑی بوتلیں نہ بھرے بندہ۔ احساس کرنا چاہئے جو مجھے بعد میں ہوا تھا۔ اب آئندہ ان شاءاللہ بندہ ایسے کرے کہ عام پانی میں زمزم ملا کر پی لیا کرے مدینہ میں۔ مکہ میں تو کھلا پانی ہے۔ وہاں تو معجزہ ہے۔

پہلی بار رات کو میں عشاء ٹائم بوتل لے کر گیا۔ میں نے سوچا کہ نماز چھت پہ پڑھ لوں گا۔ عملے نے مجھے روکا کہ بوتل اوپر نہ لے کر جاؤ اور ادھر ہی رکھ دو۔ وہاں کچھ اور بوتلیں بھی تھیں۔ پھر اس نے خود ہی مجھے جانے دیا۔ میں نے اوپر کولر سے زمزم بھر لیا تھا۔

☆☆☆☆☆

ایک جمعہ ہم نے مسجدِ نبوی میں ادا کیا تھا۔ اس دن ہم گیارہ بجے ہی مسجد چلے گئے تھے کیونکہ پھر جگہ نہیں ملتی۔ اب جمعے میں ڈیڑھ گھنٹہ تھا۔ ساڑھے بارہ بجے جو ظہر کا وقت ہے، تب ہی جمعہ ہوتا ہے وہاں۔ اس دوران مسجد جب بھر جاتی ہے تو وہ داخلہ بند کر دیتے ہیں۔ اگر کسی کو واشروم جانا ہو تو وہ باہر گارڈ اسے ایک چٹ دیتا ہے۔ واپس آنے پہ وہ چٹ جب تک دکھائے گا نہیں، اندر نہیں جا سکتا۔ یہ سسٹم مجھے اتنا اچھا لگا کہ

ایسے جو پہلے آیا تھا اور پھر مجبوری میں باہر آجائے تو اس کا نقصان نہیں ہوتا۔ لاکھ کسی شرطے کو کہتے رہو اس نے کسی دوسرے بندے کو اندر نہیں جانے دینا۔

جمعے کا خطبہ شرک کے حوالے سے تھا۔ جو جو قرآنی آیات وہ تلاوت کر رہے تھے ان کا کانٹیکسٹ شرک ہی تھا۔ میں نے حرمین میں دیکھا ہے کہ وہ لوگ شرک سے بہت نفرت کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور اگر کسی کو دیکھ لیں تو وہ فوراً اسے ٹوکتے ہیں۔ اکثر شرطے لوگوں کی عجیب و غریب حرکات کو دیکھ کر انہیں منع کرتے تھے کہ یہ شرک ہے۔ یہ بدعت ہے۔

شرک کے جو معنی ہمیں سکھائے جاتے ہیں یا جو ایک عام مسلمان کے ذہن میں ہوتے ہیں وہ کافی نہیں ہیں۔ ہمیں لگتا ہے شرک، صرف اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا ہی ہے۔ شرک اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ تو مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت جائز نہیں مگر ہمارے معاشرے میں اس کے علاوہ جو شرک ہو رہا ہے اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہے۔ اسے شرک سمجھا ہی نہیں جاتا۔ اسے اسلام کا وہ حصہ سمجھا جاتا ہے جو نبی پاک سے کہیں بھی ثابت نہیں۔ شرک کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

شرک سے بچنا ہے تو ہمیں اپنا اور اللہ کا تعلق مضبوط کرنا ہو گا۔ اللہ سے رابطے کے لیے کسی تیسرے بندے کو سیڑھی بنانا غلط ہے۔ نبی پاک نے اپنی ساری حیات میں ہمیں یہی سکھایا ہے کہ ہم اللہ اور اپنا تعلق براہِ راست کریں۔

اسلام اس وقت ہی آیا تھا جب لوگوں اور اللہ کے درمیان کوئی تیسرا آ گیا تھا۔ لوگ اللہ کو پکارتے تو بتوں کے ذریعے پکارتے تھے۔ عیسائی بھی اللہ کو پکارتے تھے تو حضرت عیسیٰؑ کے ذریعے پکارتے تھے۔ نبی پاک کے آنے کا مقصد انسان کو اللہ کی پہچان کروانا تھا۔ اگر ہم اللہ کو کسی دوسرے انسان یا چیز کے ذریعے پکاریں گے تو کیا ہم ایسے نبی پاک کی محنت کا حق ادا کر رہے ہیں؟ کیا آخرت میں ہم سے پوچھ نہیں ہو گی؟

اسلام میں شامل کیے گئے وہ طریقے جو نبی پاک سے ثابت نہیں وہ سب غلط ہیں۔ روزِ حشر ایک جماعت سے نبی پاک ناراض ہوں گے اور فرمائیں گے کہ

"ان لوگوں کو مجھ سے دور کر دو۔ انہوں نے اسلام میں بہت ہی ایسی باتیں شامل کر دی تھیں جو مجھ سے ثابت نہیں۔"

اللہ ہم سب کو شرک جیسے کبیرہ گناہ سے بچائے۔ ہمارے عقیدۂ توحید کو سلامت رکھے اور ہمیں صحیح معنوں میں اس کی قدر کرنے کی توفیق دے۔ اسے سمجھنے کی توفیق دے۔ اور روزِ محشر ہمیں نبی پاک کے حوض میں شامل کرے۔ آمین۔

خطبہ پندرہ بیس منٹ کا ہی تھا۔

خطبہ ختم ہوا تو تایا ابو کہتے "ٹھیک، مختصر"۔

"ہاں جی۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ویسے بے شک دو گھنٹے خطبہ ہوتا رہتا ہمیں کون سا سمجھ آ رہی تھی؟" انہوں نے اضافہ کیا۔

اس دن مسجد میں اتنی دیر بیٹھے رہے اور ٹھنڈا اتنی لگ رہی تھی۔ بالکل اے سی کے پاس مجھے جگہ ملی تھی اور میں اٹھ کر کہیں اور جا نہیں سکتا تھا۔ جو بھی تھا بس شکر تھا۔

مجھے لگتا ہے اب مجھے مکہ واپس جانا چاہئے۔

جو کچھ میرے ذہن میں تھا میں نے سب لکھ دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

بس والے سے ہماری بات ہو گئی تھی۔ پچھلی رات قاری صاحب نے ہماری سیٹیں رکھوا دی تھیں۔ آج ہمیں مکہ واپس جانا تھا اور پرسوں ہماری فلائٹ تھی واپسی کی۔ یعنی دو راتیں اور ایک دن ہمیں اب مکہ میں گزارنا تھا۔ وہ دن...... وہ دن کیا تھا؟ بس ایسے ہی گزر گیا تھا مگر وہ دن میرے اس سفر کا سب سے خاص

اور یادگار دن تھا کیونکہ اس دن میں نے سب سے زیادہ طواف کیے تھے۔ اس ایک دن کی قدر مجھے بہت تھی کہ اب میں نے یہاں سے چلے جانا ہے اور پتا نہیں واپس کب آنا ہے؟ اس دن کوئی طواف نہیں چھوڑا تھا اور نہ ہی اس دن آبِ زمزم سے منہ ہاتھ دھونا بھولا تھا۔ وہی ناں، جب چیز دور جا رہی ہو تو اس کی قدر و قیمت میں ڈھیروں اضافہ ہو جاتا ہے۔

پر وہ بیت اللہ ہے......بیت اللہ......

☆☆☆☆☆

یہ مسجد غمامہ ہے۔ اس سے دس قدم پہ مسجد نبوی کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ غمامہ نامی صحابیہ کے نام سے منسوب ہے۔ اس کے سامنے ہی مسجد علی ہے۔

اس کے ساتھ ہی مسجد ابو بکر ہے۔ مسجد علی اور مسجد ابو بکر بند تھیں۔ مسجد ابو بکر کے آگے تو بیریئر لگے تھے۔ وہاں تعمیری کام ہو رہا تھا شاید۔ مسجد غمامہ بھی اتنی پر سکون ہے کہ کیا بتاؤں۔ مجھے مدینہ کی ہر مسجد میں ایک الگ قسم کا سکون ملا تھا۔ بہت پر سکون نمازیں ہیں وہاں کی۔

شام سے کبوتروں کے غول در غول اس مسجد کے گنبد کو بالکل ڈھانپ لیتے ہیں اور ایک دم جب اڑتے ہیں تو دل موہ لیتے ہیں۔

میری کزن کا بیٹا جب عمرہ کرنے گیا تھا تو وہ چھ سال کا تھا۔ جب اس کی ماما نے اسے ان مسجدوں کا بتایا تو کہنے لگا کہ ''حضرت علی اور حضرت ابو بکر کیا پرافٹ محمد کی مسجد چھوڑ کر اپنی مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے؟'' باجی نے یہ بات ہمیں تب بتائی تھی جب ہم مدینہ میں تھے۔ میں اس کا سوال سن کر بڑا حیران ہوا کہ دیکھو اس کو کتنی فکر تھی۔ یہ مساجد ان کی یاد میں بنائی گئی ہیں۔ کیسی شان تھی ان کی۔

''اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔'' کتنا بڑا اعزاز ہے ان کے لیے جو قرآن میں ان کا ذکر ہے۔

☆☆☆☆☆

مسجد غمامہ کے سامنے اور بائیں طرف کبوتر بہت ہیں۔ ہو بہو مکہ جیسے کبوتر مگر یہاں کے کبوتر اتنے ایکٹو نہیں لگے ہمیں۔ یعنی ہم جب درمیان میں بھاگتے تھے تو ایسے لگتا تھا کہ ابھی کوئی کبوتر ہم سے ٹکرا جائے گا۔ مکہ کے کبوتر بہت ایکٹو لگے۔ ایسے دیکھتے ہی فوراً اڑ جاتے تھے۔ مدینہ میں ایک کبوتر ہم سے ٹکرا یا۔ اچھا مدینہ کے کبوتر ویسے کھا کھا کر ''کبوترااا'' ہی بنتے جارہے ہیں۔ وہ کچھ موٹے ہیں۔ ویلوں کو کھانے کے علاوہ اور کام ہی کیا ہے؟ لوگ بھی پھر دانے ڈالتے رہتے ہیں۔ کبوتر رَجے (پیٹ فُل ہونا) ہوئے ہیں۔

مسجد غمامہ کے دائیں طرف ہمارے ہوٹل والی سائڈ پہ ہارڈیز اور کے ایف سی ہیں۔ اتنی لمبی لائنیں لگی تھیں جیسے کھانا مفت میں مل رہا ہو۔ ہم نے تو بس مینیو دیکھنے پہ ہی اکتفا کیا کہ یہ تو پاکستان سے بھی مل جائے گا۔ تے ہور کی......(تو اور کیا)

☆☆☆☆☆

آخری دن......مدینہ شریف میں......

ایک شعر بہت یاد آرہا ہے۔ تایا ابو پڑھتے تھے۔

تو نے کچھ دیکھنے ہی نہ دیا

اے میری چشمِ تر مدینے میں

مجھے شاعر کا نام نہیں یاد لیکن شعر بہت اچھا اور متعلق لگا۔

ناشتہ کر کے ہم ظہر پڑھنے مسجد چلے گئے۔ وہ مسجد نبوی میں ہماری آخری نماز تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد میں نے جی بھر کر مسجدِ نبوی کو آنکھوں میں سمو لیا۔ فرش...... چھتریاں...... مینار...... سبز گنبد...... وہ آنکھوں میں نقش ہو گیا ہے۔ دماغ کے خانوں میں ان مناظر کی ایک علیحدہ جگہ ہے۔

ظہر کے بعد ہی بس آ گئی تھی۔ ہم سوار ہو گئے تھے۔ خیر سے مکہ کی طرف روانگی شروع ہو چکی تھی مگر اس بار سفر کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا تھا۔

پہلا سٹاپ ہم نے بیرِ علی نام کی مسجد پہ کیا۔ وہاں ہم نے عصر کی نماز پڑھی اور احرام باندھے۔ احرام کے دو نفل بھی ہم نے ادا کر لیے تھے۔ عمرہ کی نیت اور دعا بھی ہم نے پڑھ لی تھی۔ واپس جانے لگے تو باجی کو نفل کا یاد آیا۔ ابو پھر باجی کو نفل پڑھوانے مسجد گئے اور اتنی دیر میں ڈرائیور جلدی کا کہنے لگا۔ اب فون بھی ان کا میرے پاس تھا۔ میں بھاگتا ہوا اندر گیا اور شکر ہے کہ وہ جلد ہی مل گئے تھے۔

بس چل پڑی۔

ایک سٹاپ پہ رک کر ہم نے چاول کھائے تھے۔ ابلے چاولوں کے اوپر ایک عدد لیگ پیس۔ وہاں حبشی بہت تھے۔ وہ سب یہی کھا رہے تھے۔ میں نے سوچا پتا نہیں کتنے مزے کے ہیں تو ہم نے بھی لے لیے۔ بس ٹھیک ہی تھے۔ خیر ہمارے پاس البیک تھا۔ آہو...... مل ملا کر ہم نے کھا لیا تھا۔ رات ہو گئی تھی۔ شاید عشاء کی نماز بھی ہو گئی تھی یا ابھی کچھ وقت تھا؟ پہلے میں نے سوچا کہ مغرب عشاء اکٹھی پڑھ لیتا ہوں۔ سفر میں تو ویسے بھی اجازت ہے۔ مگر تایا ابو کہتے کہ حرم جا ہی پڑھیں گے اب کیونکہ وہاں تو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے ناں۔

اس کے بعد پھر پہلے والا سین ہی ہوا۔ ہمارا ڈرائیور بہت اچھی بس چلا رہا تھا۔ رفتار بھی اچھی تھی۔ اس بار والے ڈرائیور نے کافی بسوں کو اوورٹیک کر لیا تھا، لیکن اس سٹاپ کے بعد وہ بھی سست پڑ گیا۔ ہمارے آگے ایک واٹر ٹینکر جا رہا تھا۔ وہ خالی تھا کیونکہ کافی رفتار میں تھا۔ شاید زمزم والا ہی ہوگا۔ اب بس والا اسے کراس نہیں کر رہا تھا صرف باقی سب کو کرتا جا رہا تھا۔ مجھے تو اتنا ہو رہا تھا کہ بھلا اسے بھی کراس کر لو کوئی مشکل نہیں ہے۔ مشکل سے یاد آیا کہ عربی لوگ یہ بہت بولتے ہیں "مافیہ مشکل" یعنی کوئی مشکل نہیں۔ جیسے ہم کوئی بات نہیں بولتے ہیں۔

"لگتا ہے یہ ٹینکر والا اس کا استاد ہے اسی لیے اس سے آگے نہیں جا رہا۔" تایا ابو نے کہا۔ عجیب قسم سے......

مکہ کے مضافات......

یہ مکہ ٹاور اتنا بلند ہے ماشاءاللہ کے کوسوں میل دور سے ہی اس کی سبز روشنی کی جھلکیاں نظر آجاتی ہیں۔ ابھی ہم حرم سے آدھا گھنٹہ دور تھے مگر مکہ ٹاور مجھے نظر آگیا تھا۔ اور پھر بس نظر ہی آتا رہا۔ ٹاور قریب نہ آیا۔ اس وقت بس ہو رہا تھا کہ آ بھی جائے اب یہ سامنے ہی تو نظر آرہا ہے۔

"مکہ ٹاور نے صحیح انسان کو چکاوا دیا ہوا ہے۔" اردو میں اسے "دھیانے لگانا" کہتے ہیں۔ دھیانے لگانا سے چکاوا دینا زیادہ مناسب ہے۔ کچھ باتیں بس پنجابی میں ہی مزاحیہ لگتی ہیں۔ اردو بہت سوفسٹیکیٹڈ ہے۔

اور جیسے جیسے ٹاور قریب آتا جاتا ہے انسان کی دلی کیفیات بدلنے لگتی ہیں۔ وہاں اللہ کا گھر جو ہے۔ وہاں بیت اللہ جو ہے۔

بیت اللہ...... حرم کعبہ......

مسجد الحرام......ہمارا قبلہ......

☆☆☆☆☆

اللہ اللہ کر کے ہم ابراہیم خلیل روڈ پہنچ گئے۔

اف......اس سے پہلے ہم ایک جگہ سے گزرے......وہاں سامنے ہی بابِ فہد کے مینار نظر آرہے تھے۔وہ ایک پل تھا اور بالکل سامنے مینار تھے حرم کے۔اتنے روشن......پاکیزہ...... سبحان اللہ......

بس سے ہم اتر گئے اور ہمارے ٹریول ایجنٹ کا نمائندہ وہاں ہمارا منتظر تھا۔اس بار ہمیں ایمن الھجرہ میں کمرہ نہیں ملا تھا کیونکہ انڈونیشیا سے ایک بہت بڑا گروپ آیا تھا جس کی وجہ سے ہوٹل میں کمرہ نہیں تھا۔جب ہم پہلے مکہ میں تھے تو یہ گروپ تب ہی آیا تھا۔توبہ ان کا سامان......اللہ معاف کرے جیسے سارا مال متارا ساتھ ہی لے آئے ہوں۔کوئی سو کے قریب بیگز ہوں گے اور سب کے سب ایک جیسے۔ہو بہو۔وہاں کچھ بنگالی بھی آئے تھے۔مجھے ایک لڑائی یاد آگئی۔وہ بنگالی فیملی تھی۔ہم لفٹ کا انتظار کر رہے تھے۔لوگ بہت تھے کہ جگہ ہی نہ ملتی تھی لفٹ میں۔اس بنگالی فیملی میں ایک عورت تھی اس کی کسی بات پہ بحث ہو گئی اپنے کسی بھائی بہن سے۔

میں اردو میں لکھوں گا جو تھوڑا بہت اردو اردو ٹائپ تھا۔اسے بوووونگالی آپ خود کر لینا۔بس لفظوں کو گول گول پڑھنا ہے۔

"ہم تو پاگل ہیں جو یہاں آگئے ہیں۔کوئی طریقہ ہے یہ؟" اس نے بہت لمبی تقریر کی۔"ہم تو کچھ بولتے ہی نہیں ہیں۔ہم تو چپ ہیں۔"

"ہالے اے چپ اے(ابھی یہ چپ ہے)۔" ابو نے کمنٹ پاس کیا۔واقعی......اتنا بول کر ابھی وہ بیچاری چپ تھی۔

پھر انہی کا دوسرا ہوٹل ابرار الھجرہ اسی روڈ پہ تھا، ہمیں وہاں بھیجا گیا۔اوپر سے ہم لوگ احرام کی حالت میں۔ساتھ تائی امی کو اتنی تھکاوٹ ہو گئی تھی۔وہ اتنا سفر نہیں کرتیں۔ہوٹل جا کر ہمیں علم ہوا کہ خیر سے یہاں تو کمرہ شریف ہی کوئی نہیں ہے۔چارو ناچار ہم لوگ وہیں لابی میں بیٹھ گئے۔ابو تو قاری

صاحب کو فون کر رہے تھے۔ان کے ساتھ فراڈ ہو گیا تھا اسی لیے کمرے کی بکنگ لیٹ ہو گئی۔ان کے دس ہزار ریال چوری ہو گئے تھے۔اللہ رحم فرمائے۔

گیارہ بج گئے تھے۔ ہمیں تھا کہ بس اب عمرہ کر لیں۔ سلمان نامی نمائندے سے ہم نے کہا کہ تم کمرے کا بندوبست کرو۔یہ سارا معاملہ حل کرو اور ساتھ ہی ہمارے سامان کا بھی دھیان رکھنا۔ہم عمرہ کرنے جا رہے ہیں۔وہ مان گیا۔

ہم حرم کی طرف رواں دواں تھے۔

میں اور تایا ابو جلدی جلدی چل رہے تھے کیونکہ ہمیں وہیل چیئر چاہئے تھی۔چار نمبر دوراتوں (دورات) کے پاس ہی وہیل چیئر مل گئی تھی۔وہ کہنے لگا کہ جیسے ہی عمرہ مکمل ہو تو دے جانا۔ہم نے کہا" ہاں ہاں، ہمارا عمرہ پرسوں تک ختم ہو گا۔"

وہیل چیئر لے کر ہم واپس بھاگے تو باجی اور امی بھی آگے تک آ گئی تھیں۔انکل پہلے ہی اندر چلے گئے تھے۔

پھر...... بابِ فہد...... برآمدے...... سیڑھیاں...... مطاف......اور......اور بیت اللہ.......

دل کا سکون اسے ہی کہتے ہیں جو کعبہ کو دیکھ کر ملتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مطاف کے عقبی برآمدوں میں ہم نے نمازیں پڑھیں۔وہاں ایک انڈونیشین گروپ تھا پچاس ساٹھ لوگوں کا،وہ جماعت کروا رہا تھا۔شرطے بھائی یلا یلا کہتے جا رہے تھے۔انہوں نے نماز شروع کر لی اور پھر ہم نے بھی ان کے پیچھے ہی نماز پڑھی۔جگہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اتنا وقت لگ جاتا تھا۔شرطے آپ کو کہیں بھی کھڑے نہیں ہونے دیں گے۔وہ بس یہی کہتے ہیں کہ ایک جگہ رکو مت، چلتے رہو تاکہ راستہ نہ رکے۔نماز کے لیے انہوں نے الگ جگہیں بنائی ہوئی ہیں۔ایک بار میں فجر سے کچھ دیر پہلے چلا گیا کہ چلو

طواف بھی کر لیں گے مگر مطاف میں بہت رش تھا اور راستے بند کر دیے گئے تھے۔ میں نے سوچا چلو اتنی دیر قرآن پڑھ لوں۔ اب میں ذرا کعبہ کو دیکھنے کے لیے کہیں رکوں تو وہ یلا یلا آ کر مجھے جانے کا کہے۔ او بھئی معاف کر دو۔ دو منٹ کھڑے ہونے دو سکون سے۔ ایک بار اس نے ایک عورت کو یلا یلا کہا تو کہتی "انتم یلا انتم یلا"، یعنی تم بھی یلا یلا ہو جاؤ۔ شرطہ ہنس دیا۔ یہ بات شاید میں نے پہلے لکھی ہے؟ اوپر ملی تو نہیں۔

اچھا میں قرآن لے کر ایک ستون کے عقب میں بیٹھ گیا کہ اب بھائی مجھے یہاں سے نہ اٹھانا۔ میں احرام کی حالت میں تھا کیونکہ میں نے طواف کرنا تھا۔ میں نے مشکل سے ایک صفحہ ہی پڑھا ہو گا کہ بھائی صاحب آ گئے۔ ھذا......آ ہو......

اچھا واپس آتے ہیں۔

دوسرا عمرہ......

یہاں ہم نے پروفیشنل طریقے سے پیسوں کی بچت کی۔ پیسے مطلب وہی ستر ریال جو سعی کے دوران وہیل چیئر کے لیے ہم نے دینے تھے۔

تایا ابو وہیل چیئر کے ساتھ اوپر والے برآمدے میں ہی رہے اور وہیں نماز وغیرہ پڑھ لیں۔ اتنے میں ہم تینوں نے نیچے جا کر طواف کر لیا۔ اس دن ذرا رش نہیں تھا۔ چکر اتنا چھوٹا تھا کہ ایک بار آیتہ الکرسی بھی مکمل نہیں پڑھی جاتی تھی۔ ساتھ ساتھ ہم کعبہ کو مَس کرتے جاتے۔ رکنِ یمانی کو ہاتھ لگاتے جاتے۔ ہم کعبہ کے بالکل ساتھ ساتھ ہی چکر لگا رہے تھے۔ وہ طواف نیچے آدھے گھنٹے میں ہوتا تھا وہ دس پندرہ منٹ میں ہی ہو گیا تھا۔ پھر ہم اپنی مختص کی ہوئی جگہ پہ واپس گئے تو ابو وہیں تھے۔ ہم نے وہیل چیئر لی اور سعی کرنے لگ گئے۔ سعی کی کیا ہی بات ہے۔ اس دوران بھی مجھے ہاجرہؑ کے وہ چکر بہت یاد آ رہے تھے۔ میں اتنا مسمرائز ہو رہا تھا کہ دیکھو اللہ کو ان کا چلنا کتنا ہی پسند آ گیا تھا آخر کہ ہمہ وقت ہزاروں لوگ اس راستے پہ چلتے ہیں ان کی یاد میں۔ سبحان اللہ۔

سعی کے دوران ہم نے ایسے کیا کہ وہیل چیئر والی جگہ پہ ایک چکر باجی نے لگوادیااور میں نے وہ چکر باہر والے حصے میں لگایا۔اسی طرح دوسرا چکر میں نے وہیل چیئر والے حصے میں اور باجی نے باہر۔ مجھے وہ پہاڑی پہ چڑھنے اور اترنے کا بہت مزہ آیا تھااور لوگوں کو ایسے ایک ہی سمت میں چلتے دیکھنا بہت پر لطف ہے۔

ہم سعی کر کے فارغ ہوئے تو مروۃ والے دروازے کے باہر کھڑے ہوگئے۔ کسی سے فون کروا کر تایاابو سے بات ہوئی۔ کہنے لگے کہ ابھی سلمان کا فون آیا ہے اور کمرے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ایمن الھجرہ کے عین سامنے مینار الھدیٰ ہوٹل ہے۔وہاں کمرہ ملا ہے۔وہاں چلے جاؤ۔

ہمیں تیرھویں منزل پہ کمرہ ملا تھا۔ میس وغیرہ ملا کر ٹوٹل پندرہ فلوز بنتے ہیں۔ مجھے یاد ہے ایک بار میں اور باجی اوپر دے نیچے تک سیڑھیوں سے آئے تھے۔ ایمن الھجرہ کے بھی تیرھویں فلور سے ہم سیڑھیوں سے ہی نیچے آئے تھے۔ وہاں ایمرجنسی ایگزٹ کو "مخرج الطواری" کہتے ہیں۔ تایاابو کہتے یہ طواروی سے جانا تو خواری ہے۔ ہم سیڑھیوں کو پھر خواری ہی کہنے لگے۔

اچھاواپس آتے ہیں۔ معاف کرنا باتوں باتوں میں ادھر ادھر نکل جاتا ہوں۔

باجی اور امی نے وہاں ایک عورت سے قینچی لے کر اپنے بال کاٹ لیے تھے۔ وہ ایک پاکستانی فیملی تھی۔ماں اور بیٹا تھے۔

"بھائی آپ ذرا میرے بیٹے کے بال کاٹ دو تھوڑے سے۔"عورت نے مجھ سے کہا۔

"تو آپ حجامت نہیں کروائیں گے؟"میں نے کہا۔

"میرا تیسرا عمرہ ہے۔میں نے پہلے حجامت کروائی تھی۔"اس لڑکے نے تیز تیز بول کر کہا۔

''بس پہلے عمرے میں ہی حجامت کرواتے ہیں۔اس کے بعد آپ تھوڑے سے بال بھی کاٹ لیں تو چل جاتا ہے۔''توبہ......کام نہیں چلانا ہم نے۔ ہم نے ارکان پورے کرنے ہیں۔ کیا ہو جائے گا اگر دوبارہ بال کٹ جائیں گے تو؟اتنا نہیں کر سکتے ہم اب؟

''سنت عمل تو ویسے حجامت ہی ہے۔''میں نے اور باجی نے کہہ دیا تھا۔وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

ہم تینوں ہوٹل کی طرف چلے گئے۔راستے میں حجام بیٹھے تھے۔ان کی دوکانیں گلی کے اندر تھیں۔وہ آوازیں لگا رہے تھے کہ پانچ ریال میں حجامت کر دیں گے۔میں نے سوچا کہ اب تایا ابو کا انتظار کیا تو لیٹ نہ ہو جائے۔ گرمی کی وجہ سے بس دل کر رہا تھا کہ اب نہا لوں۔چنانچہ میں نے حجامت بنوالی۔بال بالکل ایک سینٹی میٹر ہی ہوں گے۔ایسے سر پہ ہاتھ پھیرتا تھا تو بال نوکیلے لگتے تھے۔زمزم سے سر گیلا کرنے کا اپنا ہی مزہ تھا۔دس گیارہ دنوں میں اتنے بال آ گئے تھے کہ جب وہ کٹے تو مجھے احساس ہوا کہ بال جلدی آ جاتے ہیں۔لوگوں نے ایویں بات کا بتنگڑ بنایا ہوا ہے۔

وہاں اور بھی لوگ تھے۔وہ ایسے ہی عبادت کی قبولیت کی باتیں کر رہے تھے۔ایک کہنے لگا۔

''میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو بیس سال ادھر رہا اور اس نے ایک عمرہ اور حج بھی نہیں کیا تھا۔''میں اس کی بات سن کے شاکڈ ہو چکا تھا کہ کیسے اس کا دل نہیں کیا؟اس کے دل میں اللہ کی محبت نہیں تھی کیا؟ واللہ عالم......مجھے یاد آیا کہ ایک بار مسجد میں ہمارے قاری صاحب بھی بتا رہے تھے کہ ایک آدمی سے ان کی ملاقات ہوئی۔اس کی دوکان حرم کے سامنے ہی تھی۔وہ چھ ماہ سے وہاں کام کر رہا تھا اور ان چھ ماہ میں اس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔اللہ جس کے دل میں اپنے لیے محبت اور لگن دیکھتا ہے وہ صرف اسے ہی عبادت کی توفیق دیتا ہے۔اللہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کر لے۔آمین۔

دوسرا کہنے لگا کہ ''اللہ کے ہاں بس نیت دیکھی جاتی ہے۔نیت میں کھوٹ ہو تو اللہ کسی کے بیس بیس حج بھی قبول نہ کرے۔'' صحیح بات ہے۔

میرے عین پیچھے ایک آدمی تھا۔اس کا سر منڈا ہوا تھا۔ٹنڈ یہ لشکارے مار رہی تھی۔وہ یہاں پھر سے حجامت بنوانے آیا تھا۔کہنے لگا کہ یہ میرا دوسرا عمرہ ہے آج کا اور میرے سر پہ جو ہلکے ہلکے بالوں کا احساس ہے،وہ بھی ختم کر دو تا کہ سنت پوری ہو جائے۔

کہاں یہ سوچ......کہاں وہ سوچ......

اللہ ہم سب کو اصل دین کا تابع بنائے۔آمین۔

ٹنڈ کروائی تو میری آنکھ کے اوپر ایک دو بال نہیں کٹ سکے بے دھیانی میں۔وہ ذرا بڑے ہی رہے اور باقی چھوٹے ہو گئے۔اب میرے بال نارمل ہو گئے ہیں تو پتا نہیں چلتا ورنہ پہلے نمایاں ہوتے تھے۔نہانے کے بعد مجھے نظر آیا تھا۔

شکر ہے عمرہ ہو گیا تھا۔

اس بار بہت جلدی عمرہ ہو گیا تھا کیونکہ اس بار ہمیں پتا تھا کہ کب کیا کیا پڑھنا ہے۔اس بار ہم نے ہر چکر کے آخر میں دعا بھی کی تھی جو پچھلی بار ہمیں علم نہیں تھا۔

ٹپ ٹائم......

بابِ فہد سے اندر جاؤ تو دائیں طرف کسی سے مکتب کا پوچھنا۔وہاں مسنون دعاوں کا کتابچہ ہے۔ایک کتابچے کے تین لکھاری ہیں۔ان میں سے ایک کا نام عبداللہ ہے۔مجھے یہ یاد رہ گیا بس۔اچھا اس کتابچے میں بہت جامع اور کمال کی دعائیں لکھی ہیں۔اتنی پیاری حمد و ثناء اور دیگر دعائیں۔طواف کے دوران یہ دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ان کے معانی بہت خوبصورت ہیں۔کچھ دعاؤں کے اعراب نہیں لگے تھے تو بجائے غلط پڑھنے کے میں ان کا اردو ترجمہ پڑھ لیتا تھا۔بہت جامع دعائیں ہیں۔نیز اس پہ عمرے کا طریقہ بھی لکھا ہے۔

ہوٹل بہت کمال کا تھا۔بہت پیارا تھا کمرہ۔چھوٹا تھا مگر ضرورت کی ہر چیز تھی۔مجھے ایمن الھجرہ سے زیادہ اچھا یہ لگا تھا۔اس کا مین ڈور آٹومیٹک تھا۔

''اتنی عزت...... ہمیں دیکھتے ہی دروازہ کھل جاتا ہے۔''میں نے کہا۔

''بس ادھر ہی مل رہی ہے۔ پاکستان میں دستک دیتے رہو، تب بھی کوئی دروازہ نہیں کھولتا۔''ابو نے ہنس کر کہا۔ ہم سب بھی ہنس دیے۔

کھانا شانا کھا کر ہم سو گئے۔ واپس آتے ہمیں تین بج ہی گئے تھے۔ اب فجر میں زیادہ ٹائم باقی نہ تھا۔ میں نے کہا میں جاگتا رہوں گا اب ایک گھنٹہ کیا سونا؟ میں جاگ لیا کرتا تھا۔ ابو کہتے کہ تم فجر ٹائم مجھے جگا دینا۔ میں نے کہا''مافیہ مشکل''۔ اب پتا نہیں ایک دم شیطان کا حملہ ہوا اور میں سو گیا۔ شاید کسی کو یاد ہو میں نے انسٹا پہ تہجد کی اذان لگائی تھی سٹوری پہ۔ یہ تب کی ہی بات ہے۔ فجر کی اذانیں ہوئیں تو تایا ابو نے مجھے اٹھایا۔ الٹا حساب ہو گیا تھا لیکن شکر ہے ہم نے نماز پڑھ لی تھی۔ اس دن ہم نے حرم کی چھت پہ نماز پڑھی تھی۔ اس قاری کی قرأت بہت خوبصورت تھی۔ کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ دل کر رہا تھا کہ بس پڑھتا ہی جائے۔ ایک اور قاری صاحب تھے۔ یاسرُ دوثری (شاید ایسے ہی لکھتے ہیں)، ان کی آواز بہت پیاری ہے۔ ہم اسپیشل پوچھنے گئے تھے عملے سے کہ ان امام صاحب کا نام کیا ہے؟ انہوں نے عشاء کی نمازیں پڑھائی تھیں۔ ایک بار میں بالکل ایک ستون کے ساتھ کھڑا تھا اور عین میرے کان کے پاس اسپیکر تھا۔ ایک بار ایسے ہوا کہ میں بہت سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ میرا دھیان کہیں اور تھا۔ ایک دم اذان کی آواز آئی اور میں ڈر گیا۔ وہاں کے اسپیکر بہت لاؤڈ ہیں کہ ہمارے ہوٹل تک ساری آواز کلیر آتی تھی۔ امی تو کئی بار ہوٹل میں ہی ایسے نمازیں ادا کر لیتی تھیں باجماعت۔ مسجدِ نبوی کے اسپیکرز بہت شانت ہیں۔

ماما کہتی تھیں کہ حرم مکی میں ایک جاہ و جلال ہے۔

نماز پڑھ کر ہم سلیپ (سو) گئے۔

☆☆☆☆☆

19 اکتوبر......

آخری دن......

بیت اللہ کو دیکھنے کا......

بیت اللہ کو نظروں میں بسانے کا......

بیت اللہ کے سامنے نمازیں پڑھنے کا......

بیت اللہ کو چھونے کا......

بیت اللہ کے طواف کا......

بیت اللہ کی رحمتیں سمیٹنے کا......

بیت اللہ کی برکتیں حاصل کرنے کا......

بیت اللہ......آخری دن......

بیت اللہ کو دیکھنے کا آخری دن......

بیت اللہ کو نظروں میں بسانے کا آخری دن......

☆☆☆☆☆

ظہر سے پہلے ہم اٹھ گئے تھے۔ ہم یہ دن بھی اسی روٹین سے گزارنا چاہتے تھے مگر...... ظہر والی روٹین خراب ہو گئی۔ اس دن تایا ابو کے وہی دوست نے طائف سے آنا تھا جس نے ہمیں زیارتوں کا کہا تھا۔ اب وہ بھی بیچارا نوکری پیشہ آدمی تھا، اس کی غلطی نہیں تھی لیکن غلطی اسی کی تھی۔ سمجھ رہے ہیں ناں۔

اس نے کہا میں ظہر کے عین بعد آجاؤں گا۔ ہم نے سوچا چلو نماز تو حرم جا کر پڑھ لیں۔ امی کے علاوہ ہم چاروں حرم کی طرف چل پڑے۔ اس دن بھی بہت رش تھا۔ اب عبدالعزیز، فہد اور اس کے آگے کے دو اور راستے بند تھے۔ یہاں تک کہ جس راستے سے ہم پہلی بار اندر گئے تھے وہ بھی بند تھا۔ اس سے اگلا والا کھلا تھا۔ ہم اندر فہد کی طرف جانے لگے تو آگے سے وہ بھی بند۔ رش بہت تھا اسی لیے انہوں نے وہ جگہیں

بند کر دی تھیں اور اب وہ سب کو توسیع کی طرف بھیج رہے تھے۔ یہ توسیع بابِ فہد کے بائیں طرف ہے۔ میں اتنے دن وہاں یہی سوچتا رہا کہ یہ جگہ بھی دیکھوں گا کبھی اور وہ کبھی آج آیا تھا۔ اللہ کی طرف سے ہی بس ہم ادھر چلے گئے اور وہ حصہ بھی اس قدر خوبصورت ہے ماشاء اللہ۔ وہ دوسرے حرم سے الگ ہی لگتا ہے۔ اس کی آرائش مختلف ہے۔ بہت بہت بہت خوبصورت......

ظہر پڑھ کر ہم واپس آ گئے۔ دوست بھائی نے کھانا کھلانا تھا اور ہم نے ناشتہ اسی وجہ سے نہیں کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ لوگ حرم نہ جانا، ابھی میں راستے میں ہی ہوں۔ خیر......انتہائی وقت کا ضیاع کرنے کے بعد اور انہیں اُڈیک اُڈیک (انتظار کر کر کے) کے میں باجی اور تائی امی حرم چلے گئے۔ بھوک سے تنگ آ کر ہم نے خود ہی ناشتہ نوش فرما لیا تھا۔

میں نے وردی پہن لی تھی۔ عصر قریب تھی۔ اب وہ فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا اور ہمیں تھا کہ یہ آخری دن ہے۔ اب جیسے ہی ہم حرم میں داخل ہوئے پیچھے سے جناب بھی آ گئے۔ تایا ابو اس سے مل ملا کر حرم آ گئے تھے۔ اس دن پاپا کے جدہ والے کزن نے بھی آنا تھا۔ اس دن ہماری دعوتیں تھیں۔ وہ لوگ بھی کھانا لے کر ہی آ رہے تھے۔

حرم میں جا کر بس دل بے ساختہ ہی ہوا جا رہا تھا۔ کعبے سے نظریں نہیں ہٹ رہی تھیں۔ پلک جھپکنے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا۔ بس......بس......کیا لکھوں؟

طواف کر کے ہم الگ ہو گئے۔ عصر ہو گئی تھی۔ باجی لوگ لاپتا ہو گئے تھے۔ میں نے ڈھونڈا نہیں کیونکہ میں آج سارا دن حرم میں گزارنے والا تھا۔ عصر کے بعد میں نے طواف شروع کر دیے۔ ایک طواف ہم تائی امی کے ساتھ بھی کر چکے تھے۔ بس اللہ کا بے حد شکر ہے کہ اس دن اللہ نے میری مدد کی۔ مجھ سے ایک لمحہ بھی ضائع ہونے نہیں دیا تھا۔ الحمد اللہ۔

عصر کی نماز میں نے مطاف میں ہی پڑھی تھی اور حطیم میں جانے کا موقع بھی ملا تھا۔

مجھے یاد ہے ، جماعت کھڑی ہونے والی تھی ۔ میں نے احرام کی اوپری چادر کو صحیح کرنے کے لیے ایک طرف سے پیچھے پھینکا تو......چادر سیدھا ایک آدمی کے منہ پہ جا کر لگی اور اس کا موبائل نیچے گر گیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ بیچارا بوکھلا ہی گیا تھا۔ اللہ معاف کرے۔ میں نے سوری سوری کرنا شروع کر دیا اور اس کا چہرہ......بیچارے کا رنگ فق ہو گیا تھا کہ یہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے؟ اوپر سے اس کا تھا بھی آنکھوں والا موبائل۔ میں نے سوچا کہ اگر ٹُٹ پج (ٹوٹ گیا) ہو گئی تو میں کیا کروں گا؟ شکر ہے جان بچ گئی۔ اوپر سے کل فلائٹ تھی میری۔ مجھے یاد کر کر کے اتنی ہنسی آ رہی ہے۔ احرام کا تجربہ بھی بڑا ہی یادگار رہا۔ میں نے تائی امی سے کہا کہ ”آپ عورتیں کیسے اپنی چادریں اور ڈوپٹے سنبھالتی ہیں؟ میرا تو بار بار کبھی ادھر سے نیچے کبھی ادھر سے خراب......“

کہنے لگیں ”ہم عورتیں ہیں۔ ہمیں کرنا آتا ہے۔“

”ہمت ہے۔“ میں نے کہا۔

نماز کے دوران بھی دس بار اپنی چادر ٹھیک کرتا تھا۔ دس بار تو میں دن میں احرام صحیح کرتا تھا۔ خوامخواہ ہی خراب ہو جاتا تھا۔ چادر اتنی لمبی تھی کہ اس میں دو عبداللہ گھومتے جائیں تو بھی بچ جائے۔ تائی امی تو بڑا مذاق اڑاتی تھیں کہ عبداللہ اور اس کا احرام نہیں ٹھیک ہو سکتے۔ کچھ مردوں نے تو لاسٹک کی طرح کیا ہوتا ہے۔ نیفا بنا کر اندر لاسٹک......توبہ لہنگا ہی لگتا ہے۔ بیلٹ والا کام سب سے کمال ہے۔

ہاں سچ......

مغرب پڑھ کر میں باہر آیا کسی کام سے۔ اب جب میں عبدالعزیز سے اندر جانے لگا تو وہاں شرطے بھائی کھڑے تھے۔ میں اندر جانے لگا تو مجھے روک لیا۔ ایسے جیسے چیک پوائنٹ ہو۔ سب کو ہی روک رہے تھے۔ کہتے ویزا دکھاؤ۔ چلو جی۔ نوا کٹا کھل گیا سی۔ ابھی عشاء میں وقت تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ آرام سے ایک طواف ہو جائے گا مگر اس کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ اب میرے فون میں ویزا نہیں تھا۔ تایا ابو کے فون میں

تھااور وہ اندر حرم میں تھے۔ میرے پاس بیلنس بھی نہیں۔ میں اب کیا کرتا؟ خیر میں نے ایک عورت سے فون کرنے کا کہا۔ اس کا بھلا ہو اس نے موبائل دے دیا۔ میں نے ابو کو بتایا اور پھر وہ باہر آئے۔ ویزا دکھایا اور پھر ہم اندر گئے۔ اس سب میں کتنا ٹائم لگ گیا تھا۔

پتا نہیں کیا بول رہے تھے۔ تصریح تصریح؟ شاید؟ اب میری جانے بلا یہ کیا ہوتا ہے؟ لوگ پتا نہیں کیا دکھا رہے تھے؟ میں نے ایک شرطے سے اشاروں میں پوچھا کہ کیا دیکھنا ہے؟ اس نے عربی میں گردانیں سنا دیں۔

"انگلش؟" میں نے اس سے کہا۔

"مافیہ انگلش، مافیہ انگلش۔ عربی عربی۔" اس نے ہاتھ جھارتے ہوئے کہا۔

"مافیہ عربی۔" میں نے بھی ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ ہنس دیا۔ خیر بہت محنت مزدوری کر کے مجھے سمجھ آگئی کہ وہ ویزا مانگ رہے ہیں۔

عشاء پڑھ لی گئی۔ میں اور تایا ابو اوپر والے ایریا میں بیٹھے تھے اور تایا ابو مجھے رسول پاک کی باتیں بتا رہے تھے۔

ہمارے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے۔ ایک انگریز تھا شاید یا عربی تھا؟ تایا ابو کو بڑا شوق ہے ایسے دوسرے ممالک کے لوگوں سے بات چیت کرنے کا۔ ہوٹل میں بنگلادیشیوں سے بھی سلام دعا کر لی تھی۔ انہیں اردو کے دو چار لفظ ہی آتے تھے۔ ہم نے یہ پوچھا کہ اردو آتی ہے؟ انہیں یہ بھی سمجھ نہیں آیا تھا۔ پھر مدینہ میں ایک گروپ سے بھی ملے۔ وہ لوگ ازبکستان سے آئے تھے۔

انگریز یا عربی انکل سے سلام دعا کرنے کے بعد تایا ابو نے میرا تعارف بھی کروایا۔

کہتے "He is a writer. He wrote two books."

وہ بڑا امپریس ہوئے۔ مجھے شاباش دی۔ پڑھے لکھے لوگ آرٹ کی قدر کرتے ہیں۔ تایا ابو نے کہف کا بتایا۔ انہیں نام پسند آیا تھا۔ خیر سے وہاں نال (ساتھ) ہی پاکستانی بھائی بھی براجمان تھے۔

"آپ نے کتابیں لکھی ہیں؟" انہوں نے مجھ سے پوچھا۔

"جی۔"

"کیا نام ہیں؟ کن موضوعات پہ لکھی ہیں؟" ان کا اگلا سوال۔

"میں نے ناولز لکھے ہیں۔ ایک تصویر اور دوسرا کہف۔ میں مسٹریز (پتا نہیں ان کے پلے پڑا ہو گا کہ نہیں؟) لکھتا ہوں۔ کہف کو میں نے اصحابِ کہف سے ریلیٹ کیا ہے۔" میں نے بتایا۔

"اچھا، اچھا۔" یہ دو اچھا کے درمیان کچھ توقف تھا۔ مجھے سمجھ آگئی تھی کہ وہ انٹرسٹڈ نہیں ہیں۔ اچھا لوگوں کو لگتا ہے کہ ناولز لکھنا کوئی مہارت نہیں ہے۔ اصل کتابیں تو وہ ہوتی ہیں جن میں ملک کے کسی بڑے ایشو کی بات کی گئی ہو یا سیاسی لحاظ سے کچھ لکھا گیا ہو۔ مڈل ایج لوگ ناولز کی اس طرح عزت نہیں کرتے۔ ناول رائٹرز نے اصل میں عشق محبت پیار کی باتیں کر کر کے ناولز کا امیج خراب کر دیا ہے۔ اکثر فیملیز میں ناولز پڑھنا بہت بری بات سمجھا جاتا ہے کیونکہ ان میں صرف عشق معشوقی ہی ہوتی ہے۔ زیادہ تر ایسا ہی ہے۔ اس وجہ سے وہ لوگ بھی برے سمجھے جاتے ہیں جو اس سے ہٹ کر کچھ لکھتے ہیں۔ عشق محبت سے ہٹ کر لکھا جائے جو ناولز کے ایک ہی طرح ہونے کے کمنٹ کو غلط ثابت کرے۔ مجھے اکثر ڈی ایمز آتے ہیں کہ ہم ناولز نہیں پڑھ سکتے نا خرید سکتے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ ضروری نہیں ہر ناول میں بس عشق ہی ہو۔ کچھ میں واقعی کچھ ہٹ کے ہوتا ہے۔ میں یہاں اب کسی ناول کا نام نہیں لوں گا۔ جو ناولز میری پسندیدہ لسٹ میں ہیں اور جو میں دوسروں کو بھی سجیسٹ کرتا ہوں، ان میں عشق محبت کے علاوہ، دوسری ضروری چیزیں ڈسکس کی گئی ہیں۔ وہی ناں، پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ اسی طرح ہر لکھاری صرف یہی سب نہیں لکھتا۔

''ہم ضرور پڑھیں گے۔'' رائٹر جس کو بھی بتاتا ہے کہ وہ رائٹر ہے تو آگے سے ہر کوئی یہی کہتا ہے۔ کچھ بھی نیا نہیں لگا اس میں۔ خیر ہے...... دنیا ہے چلتا ہے۔

اذان شروع ہو گئی۔ ہم اگلی صفوں میں چلے گئے۔ نماز پڑھ کر ہم ہوٹل واپس گئے۔ مہمان ابھی نہیں آئے تھے۔ تایا ابو نے ہمیں بتایا کہ ان کا دوست ہمارے لیے البیک لے کر آیا ہے۔ ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔ کیا کہنے۔ ھذا اچھا ہو گیا ٹٹ۔ اس بار تین نہیں تھے۔ وہ بہت زیادہ تھے۔ ہماری تعداد سے بھی زیادہ۔ ہم نے پہلے ہی دو ڈبے سپیئر کر لیے کہ اگر ٹھیک رہے تو پاکستان لے جائیں گے تاکہ ہماری دوسری آتمائیں بھی کچھ کھا لیں۔

جتنا انہوں نے ٹائم لگایا تھا، اس کا بدلا وہ اچھا بھلا دے کر گئے تھے۔ البیک...... نائس......

اس کے بعد جدہ والے کزن آ گئے۔ وہ بھی گھر کا کھانا لے کر آئے تھے۔ بریانی، گرل (girl) فش، سالن اور میٹھے میں سوئیاں تھیں۔ گھر کا کھانا کھا کر بھی بہت اچھا لگا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ہم سب کو گفٹس دیے۔ مجھے پرفیوم کٹ ملی تھی۔

وہ لوگ تقریباً دس بجے گئے تھے۔ گیارہ بجے ہم لوگ حرم واپس چلے گئے۔ ہم نے سوچا تھا یہ آخری رات ہم حرم میں ہی گزاریں گے۔

تایا ابو نے احرام باندھا اور اس کے بعد جو بات انہوں نے کہی، واللہ، میں تو ہنس ہنس کر پاگل ہو گیا تھا۔ میرے پیٹ میں درد ہو گیا تھا ہنس ہنس کر۔ میری آنکھوں میں پانی آ گیا تھا۔ مجھے کہتے، بس کر دو اب، تھوڑی ہنسی اگلے دن کے لیے بھی بچا لو۔

پھر تائی امی کو پیسے دینے لگے تو اندر کا عربی جاگ گیا۔

''ھذا ریالؒ۔ ھذا اپنے پاس رکھوؒ۔ ھذا فراڈ ناٹؒ۔'' کہتے فراڈ نہ کرنا۔ ہم ہنسنے لگے۔

میں اور تایاابو فجر پڑھ کر ہی واپس آئے تھے۔ بہت بہت بہت بہت یادگار رات تھی وہ۔ میری اب تک کی زندگی کی سب سے اچھی رات۔

تہجد کی اذانیں ہوئیں تو اسی وقت اگلی صفیں بھی بن گئیں۔ابھی فجر میں ایک گھنٹہ تھا لیکن سب کو بس یہی تھا کہ ہمیں اگلی نشست میں ہی جگہ مل جائے۔ میں اور تایاابو بیچ میں گم گئے تھے پھر بائے چانس ہی مل گئے۔ ہم دونوں آگے پیچھے ہی مطاف میں بیٹھے تھے۔ کعبہ کے اوپر پرندے اڑ رہے تھے۔

"یہ چڑیاں ہیں؟" مجھے وہ چڑیا ہی لگ رہی تھی۔

"نہیں، یہ ابابیل ہے۔" تایاابو نے مجھے بتایا۔ میں نے ابابیل پہلی بار دیکھی تھی۔ مجھے لگتا تھا کہ ابابیلیں صرف تب ہی آئی تھیں جب کعبہ پہ حملہ کرنے کی نیت سے وہ مردود بادشاہ آیا تھا۔ لافنگ۔

القرآن......

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا برتاؤ کیا؟

کیا اس نے ان کی تدبیر کو بےکار نہیں بنادیا تھا؟

اور اس نے ان پر غول کے غول (ابابیل) پرندے بھیجے۔

جہاں پر پتھر کنکر کی قسم کے پھینکتے تھے۔

پھر انہیں کھائے ہوئے بُھس کی طرح کر ڈالا۔" سورۃ الفیل۔

پس منظر......

نبی پاک کے دادا عبدالمطلب کے دور میں ایک کافر بادشاہ تھا۔ وہ کعبہ سے جیلس ہوا کہ یہ لوگ اس گھر کے گرد کیوں گھومتے ہیں؟ اس نے اپنے پاس بھی ایک ایسا ہی کعبہ نما بنایا مگر کوئی بھی اس کے گرد طواف کرنے نہ آیا۔ آتا بھی کیسے؟ اس نے نعوذ باللہ کعبہ کو ڈھا دینے کا قصد کیا۔ اس دوران عبدالمطلب کے

سو اونٹ بھی اپنے قبضے میں کر لیے۔ وہ جب لشکر لے کر کعبہ کے پاس پہنچا تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کے بارے میں کہا کہ وہ مجھے واپس کرو۔

"تمہیں اپنے اونٹوں کی فکر ہے اور اس گھر کی کوئی فکر نہیں ہے؟" کافر نے کہا۔

سردار عبدالمطلب نے تاریخی کلمات کہے۔

"میں اونٹوں کا مالک ہوں اسی لیے صرف اونٹوں کی حفاظت کرنا میری ذمہ داری ہے۔ یہ گھر جس رب کا ہے وہ اس گھر کی حفاظت کرنا خوب جانتا ہے۔"

اور پھر اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت کی۔ یہ چڑیا جیسا پرندہ اپنی چونچ میں کنکر لے کر آتا اور اس لشکر پہ گرا دیتا۔ اللہ کے اذن سے جو کنکر جس پہ گرتا وہ بھسم ہو جاتا تھا۔ ایسے اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت کی تھی ان چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ذریعے۔

اس سے میں سوچ رہا تھا کہ اللہ جس چیز کی حفاظت اپنے ذمہ لے لیتا ہے پھر وہ اس چیز کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ لشکر کے پاس چاہے بڑے بڑے ہاتھی ہوں، وہ آسمان سے ابابیل جیسا چھوٹا سا پرندہ بھیج دیتا ہے جو ہاتھیوں سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اگر ہم بھی ایسا کریں کہ اپنے معاملاتِ زندگی، مشکلات اور پریشانیوں کو اللہ کے حوالے کر دیں تو وہ ہمارے لیے بھی ابابیلیں بھیج دے گا۔ وہ ہمارے دشمن، جن کے پاس ہاتھی ہوں، ان سے ہماری حفاظت کرے گا۔ اس کی شان بہت بلند ہے۔ اس کے پاس ابابیلیں ہیں۔ وہ ابابیلوں کو دشمن کے ہاتھیوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت بخش دے گا۔ وہ ہماری حفاظت کرے گا۔ وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے ذمہ لی ہوئی ہر چیز کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔

جب حضرت مریمؑ پیدا ہوئی تھیں تو ان کی والدہ نے انہیں اسی وقت اللہ کے سپرد کر دیا تھا۔ اللہ نے ان کی کیسی حفاظت کی تھی۔ انہیں تمام عورتوں میں سے چن لیا تھا اور مریمؑ نیک ترین عورتوں میں سے ایک ہیں۔ ایک جگہ میں نے قرآن میں بھی پڑھا کہ "کہہ دو کہ ہر کام ہی اللہ کے لیے ہے"۔ اس کی تفسیر استاذہ

نے ایسے ہی کی کہ اپنے سارے معاملات اللہ کے حوالے کر دینے چاہئیں۔ایسے انسان ٹینشن سے آزاد ہو جاتا ہے۔اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ اللہ جو کرے گا وہ میرے لیے بہتر ہو گا۔چاہے میری خواہش ہو یا نہ ہو۔دل کا یہ اطمینان بھی اللہ کی نعمت ہے۔

اللہ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق دے۔

☆☆☆☆☆

رات گزر چکی تھی۔فجر پڑھ کر ہم واپس آئے اور سو گئے۔آج ہماری فلائٹ تھی۔

ٹپ ٹائم......

پانی کی بوتلیں ہر جگہ سے اکٹھی کرنے کے بعد میں نے صبح انہیں زمزم سے بھر لیا تھا۔اس کے بعد میں نے انہیں احرام کی ایک چادر کے اندر رکھ کر سامان میں بند کر دیا تھا۔ایسے کہ وہ اسکین کے دوران نظر نہ آتا۔ڈھکنوں پہ پیپر ٹیپ میں نے لگا دی تھی تا کہ لیک وغیرہ بھی نہ ہو۔میں نے چھوٹی چھوٹی دس بارہ بوتلیں بھر لی تھیں اور ایک دو بڑی بھی۔بھئی زمزم تو شفا ہے۔میں کیونکر یہ موقع ضائع کرتا؟

ظہر کی نماز ہم نے بیسمنٹ میں پڑھی۔وہاں سے بس رکنِ یمانی نظر آ رہا تھا۔وہاں آٹو میٹک ٹونٹیاں تھیں۔کپ نیچے کرو تو پانی کھل جاتا تھا اور کپ بھرنے میں جتنا ٹائم لگتا ہے اتنی دیر کے لیے ٹونٹی چلتی رہتی تھی۔ہم نے وہاں سے بڑی بڑی بوتلوں میں زمزم بھر لیا تھا۔

"یہ ظہر کے بعد ہی بس آ جائے گی۔ایک بجے ریڈی رہنا آپ۔"وہی دو روپے والی باتیں......

ہم نے چیک آوٹ کر لیا تھا اور ہم لابی میں سامان سمیت بیٹھے تھے۔سلمان کو فون جاری تھے مگر وہ بس ٹوپیاں کروا رہا تھا کہ فلانے روڈ پہ بس کھڑی ہے اور ابھی پانچ منٹ میں آ جائے گی۔اب بندہ کیا کہے؟ انتظار کروانا ہی تھا تو کم از کم صحیح ٹائم تو بتا دیتے۔ہم حرم میں عصر بھی پڑھ سکتے تھے۔عصر کی نماز ہم نے ہوٹل میں ہی ایک مسجد میں ادا کی تھی کہ کہیں رہ ہی نہ جائے۔نماز کے بعد بھی کتنی دیر انتظار کیا تھا بس کا۔

پھر ہمیں خبر ملی کہ سڑک پہ آجائیں ذرا آگے کر کے۔ ہم چل چل کر آگے آئے اور ادھر ایک ہوٹل کی لابی میں بیٹھ گئے۔ وہاں وائی فائی مل گیا تھا۔ میں نے الوداعی سٹوریز لگا دی تھیں۔ عصر کے بعد اس نے ہمیں کہا کہ آپ ڈائیر کٹ دوسرے روڈ پہ ہی آجائیں۔ بس وہیں موجود ہے۔ ہم نے کہا چلو انتظار سے اچھا ہے خود ہی چل پڑتے ہیں۔ تین بیگ تھے جن میں سامان تھا اور اس کے علاوہ تین کارٹن کھجوروں کے۔ دنیا کے ایک کونے سے کھجوریں اٹھا کر دوسرے کونے میں شفٹ کیں تو اس دوران میں نے ایک ہوٹل کی لابی میں حرم کی لائیو فوٹیج دیکھی۔ وہاں عصر کی نماز ہو رہی تھی۔ میں رک کر دیکھنے لگ گیا۔ لوگ اللہ اکبر پہ رکوع و سجود میں جا رہے تھے۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی پھول کھل رہا ہو۔ میں جب مطاف میں نماز پڑھتا تھا تو میں نے ایک سیکنڈ کا توقف کر کے رکوع میں جانا۔ ایسے فطری طور پہ میری نظر جہاں تک جاتی، میں وہاں یہ پھول کھلنے اور بند ہونے کا منظر دیکھ لیتا تھا۔ سبحان اللہ......

خیر بس میں ہم بیٹھ گئے۔ اس کا ڈرائیور سیالکوٹ کا تھا۔ اس کی بولی سے تایا ابو نے پہچانا تھا۔ اس بس میں صرف ہم پانچ ہی تھے باقی ساری بس خالی تھی۔ ڈرائیور بتا رہا تھا کہ وہ نئے حاجیوں کو لینے جدہ جا رہا ہے۔ اس نے خالی بس لے کر ہی جانا تھا ویسے بھی۔

میں مڑ مڑ کر مکہ ٹاور کو دیکھتا رہا۔ جہاں تک وہ مجھے نظر آتا رہا مجھے یہ احساس ہوتا رہا کہ میں حرم کے قریب ہی ہوں مگر......ہر سفر کا ایک اختتام ہوتا ہے۔ میری نگاہوں کا سفر ختم ہو گیا تھا۔ ٹاور اور نگاہوں کے درمیان بڑے بڑے پتھریلے پہاڑ آ گئے تھے۔ میں نے نگاہیں پھیر لی تھیں۔ اب مڑ کر دیکھنے سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ مکہ ٹاور پہاڑوں میں ہی گم ہو گیا تھا۔

نیچے والی تصویر میں نے مطاف سے بنائی تھی۔

پھر میں سو گیا۔

جدہ کے قریب پہنچ کر ہی میری آنکھ کھلی۔ میں نے آسمان میں ایک جہاز دیکھا تھا۔ ہم ایئرپورٹ کے قریب آگئے تھے۔ پھر میں نے متعدد جہاز دیکھے۔ کوئی آرہا تھا تو کوئی جارہا تھا۔ جب تک ہم ایئرپورٹ نہیں پہنچے تب تک میں نے کوئی بیس پچیس جہازوں کو آتے جاتے دیکھ لیا تھا۔ مجھے بچپن سے ہی جہاز بہت پسند ہیں۔ ٹرین اور جہاز میرے پسندیدہ کھلونے تھے۔ مجھے آج بھی بہت پسند ہیں چاہے کھلونا ہی ہو۔ آسمان پہ جہازوں کے علاوہ میں نے زمین پہ بھی بہت سے جہازوں کو کھڑے ہوتے دیکھا تھا۔ وہ ایئرپورٹ کی حدود میں ہی پارک تھے۔ ایئرپورٹ کے بالکل قریب تو جہاز اور بھی بڑھ گئے تھے۔ خیر سے ہم جب ایئرپورٹ کی حدود میں داخل ہوئے تھے تب ہمیں پی آئی اے سے فلائٹ میں ہونے والی تاخیر کا میسج آگیا تھا۔ یہ تو ہونا ہی تھا مگر پہلے کی طرح وہ بہت زیادہ لیٹ نہیں تھی بس ایک گھنٹہ ہی لیٹ تھی۔ چلو شکر۔ مجھے تو کچھ خاص فرق نہیں پڑتا تھا۔ میں تو جہازوں کو ہی دیکھتا جارہا تھا۔

"اتنے جہاز میں نے صرف نیائیں چوک میں ہی دیکھے ہیں۔"تایا ابو نے جہازوں کو دیکھ کر کہا تو ساری بس میں قہقہہ بلند ہو گیا تھا۔ نیائیں چوک گوجرانوالہ میں ایک چوک ہے۔ جہاز سے ان کی مراد منشیات کی اوور ڈوز سے مدہوش لوگوں کی تھی۔ دوسری زبان میں نشئی......

پھر اس نے بس روک دی۔ ہم وہیں اتر گئے۔ ریڑھی پہ سامان لوڈ کر کے ہم اندرون حصے میں جانے لگے تھے۔ ابھی مغرب نہیں ہوئی تھی۔ سامنے ہی رن وے تھا۔ جہازوں کا ٹیک آف بہت آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ میری تو دلی تمنا پوری ہو گئی تھی۔ یہ جہاز آیا اور وہ گیا۔ شوں...... وہ بادلوں میں گم ہو گیا۔ میں ہر جہاز کو اڑتا دیکھ کر "اللہ کی سپرد، اللہ کی امان میں" کہتا تھا۔ اللہ جنت نصیب کرے ماما کو، وہ بھی ایسے ہی جہازوں اور ٹرینوں کو دیکھ کر کہتی تھیں۔ ہم جب سکول یا ویسے ہی باہر جاتے تھے تو بھی وہ یہی کہتی تھیں۔ ان کی یہ روایت میں برقرار رکھتا ہوں۔

حذا ایئر پورٹؒ......

یہ جدہ کا پرانا ایئر پورٹ ہے۔ نیا ایئر پورٹ بھی ہم نے راستے میں دیکھا تھا مگر پی آئی اے کی فلائٹس یہاں سے ہی جاتی آتی ہیں۔ میں نے اڑتے ہوئے جہازوں کو جی بھر کر دیکھا اور کچھ تصویر کشی کی۔ اس کے بعد ہم زمزم کی بوتلیں لینے کے لیے لائن میں لگ گئے۔ اللہ معاف کرے۔ بہت مہنگی ہیں۔ ساڑھے آٹھ ریال میں ایک بوتل ملی تھی۔ بندہ پوچھے تم لوگ حاجیوں کو مفت دے دو۔ کوئی نقصان تو نہیں ہو جائے گا۔

خیر اب کیا کر سکتے ہیں۔ میں تو بہت پانی لے آیا تھا لیکن پھر بھی میں نے ایک بوتل خرید لی تھی۔ سامان میں پانچ اور چیزوں کا اضافہ بھی ہو گیا تھا۔

چیک ان کے سارے مسئلے مسائل کا مقابلہ کر کے ہم ویٹنگ لاؤنج میں پہنچ گئے تھے۔ سامان کی اسکیننگ کے دوران مجھے بس دھڑکا ہی لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ پانی کی بوتلیں نہ دیکھ لیں۔ میں نے تو ''لا حول ولا قوۃ'' اور ''لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین'' پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

''سامان میں پانی نہیں۔'' کاونٹر والا بھائی کہہ رہا تھا اور ہاتھ سے کراس کا نشان میں بنا رہا تھا۔ میں نے تو شکر ادا کیا جب میرا بیگ بغیر رکاوٹ کے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے اپنی تلاشیاں دیں۔ جوتے بیلٹ وغیرہ اتروا کر انھوں نے چیک کیا تھا۔ پچھلے دنوں جوتوں میں کوئی منشیات کی سمگلنگ کا کیس سامنے آیا تھا اسی لیے وہ احتیاط برت رہے تھے۔ میں ان کے سسٹم کو داد دیتا ہوں۔ وہ بہت ذمہ دار قوم ہے۔ یہاں کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔

وہاں انڈونیشیا کا ایک گروپ تھا۔ ان کے مردوں اور عورتوں نے ایک جیسی قمیضیں پہن رکھی تھیں۔ نارنجی رنگ کے بڑے بڑے پھولوں والی۔ دیکھ کر اتنی ہنسی آرہی تھی لیکن ان کا کلچر ہی ایسا تھا۔ وہاں کے مرد شرٹ اور دھوتی پہنتے ہیں۔ انڈونیشیا سے بہت لوگ آتے ہیں۔ وہ لوگ جب تک حج نہ کر لیں، شادی نہیں کرتے۔ حرم میں بھی توبہ، ان کے گروپس نے بہت تنگ کیا۔ اللہ معاف کرے۔ تنگ اس سینس میں کہ یہ لوگ ڈٹ ہی جاتے ہیں۔ ہوتے چھوٹے چھوٹے ہیں لیکن ان میں جان بہت ہوتی ہے۔ ان کی بوڑھی عورتوں میں بھی اتنی جان ہوتی ہے کہ اگر آپ ان کے گروپ کے بیچ میں سے گزرنا چاہیں تو وہ آپ کو قریب بھی نہ لگنے دیں۔ بالکل جم کے ہی چلتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ وہ اونچی اونچی آواز میں ذکر اذکار کرتے ہیں۔ خود کر لیتے ہیں اور دوسروں کو دعائیں بھول جاتی ہیں۔ اب اکثر ایسے ہی ہوتا تھا۔ میں کچھ پڑھتے

پڑھتے ان کی والی دعا پڑھنے لگ جاتا تھا۔اب یاد کر کے ہنسی آ رہی ہے۔ سعی کے دوران بھی" ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" والی آیت اتنی اونچی اور ایک ٹون میں پڑھتے تھے کہ...... چلو خیر...... آہو......

پسینجر لاؤنج......

جدہ ایئرپورٹ کی سب سے کمال جگہ مگر صرف دن میں۔ وہاں بالکل سامنے رن وے ہے۔ یہ جہاز آیا اور وہ گیا۔ دائیں طرف لینڈنگ کرتے تھے اور بائیں طرف ٹیک آف۔ اگر...... دن کا ٹائم ہوتا تو میری خواہشیں پوری ہو جاتی تھیں۔ بالکل سامنے...... صاف شیشہ ہوتا ہے۔ بالکل صاف جہاز نظر آتا ہے۔ یقین کریں، ایک ایک منٹ بعد جہاز آ رہا تھا۔ ایک ایک منٹ بعد جہاز جا رہا تھا۔ روشنیاں شیشوں پہ پڑ رہی تھیں تو منظر اتنا واضح نہیں ہوتا تھا۔ میں نے صحیح ٹو کلاس والے بچوں کی طرح شیشے سے سر جوڑ لیا۔ اب مجھے رن وے صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن مجھے خیال آیا کہ میں ایسے کتنا وہ لگ رہا ہوں۔ توبہ...... اپنی عزت بچانے کے لیے میں نے سمجھوتہ کر لیا۔ پھر بھی مجھے کہیں نہ کہیں سے ٹھیک نظر آ ہی جاتا تھا۔

وہاں عقب میں البیک تھا۔ ہمارے پاس بھی تھا لیکن میں نے پھر بھی اپنے بچائے ہوئے چند ریالوں میں سے کچھ ریال البیک کی فلاح و بہبود کے لیے مختص کر لیے تھے۔ میں نے ایک برگر خرید ہی لیا تھا۔ اپنے ذاتی ریالوں سے۔ آہو تے ہور کی...... اسی بار دے ملک آئے آں...... او مائی گاڈ......

وہاں ایک انڈین اور ایک پاکستانی لڑکا کھڑا تھا۔ وہ ایسے ہی سلام دعا کرنے لگے۔ بھارتی نے کہا کہ

"یار پاکستان کے حالات اتنے خراب کیوں ہوتے جا رہے ہیں؟ ہمارے دو روپے تمہارا ایک روپیہ ہے۔ غربت بڑھتی جا رہی ہے۔" اس کا لہجہ......

اور پھر اپنے والے کا جواب سن کر میں بڑا ہنسا۔ وہ کراچی سے تھا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا۔

"ارے بھائی...... کہاں...... کہاں غربت ہے؟ اب ہمیں دیکھو، ہم البیک کھانے آئے ہیں۔ البیک اتنا مہنگا ہے لیکن دیکھو...... دیکھو ہم کھا رہے ہیں۔ ارے میں تو وہ (مینیو کی طرف اشارہ کیا) وہ بڑا والا برگر ہے ناں، وہ آرڈر کروں گا۔ کوئی غربت نہیں ہے۔ غربت ہوتی تو ہم البیک کھاتے؟"

اس کا جواب بہت کرارا تھا۔ بڑے والے برگر پہ تو مجھے اور ہنسی آئی۔ اس کا کانفیڈنس کمال تھا۔

ہماری تو دعا ہے اللہ پاکستان کے حالات بہتر کرے۔ میں نے تو حرم میں بھی بہت دعا کی تھی۔ اللہ ہماری قوم کو سمجھ دے۔ حکمرانوں کو عقل دے۔ آمین۔

برگر بہت ہی کمال تھا۔

دس بجے جانے والی فلائٹ کا ٹائم وہاں کی اسکرین پہ گیارہ نہیں ہوا تھا مگر بورڈنگ گیارہ بجے ہی شروع ہوئی۔ ایک عورت شوخی ہو کر دس بجے ہی لائن میں سب سے آگے کھڑی ہو گئی۔ جیسے ہی عملہ آیا وہ لائن بن گئی۔ ایک گھنٹہ وہ ایسے ہی کھڑی رہی اور عملے نے اپنے ٹائم پہ ہی بورڈنگ کی۔ اللہ پاکستانی قوم کو تھوڑی تہذیب سیکھنے کی توفیق دے۔ ہر جگہ ہی تماشہ لگانا فرض ہے۔ اب وہاں لوگ لڑنے لگ گئے آپس میں۔

"ہو گیا ان کا عمرہ، اب لڑ سکتے ہیں۔" کسی نے یہ کمنٹ پاس کیا۔ واقعی صحیح کہہ رہا تھا۔ عمرہ کیا ہوا کردار میں نظر کیوں نہیں آتا؟ کیا فائدہ ہوا اتنی دور آنے کا؟

گیارہ بجے ہم فائنلی جہاز میں بیٹھ گئے تھے۔ ہم پانچ میں سے تایا ابو کو ونڈو سیٹ ملی تھی لیکن...... انکل نے مجھے وہاں بیٹھنے نہیں دیا۔ میں بہت...... آآآآآآ...... سکریمنگ......

میں درمیانی تین نشستوں میں بھی درمیانی نشست پہ بیٹھ گیا۔ اب میرے دائیں طرف والی کھڑکی سے مجھے آسمان تو نظر آرہا تھا مگر وہ کافی نہیں تھا۔

عملے نے وہی باتیں پھر سے دہرائیں۔ میں تو سو گیا۔ سیٹوں کے ڈیزائن دیکھنے میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہ ہی میں تصویریں بنا سکتا تھا۔ کھانا کھانے کے لیے جب جہاز کی لائٹیں جلیں تو مجھے جاگ آئی۔ کھانا کھا کر میں پھر سو گیا۔اور کرتا بھی تو کیا؟

خیر صبح سے چند ساعتیں قبل ہی میری آنکھ کھلی۔ میں نے دائیں طرف کھڑکی سے باہر دیکھا۔ وہاں آسمان میں روشنی کی ایک لکیر تھی۔ میں نے بائیں طرف کھڑکی میں دیکھا تو وہاں گھپ اندھیرا تھا۔ میں نے پھر صبح ہوتے دیکھی۔ ہم پاکستان میں داخل ہو گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان پہ نارنجی رنگ کی ایک بالکل عرضی لکیر ہے۔اس لکیر میں نارنجی رنگ کے عین اوپر نیلگوں رنگ بھی ہے۔ لکیر کے نیچے صرف کالا رنگ ہے۔ جیسے جیسے صبح قریب آتی جا رہی تھی، وہ نیلگوں اور نارنجی رنگ پھیلتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے لکیر کو کالے رنگ میں گھلتے دیکھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لکیر غائب ہو گئی اور سارے رنگ آپس میں گڈمڈ ہونے لگے مگر ان کے درمیان فرق کرنا بہت آسان تھا۔ بائیں جانب گھپ اندھیرا ابھی اب نیلگوں روشنی میں بدل گیا تھا۔ سورج کی پہلی جھلک سامنے آ گئی تھی۔ بالکل ننھی سی روشنی اور پھر جہاز کا رخ مڑ گیا۔ سورج ابھی اوپر نہیں آیا تھا کہ جہاز نیچے ہونے لگا۔ علامہ اقبال ایئر پورٹ پہنچے کی صدائیں آ چکی تھیں۔

ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ جہاز نے زمین کو چھو لیا تھا۔

ہم پاکستان آ گئے تھے۔

سارے لوازمات پورے کر کے ہم باہر نکل گئے تھے۔ وہاں سب ہمارے منتظر تھے۔ سب کی آنکھوں میں نمی تھی۔ سب خوش تھے۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی میں نے قصے کہانیوں کے پٹارے کھول دیے۔ پاپا مجھ سے پوچھنے لگے کہ وہاں کیسا رہا سب ؟ سسٹم کیسا تھا؟ ہوٹل کیسے تھے ؟ سڑکیں کیسی تھیں ؟ جتنی تعریف کرواتنی کم ہے۔

تایا ابو کی بیٹی نے ہمیں ناشتہ دعوت دی اور پھر ہم گوجرانوالہ کی طرف چل پڑے۔

There are very Toyas & Tibbas on the road.

سڑک جہاں جہاں خراب آتی میں یہ کہہ دیتا۔ ٹویاٹبا...... مطلب گڑھے ہیں۔ پنجابی میں ٹوۓ ٹبے کہتے ہیں ناں۔

Oh my god! There is not a single ٹویا on the roads of Madinah. There is no dust. Oh gosh! I was living in abroad. You poor people. Huh! I just can't imagine living here. You guys should also move to abroad. Oh, my gaawwwd.

اب بھرم بھی تو مارنے تھے۔ مجھے یاد کر کر کے بہت ہنسی آ رہی ہے۔

یہ سفر میری زندگی کا یادگار ترین سفر تھا۔ میں نے اس سفر میں اپنے تجربات آپ کو بتائے ہیں۔ اس سفر نامے کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ ہم میں سے کوئی بھی وہاں جائے تو اسے کچھ بنیادی باتیں معلوم ہوں جو عام طور پہ پہلی بار جانے والے کو معلوم نہیں ہوتیں۔ دوسرا یہ کہ اگر دینی لحاظ سے کسی کی کوئی مدد ہو جائے تو یہ بھی میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ کچھ ٹپس جو میں نے اوپر لکھی ہیں وہ میرے لیے کار آمد رہی ہیں تو آپ کے لیے بھی رہیں گی۔ یہ سفر نامہ بھی مجھ سے اللہ نے ہی لکھوایا ہے۔ میں شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہ سفر نصیب فرمایا اور مجھے موقع دیا کہ اس سفر سے جڑی اپنی یادیں آپ تک پہنچاؤں۔ تصویر اور کہف کی طرح اسے بھی آپ سب کے پیار کی ضرورت ہے۔ امید ہے میں کچھ اچھا لکھنے میں کامیاب رہا ہوں گا۔ الحمدللہ۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ آپ نے اسے پڑھا اور اس میں لکھی کسی اچھی بات کو سمجھا۔ اللہ پاک ہمیں بار بار حرمین کی زیارت کرنا نصیب فرمائے۔ ہماری عبادات کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہمیں اپنے دربار میں حاضری کا موقع دیتا رہے۔

اللہ مجھے اور آپ کو ان ساری اچھی باتوں کو سمجھنے اور عمل کرنے کی تاحیات توفیق دیے رکھے۔

صدق اللہ العظیم......

☆☆☆☆☆

شاید آپ سوچ رہے ہوں کہ میں نے اپنے الوداعی طواف کا ذکر نہیں کیا تو یہ میں نے آخر میں بچا کر رکھا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

رات کا عروج ہے......

آسمان پہ سفید ستارے جگمگا رہے ہیں......زمین پہ کعبہ چمک رہا ہے......

ابابیلیں کعبہ کے اوپر گھوم رہی ہیں......اللہ کے بندے بیت اللہ کے گرد گھوم رہے ہیں......

ابابیلوں کے چہچہانے کی آوازیں ہیں......اللہ کی حمد و ثناء گونج رہی ہے......

ایک بندہ مطاف میں بیٹھا ہے......اس کے سامنے لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں......گھوم رہے ہیں......حمد و ثناء کی آوازیں اس کے کانوں تک بھی آ رہی ہیں......ابابیلوں کا شور وہ سن رہا ہے......اس کی نگاہیں کعبہ پہ ہیں......وہ اسے دیکھتا جا رہا ہے...... جیسے...... جیسے وہاں اور کچھ نہیں ہے......اور ایک وقت ایسا آتا ہے......کہ......کہ اس کی سماعت کام کرنا چھوڑ دیتی ہے......اس کی آنکھوں کے سامنے سے سارے لوگ غائب ہو جاتے ہیں......ابابیلوں کی چہچہاہٹ اب اسے سنائی نہیں دے رہی......اس کی نگاہوں کے سامنے صرف کعبہ ہی رہ جاتا ہے......وہ اس گھر کے علاوہ کچھ نہیں دیکھ پاتا......مطاف کا سفید پتھر رہ جاتا ہے......وہ کھو جاتا ہے......وہ دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے......وہ......اور......کعبہ......کعبہ اور وہ......

یہاں تک کہ تہجد کی اذان گونج اٹھتی ہے......وہ ہوش میں آتا ہے......اس کی قوتِ سماعت جاگ جاتی ہے......ابابیلیں ابھی تک چہچہانے میں مگن ہیں......لوگ ہنوز کعبہ کا طواف کر رہے ہیں......وہ مسکرا

اٹھتا ہے...... کعبہ ایسا ہی ہے کہ جب کوئی اسے دیکھتا ہے تو وہ دنیا سے بے خبر ہو جاتا ہے...... صرف کعبہ اور وہ رہ جاتا ہے...... کعبہ...... اور...... وہ......

وہ دیکھتا ہے کہ صف بندی ابھی سے شروع ہو چکی ہے......وہ اوپر آسمان کو دیکھتا ہے......اسے ستارے جگمگ کرتے دکھائی دیتے ہیں......اور وہ پھر سامنے کعبہ کو دیکھتا ہے......ستاروں کی چمک ماند پڑ جاتی ہے......وہ مسکرا اٹھتا ہے...... کعبہ کی خوبصورتی میں وہ جکڑا جاتا ہے......کعبہ کو دیکھ کر اس کی آنکھیں نہیں بھرتیں...... جبکہ......اس کا دل بھر جاتا ہے......وہ کعبہ کے قریب جاتا ہے...... طواف کرتے لوگوں کے بیچ میں سے راستہ نکال کر......جہاں سے اسے راستہ ملتا ہے......وہ اپنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے......وہ چاہتا ہے کہ وہ کعبہ کو چھو لے......اسے یہ فاصلہ میلوں دور لگتا ہے......اس کے دل کی حالت غیر ہوتی جاتی ہے......آنکھوں میں نمی گھلنے لگتی ہے......اور......اور یہاں تک کہ کعبہ آجاتا ہے......فاصلہ سمٹ جاتا ہے......وہ اور کعبہ رہ جاتا ہے...... کعبہ......اور......وہ......

وہ غلاف پہ ہاتھ پھیرتا ہے......نرم......ملائم......مانند روئی کے......دھاگوں سے کی گئی خطاطی میں چھپے الفاظ وہ پڑھ لیتا ہے......اللہ پاک ہے اپنی حمد و ثناء کے ساتھ......اللہ پاک ہے اپنی عظمت کے ساتھ......
وہ اپنا سر کعبہ سے لگا لیتا ہے......اللہ کے گھر پہ ہاتھ رکھتا ہے......یااللہ......یااللہ کی پکار کرتا ہے......اس کے دل کو سکون پہنچتا ہے......وہ کعبہ سے اپنا گال مس کرتا ہے......آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو صاف کرتا ہے...... گیلی انگلی کو غلاف پہ لگاتا ہے...... سر جھکا لیتا ہے...... تسلیمِ خم......کیونکہ...... کعبہ اس کا قبلہ ہے......اللہ کا گھر ہے...... کعبہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن چکا ہے......

اس کے لب ہلتے ہیں......وہ کچھ بولنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کے الفاظ منہ سے نہیں نکلتے......آنکھوں کا پانی الفاظ کے آگے کھڑا ہو جاتا ہے......وہ چپ ہی رہتا ہے......وہ کعبہ سے لگا رہتا ہے......وہ کعبہ

سے دور نہیں جانا چاہتا......وہ کعبہ سے اپنا ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتا......وہ کعبہ سے اپنا سر الگ نہیں کرنا چاہتا......وہ کعبہ کے سامنے ہی رہنا چاہتا ہے...... کعبہ......اور......وہ......

وہ پھر سے آنسو صاف کرتا ہے......اپنی آواز کو ٹھیک کرتا ہے......لب ہلنے لگے ہیں......وہ دعا کرتا ہے......یا اللہ......یہ الوداعی طواف ہے......کعبہ کا طواف......اس کے بعد جدائی ہے......کعبہ سے دور جانا......کعبہ کو نا جانے اب کب دیکھنا ہو گا......

وہ اپنا سر الگ کرتا ہے......کعبہ کی دیوار کو دیکھتا ہے......وہ اس ناچیز سے بہت بلند ہے......پھر بھی احسانِ خدا ہے کہ وہ یہاں کھڑا ہے......وہ شکر ادا کرتا ہے......اپنا ہاتھ الگ کرتا ہے...... جسم میں ایک لہر دوڑتی ہے......وہ مڑ جاتا ہے......

طواف کا پہلا چکر شروع ہوتا ہے......وہ ڈھیلے ہوئے وجود سے چکر لگا رہا ہے......اس کی نگاہیں صرف کعبہ پہ ہیں...... کہ اس کی ٹکر بھی ہو جاتی ہے بندوں سے...... مگر وہ نگاہیں نہیں ہٹا پاتا کعبہ سے......وہ چلتا رہتا ہے......ایک چکر مکمل ہو جاتا ہے......جنت سے آئے پتھر کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتا ہے...... کعبہ کے گرد دوسرا چکر شروع ہوتا ہے......

وہ داعی ہے...... کہ......اے اللہ......تو بندہِ ناچیز کو بخش دے......تو مالک ملک ہے......بادشاہوں کا بادشاہ......تو رحیم و کریم ہے...... غفور ہے...... عظیم ہے......رحمان ہے...... تو اللہ ہے......اے اللہ......اپنی رحمت کے سائے میں اس بندہِ غافل کو لے لے......کہ میرے سر سے یہ گناہوں کی تیز دھوپ دور کر دے......اپنی ہدایت کا سایہ مجھے عطا کر......مجھے دنیا کے چکروں سے دور کر دے......اور اپنے گھر کے چکر لگانے کی بار بار توفیق دینا......یارب......تو میرا رب ہے......تو ربِ کائنات ہے...... تیری رحمت کے خزانے بہت وسیع ہیں......میرے گناہوں کی جھاگ کو ختم کر دے......مجھے اپنی پناہ میں لے لے......مجھے معاف کر دے کہ تیرے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں......مجھے اپنے دین پہ قائم رکھ کہ تیرے سوا ایسا راحم کوئی

نہیں......مجھے اپنی طرف سے راہنمائی عطا فرما کہ تیرے سوا کوئی راہنما نہیں......مجھے ہدایت دے کہ تیرے سوا کوئی ہادی نہیں......اے ربِ کریم......تو میرے گناہوں سے در گزر فرما کہ تو "عفو" ہے...... کہ تو در گزر کرنے والا ہے......اے ربِ ذو لجلال......تو اپنا کرم فرما...... کہ تجھ سے بڑھ کر کوئی کرم کرنے والا نہیں......

اسود نامی پتھر آ جاتا ہے...... تیسرا چکر شروع ہو جاتا ہے......

اے اللہ......تو مجھے دنیا کی ان غفلتوں سے باہر نکال دے......مجھے دنیا کی محبت کے شر سے بچانا......مجھے اس دنیا کے کھیل تماشوں کا عادی نہ ہونے دینا......مجھے دنیا کے فریبوں سے بچانا......مجھے بھولنے نہ دینا کہ یہ دنیا ایک دھوکہ ہے......

کہ چکر مکمل ہو جاتا ہے......یہ چوتھا چکر ہے......

اے رب......تو نے سمجھا دیا کہ جس نے پیروی کی تیرے حکم کی اور تیرے نبی کی......وہ کامیاب ہوا جو اصل کامیابی ہے......میری درخواست ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت کے تمام امتحانوں میں فوزٌ عظیم عطا فرمانا......کہ جو عظیم کامیابی ہے......مجھے آخرت میں اپنے عرشِ پاک کا سایہ نصیب فرمانا...... کہ جب سورج کی تپش سے جسم پسینوں میں نہائے ہوئے ہوں گے......مجھے عطا کرنا اپنی رحمت سے ایک ہوا کا جھونکا......مجھے بچا لینا کہ میں ہو جاؤں ناکام......میں تیری رحمت کا سوالی ہوں......مجھے اپنی رحمت کے سائے میں رکھنا...... کہ تو سب سے زیادہ رحیم ہے......اور تیرے عرش کا سایہ نصیب ہونا میری آخرت میں کامیابی ہے......مجھے داخل کرنا جنت الفردوس میں نیکوکاروں کے ساتھ...... کہ مجھ پہ داغ نہ لگے کہ میرا جہنم سے واسطہ رہا کبھی......مجھے معاف کرنا اپنی رحمت سے...... کہ تیری رحمت کے ننانوے حصوں کا مالک تو واحد ہے......مجھے دنیا کی بھی کامیابی عطا فرمانا......مجھے آخرت کی بھی کامرانی عطا فرمانا......فوزٌ عظیمٌ......

لوگوں نے ہاتھ بلند کیے تو اسے احساس ہوا کہ چکر مکمل ہو گیا ہے......پانچواں چکر شروع ہو چکا تھا......

اے اللہ......تو خیر کا رب ہے......مجھے شر سے بچا......چاہے یہ شر کسی قسم کا بھی ہو......مجھے محفوظ رکھنا حاسد کے شر سے......مجھے پناہ میں رکھنا کسی کی نظرِ بد سے......میری حفاظت کرنا ابلیس کے شر سے...... مجھے بچانا کہ میں کسی انسان کے شر کا بھی نشانہ بنوں......مجھے دور رکھنا انسانوں کے شر انگیز رویوں سے...... مجھے اپنے قریب کرنا کہ میرا واسطہ نہ رہے شر سے......مجھے بچانا حرام کے شر سے......اور سکون عطا فرمانا حلال کے کام میں...... مجھ سے دور رکھنا ہر قسم کے شر کو......کہ اے اللہ......تو خیر کا رب ہے......مجھے ہر معاملے میں خیر عطا فرمانا......کہ میں تیرے در کا سوالی ہوں......میں تیری خیر کا سوالی ہوں......

اس نے ہاتھ بلند کیا......نگاہیں ایک پل کے لیے بھی کعبہ سے نہیں ہٹی تھیں......وہ اس گھر کو آج جی بھر کر دیکھ لینا چاہتا تھا لیکن کعبہ کو دیکھ کر نظر کبھی بھر ہی نہیں سکتی......وہ اس بات کو بہت دیر بعد سمجھا تھا......جب......جب وہ یہاں سے جا رہا تھا......آج......

چھٹا چکر شروع ہوا......

اے ہر چیز کے رب......توامت کی خیر کرنا......تو میرے بہن بھائیوں کی زندگی میں برکت دینا...... تو میرے والدین کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا......انہیں سوئی جیسی چبھن بھی نہ ہو......وہ جہاں بھی رہیں تو ان کا حافظ بن جا......اے شافی......تو بیماروں کو شفا عطا فرما......تو فوت شدگان کی قبروں کو جنت کا باغیچہ بنا دے...... تو میری آنے والی زندگی میں برکتوں کا نزول فرمانا......تو میرے ملک کے حالات ٹھیک کر دے......تو میری دعائیں قبول فرما لے......

بسم اللہِ،اللہ اکبر......ساتواں چکر......بیت اللہ کے گرد آخری چکر......الوداعی چکر......

اے اس گھر کے مالک......میں یہاں سے جا رہا ہوں......میں نہیں جانتا میں دوبارہ یہاں کب آؤں گا......میری دعا ہے کہ تو مجھے جلد ہی یہاں بلا لے......مجھے کعبہ کو پھر سے دیکھنے کا موقع عطا فرمانا......مجھے طواف کرنے کا شرف پھر سے نصیب فرمانا......اے رب......میں جا رہا ہوں......یہ میرا آخری طواف ہے......یہ میرا آخری چکر ہے...... تجھ سے میری التجا ہے......اس گھر کی برکتیں مجھے پھر سے دیکھنا نصیب فرمانا......مجھے یہاں کی رحمتیں پھر سے سمیٹنا نصیب فرمانا......میں اس گھر کو اپنی آنکھوں میں بسائے بیٹھا رہوں گا......تو مجھے یہاں پھر سے بلا لینا......مجھے یہاں ضرور دعوت دینا......مجھے پھر سے ضیف الرحمٰن بنانا......مجھے اپنا مہمان بنانا......

آمین......یارب العالمین......

اس کے ساتھ چکر مکمل ہو گئے......

فجر کی اذانوں نے ماحول کی خوبصورتی کو بڑھا دیا تھا......

اس نے نماز پڑھی......

اس کی آنکھوں میں پانی تھا......

وہ رو رہا تھا......

وہ یہاں سے جا رہا تھا......

وہ بار بار کعبہ کو دیکھ رہا تھا......

اور نماز مکمل ہوئی......

کعبہ سے جدا ہونے کا وقت آن پہنچا تھا......

اس نے اپنا رخ موڑ لیا......

پر اس کی گردن ابھی تک پیچھے کی طرف ہی تھی......

وہ چھوڑ کر جارہا تھا کعبہ کو......

کعبہ اس سے دور جارہا تھا......

اس نے نگاہیں پھیر لیں......

وہ آگے بڑھنے لگا......

وہ بار بار نظریں گھما کر کعبہ کو اپنے عقب میں دیکھتا جارہا تھا......

مطاف کو چھوڑ کر وہ بابِ فہد کے داخلی راستے پہ چل پڑا......

اس نے نظریں کعبہ کی طرف پھیریں......

کالے غلاف پہ سونے کی تاریں ہی اس کی نگاہوں کو چھو سکی تھیں......

کعبہ دور جارہا تھا......

وہ کعبہ سے دور......

اور ایک وقت ایسا آیا......

کہ جب اس کی نگاہوں نے کعبہ کو اپنے حصار میں نہ لیا......

اس کے دل سے ایک کراہ نکلی......

وہ چلا گیا......

کعبہ وہیں تھا......

وہ ضیف الرحمٰن بن چکا تھا......

وہ اللہ کی مہمان نوازی دیکھ چکا تھا......

وہ اللہ کا مہمان بن کر آرہا تھا......

وہ خوش قسمت تھا......

الحمدللہ......

الوداع......